۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

شمارہ: (۱۶)

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان

شمارہ: ۱۶

۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

بانی: سیّد محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

۲۵ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر کراچی ۷۴۴۰۰

فون: ۷۷۲۵۱۵۰ پوسٹ بکس: ۴۸۹ ٹیلیگرام: "المختار" اسلامی جمہوریہ پاکستان

بیادگار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

رسالہ .... معارف رضا

شمارہ .... (۱۹)۱۴۱۷/۱۹۹۶ —

تعداد .... ایک ہزار

نگران طباعت .... اقبال احمد اختر القادری

ناشر .... ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی

ہدیہ .... ۷۰ روپے

☆ ☆
☆ ☆
☆ ☆
☆ ☆
☆ ☆
☆ ☆

ملنے کا پتہ

○

☆ المختار پبلی کیشنز ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی ۷۴۴۰۰، فون۔ ۷۷۷۱۲۱۹، ۷۷۲۵۱۵۰

☆ المختار پبلی کیشنز، اسلام آباد شاخ، ڈی ۴/۴۴، اسٹریٹ ۳۸، سیکٹر ایف ۱/۶، اسلام آباد ۴۴۰۰۰، فون۔ ۸۲۵۵۸۷

☆ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، گاڑی کھاتہ، کراچی۔ ۷۴۰۰۰، فون۔ ۲۱۶۳۶۴

☆ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

☆ اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، مصطفیٰ کالونی، ۵۔بی۔۲، گلشن احمد رضا، نارتھ کراچی۔ ۷۵۸۵۰

☆ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

فہرست مضامین

حمد باری تعالیٰ

اَلْحَمْدُ لِلْمُتَوَحِّدِ

بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ

وَصَلٰوتُهٗ دَوْمًا عَلٰی

خَیْرِ الْاَنَامِ مُحَمَّدِ

حضرت رضا بریلوی

اُس خُدائے یکتا کی حمد و ثنا

جو اپنے جلال میں یکتا و یگانہ ہے

تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ انسان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

پر خُدا کی رحمت ہمیشہ ہمیش نازل ہوتی رہے !

حسّان العصر حضرت رضؔا بریلوی

(اس نعت میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ نہیں ملتے)

ہر حکایت ، ہر کنایت ، ہر ادا
ہر اشارت ، دل نشین و دل نشاں !

تو ثنا کو ہے ، ثنا تیرے لیے
ہے ثنا تیری ہی' دیگر داستاں

دل دے، دل کو، جانِ جاں کو نُور دے
اے جہانِ جاں ، وائے جانِ جہاں !

تُو نہ تھا تو کچھ نہ تھا ، گر تُو نہ ہو
کچھ نہ ہو ، تُو ہی تُو ہے ، جانِ جہاں

آنکھ دے اور آنکھ کو دیدارِ نُور
رُوح دے اور رُوح کو راہِ جناں

تُو ہو داتا اور اَوروں سے رَجا؟
تُو ہو آقا اور یادِ دیگراں ؟

اللہ اللہ یاس اور ایسی آس سے
اور یہ حضرت ، یہ دَر ، یہ آستاں!

التجا اس شرک و شر سے دُور رکھ
ہو رضؔا تیرا ہی ، غیر از این و آں

جس طرح ہونٹ اس غزل سے دُور ہیں
دِل سے یُوں ہی دُور ہو ہر ظن وظاں

منقبت در شانِ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غیر مطبوعہ

کلام الامام امام الکلام

امام احمد رضا خاں بریلوی

افسرِ تختِ سلیمان در عراق آمد ز شام — السلام اے وارثِ ملکِ سلیمان السلام

از نبی برداشتن گام از تو بنہادن قدم — غیر اقدام النبوۃ سدّ ممشاھا الختام

اے شۂ بزم سکانی الحب کاسات الوصال — جرعۂ افشاں نصیب الارض من کاس الکرام

از سرِ امداد یا رب افسر پایت بفرق — تا خط بغداد یا رب ساغرِ عشقت بکام

تیرہ عمدانی کہ سویش رہروانہ بگذری — سورہا آرد ز صحن و نورہا بارد ز بام

جان سرت گردد، چہ سرداری کہ برخاکش سجود — دل بپات افتد چہ پایت آنکہ بر عرشش مقام

سر مبادا سرکشے را کز تو پر پیچد بکبر — سروران، سرکردگان را سر تہِ پایت مدام

سر کنم مدح سرت ایں سر مگر از سر نہم — سر سرت، از سر چہ گویم پائے را سرہا غلام

از رضائے بے سر و پائے، سراپا سوزِ نے
بر سراپائے کہ داری پائے تا سر صد سلام

(مولانا فاروق احمد — کراچی)

الم تر انّ سكانَ البلادِ — واقوام القرى حتى البوادى

وان مخول اهل العلم طرا — من اصحاب العدالة والسدادِ

لقد شهدوا بان الشيخ احمد — رضا فى العلم للاقوام هادى

امامُ اقوام العلماء قيلا — واحسنهم بيانا للمرادِ

وارجعهم على الحق دليلا — واسبقهم الى دفع الفسادِ

واعلاهم مراتب فى العلوم — وانفعهم مقالا للعبادِ

بليغ افصح الفصحاء قولا — واعلم بالمقاصد والمبادى

مآثره تحار السامعين — مُشاعٌ ذكرها فى كل نادى

أَلآنَ كلامه للمسلمين — وشدّد حينما قصد الاعادى

اعادى الدين اذ راموا الفسادِ — وابدوا للرسول من العنادِ

فظلوا ينقصون القدر منه — خداعا فى المساجد والنوادى

فويلات لالسنة اشاعت — خرافات لافساد اعتقادِ

يجازيهم قوى ذو انتقام — كما جازى الثمود وقوم عاد

فقام يذبّ عن عرض الرسول — فاضحى مثل ابطال شدادِ

فاظهرها وكانوا يكتمون — نعوت المصطفى بالروح فادى

فاطفأ نار فتنتهم وحامى — حمى الدين وشمر للجهاد

وشم للناس اكثر احتجاجاً — وبين يديه بكم كالجماد

مجدد ملة بيضاء صدقا — مقيم للشريعة كالعماد

فاصبح قائدا ايد عوا الانام — لحب محمد صلى الله عليه وسلم داعى الرشاد

رسول الله خير الانبياء — شفيع الناس فى يوم التنادى

حبيب الله اعلى الخلق قدرا — ومطلع على حاف وبادى

تعجبت لقبر قد حوى من — مساكنه الوفى من فؤاد

توفى رحمة الله عليه — وقدره كل يوم فى ازدياد

اعد لزاده حب النبى — فراح الى الجنان بخير زاد

الا يا دهر اخبرنا بصدق — لامثال الرضا هل من معاد

لقد ابعدت عنا من رجال — اولو عزم وفرسان الطراد

ومن ابقيت اكثرهم خناثى — يروع قلوبهم ضرط الاعادى

فلا تحسبهم جمعا فشتى — قلوبهم ولا فتوا بالوداد

ظواهرهم ترينه وأما — بواطنهم خراب فى السواد

وشتت شملهم شنآن قوم — هم منهم ويسووا من بعاد

لقد سلمت يهود والنصارى — من ايدينا والسنتنا الحداد

وانهما الاسنة والرماح — لحزب المسلمين من العباد

وكيف يهابهم حرب عدو — وبعضهم ببعض كالقتاد

ولستم ما تفرقتم بشيئ — مساعيكم كنفخ فى رماد

امرنا باتحاد مسلمين — ولا اسلام الا فى الاتحاد
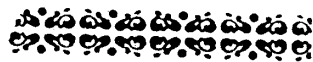
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
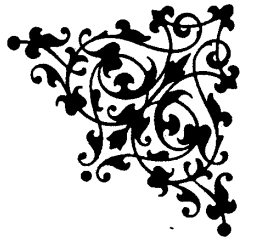
اداریہ

سید وجاہت رسول قادری

بنام آں کہ جاں را فکرت آموخت
چراغ دل بہ نور جاں برافروخت

امام احمد رضا خاں قادری حنفی ابن مولانا نقی علی خاں قادری کی ولادت مبارکہ ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مشہور تاریخی شہر بریلی میں ہوئی۔ جد امجد مولانا رضا علی خاں نے "احمد رضا" نام تجویز کیا۔

بعد میں خود امام احمد رضا نے اپنے نام کے آگے "عبد المصطفےٰ" کا اضافہ کیا اور اپنا سن ولادت اس آیتہ کریمہ سے نکالا۔

"اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ"
۱۲۷۲ھ

دیکھا جائے تو امام احمد رضا کی تمام زندگی ان کے اس خود اختیار کردہ نام نامی "عبد المصطفےٰ" کی تفسیر و تشریح ہے۔ ان کی گفتار و کردار، قلم و قرطاس، نشست و برخواست، وضع قطع، انداز و ادا، فکر و سخن، ذوق و شوق، صورت و سیرت غرض یہ کہ زندگی کا ہر رخ اور کردار کا ہر پہلو محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ دار اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار ہے۔

امام احمد رضا کے کردار کی اسی خوبی نے ان کو اپنے دور کے نام ور علماء و فضلاء سے ممتاز و ممیز کردیا، عالم اور بھی تھے لیکن "تاج امامت" آپ ہی کے سر پر رکھا گیا۔ فاضل و دانشور بہتیرے تھے لیکن نابغہ عصر کی "قبا" آپ ہی کے قد و قامت پر سجی شیخ الاسلام کا لاحقہ کئی "عزت مآب" لوگوں نے اپنے ناموں کے آگے لگایا، لیکن "مجدد ملت مائۃ حاضرہ" کے خطاب سے علماء عرب و عجم نے صرف امام احمد رضا حنفی قادری ہی کو نوازا۔

"اعلیٰ حضرت" کا لقب بہت سے نوابان زمن اور مسند نشینان علم و فن نے اختیار کیا۔ لیکن جس نے "عبد المصطفےٰ" کا لقب اختیار کیا اس کو ایک زمانے نے "اعلیٰ حضرت" تسلیم کیا۔ اپنوں نے بھی غیروں نے بھی، اور آج بھی "اعلیٰ حضرت" جہاں جہاں لکھا، بولا اور پڑھا جاتا ہے اس سے مراد صرف اور صرف اسی "عبد المصطفےٰ امام احمد رضا" کی ذات گرامی ہوتی ہے

اور انشاء اللہ قیامت تک یہ اعزاز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کو حاصل رہے گا۔

حق تو یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان کی ذات گرامی اپنی اس خصوصیت اور علمی و فکری عبقریت کے سبب ہر دور اور ہر عہد میں اور ہر ظلمت کدۂ دھر میں مانند شمع اجالا پھیلاتی رہی گی اور راہ مستقیم کی سمت راہنمائی کرتی رہے گی۔ ان کے شیریں اور مترنم "نغمات محبت" "مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام" چار دانگ عالم میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھینی بھینی خوشبو سے ہر مومن کی مشام جان کو معطر کرتے رہیں گے۔

امام احمد رضا ایک کثیر جہتی شخصیت کا نام ہے بلکہ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ ہے۔ تصنیف و تالیف کا جتنا کام آپ نے کیا ہے وہ کئی ادارے مل کر بھی نہ کرپائیں گے۔ فروغ علم اوراشاعت دین کے لئے اس ایک فرد وحید نے جس تسلسل اور جانفشانی سے خدمات انجام دی ہیں بڑے بڑے تبلیغی ادارے اور جماعتیں اس کا عشر عشیر بھی نہ کرسکے۔

غرض یہ کہ تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ عصر حاضر میں' بلکہ پچھلی دو صدیوں میں امام احمد رضا خاں کا ثانی بمشکل نظر آئے گا۔ بقول پروفیسر منیرالحق کعبی

"عصر حاضر میں وہ علوم و فنون کے مقام سدرۃالمنتہی پر فائز المرم ہیں کوئی فرد نہ ان کے دور میں' نہ آج' ان کے اس کنہ کے کمال تک رسائی پاسکا اور اس کے ثبوت میں وہ تمام تنقیدی سرمایہ شاھد ہے' جس میں ان کی تصنیفات و تالیفات کا محاکمہ کیا گیا ہے' ان کی تحریرات کے سامنے نقد نگاروں کی بیچارگی عیاں ہے۔"

(سلام رضا تضمین و تفہیم اور تجزیہ ص ۲۸)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ سرۃ العزیز نے دین و مذہب' سیاست و معاشرت' علم و ادب اور فنون و حکمت کے مختلف شعبوں میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اس کے ابلاغ اور امام احمد رضا کی فکر و مشن کے فروغ کے لئے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ہر سال ملک کے مختلف شہروں میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد اور سالنامہ "معارف رضا" کا اجراء باقاعدگی کے ساتھ گزشتہ ۱۶ سال سے کررہا ہے۔

قارئین کرام ! جیساکہ آپ کے علم میں ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی ایک کثیرالجہات شخصیت ہیں اور ان کی ہشت پہلو شخصیت کے ہر زاویئے اور ستر سے زیادہ علوم جدیدہ اور قدیمہ پر دسترس رکھنے والی اس ذات کے ہزارہا علمی موشگافیوں کو کسی ایک مجلّہ کے محدود صفحات میں سمیٹنا ایک امر محال ہے۔

اس لئے ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان کی حیات اور علمی و ملی کارناموں کے منتخب و ممتاز گوشوں کو قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جائے اور اہل علم اور سخن داں و سخن فہم کو دعوت فکر دی جائے' اس اعتبار سے ہمارا سالنامہ معارف رضا اس تنوع کا آئینہ دار بن جاتا ہے جو امام احمد رضا کی شخصیت کا خاصہ ہے۔ زیر

نظر شمارے میں بھی یقیناً آپ یہ بات ملاحظہ فرمائیں گے۔

ہماری روایت ہے کہ ہر سال "معارف رضا" کے صفحات میں جو سب سے پہلا مقالہ شائع ہو وہ خود امام احمد رضا کی رشحات کی نگارش سے ہو تاکہ اس کے مطالعہ سے قاری کو امام صاحب کی جلالت علمی' موضوع اور اس کے متعلقہ جزئیات و کلیات پر حکیمانہ نظر و کامل دسترس' زبان و بیان پر قدرت' ماخذ و مراجع تک رسائی' **استحضار** علمی' ذہانت و فطانت' **تحفیظ** کی قابل رشک صلاحیت و قوت' قوی دلائل و براھین' ذہانت و متانت کے ساتھ نظم و ترتیب کی بے پناہ صلاحیت' مدعی یا معترض کے دلائل یا **مشککشین** کے شکوک و شبہات کو رد و رفع کرنے کے لئے "براھیمی" طرز تکلم و تخاطب یہ اور امام موصوف کی بے شمار دیگر خصوصیات کا ایک مجموعی ادراک ہوسکے۔

اس شمارے میں ہم امام احمد رضا کی جو تحریر شائع کر رہے ہیں اس کا عنوان "رسم القرآن" ہے جو فتاوٰی رضوی کی جلد ۱۲ سے ماخوذ ہے۔

امام احمد رضا کو مختلف علوم پر جو کمال حاصل تھا اس کے حوالے سے دو مقالے پیش کئے جارہے ہیں۔ ایک "امام احمد رضا کی علمی خدمات" مصنفہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب استاذ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ مصنفہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں رہی۔ وہ ایک ذی علم شخصیت ہونے کے ساتھ' ایک اچھے قلمکار بھی ہیں' تحقیق و تدقیق کا بہت ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ عربی' فارسی اور اردو زبان پر کامل عبور حاصل ہے اور وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ سریع التحریر بھی ہیں۔ عربی' فارسی اور اردو میں کثیر تصانیف تحریر کی ہیں۔ امام احمد رضا کی علمی خدمات اور فکر و مشن کے حوالے سے آپ کی تحقیقی اور تصنیفی خدمات کو اندرون ملک اور بیرون ملک کے اہل علم **سطبقے** میں قبول عام حاصل ہے۔ کئی معروف عربی کتب کا اردو زبان میں ترجمہ کرچکے ہیں اور متعدد اردو کتب کی تعریب بھی کی ہے۔

علامہ شرف قادری صاحب نے زیر نظر مضمون میں امام احمد رضا کے کمالات علمی پر خصوصاً" فتوٰی رضویہ کے حوالے سے بھرپور روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کی علمی گہرائی و گیرائی مجتہدانہ شان رکھتی ہے۔

دوسرا مقالہ "محدث بریلوی کے اہم مشاغل **علمیہ** اور نظریات" پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا ہے۔ محقق عصر محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب اس وقت عالمی سطح پر امام احمد رضا کی شخصیت و کردار اور علمی فکری کارناموں کے حوالے سے ایک اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا پر عالمی جامعات میں (تقریباً ۲۵ جامعات میں) جس سطح پر بھی اور جو کچھ تحقیقی کام ہورہا ہے اور دنیا بھر میں جہاں جہاں کوئی شخصیت یا ادارہ/ تصنیفی/ تحقیقی حوالے سے یا نشریاتی کام کررہا ہے وہ سب ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی ذاتی توجہ اور نگرانی کا ممنون ہے۔ امام احمد رضا کے

حوالے سے کسی تحقیق پر بحیثیت نگراں آپ کے اسم گرامی کا ثبت ہونا اس کے بلند معیار تحقیق کی ضمانت سمجھا جاتا ہے' امام احمد رضا اور دیگر قرآنی اور اسلامی عنوانات پر آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ۲۰۰ دو سو سے تجاوز کرچکی ہے اور الحمدللہ تصنیف و تالیف کا کام روز و شب جاری ہے۔ ماشاء اللہ آپ نے ۳۰ سال کی قلیل مدت میں اسلامی لٹریچر پر اتنا کثیر خزانہ مہیا کردیا ہے جو بذات خود کئی Ph.D مقالے کا متقاضی ہے۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اعلیٰ حضرت کی شخصیت کے حوالے سے مختلف کتب پر آپ کے تاثرات اور مقدمات کا مجموعہ "آئینہ رضویات" کے عنوان سے دو جلدوں میں شائع کرچکا ہے۔ تیسری جلد بھی زیر تکمیل ہے۔ جناب عبدالستار طاہر صاحب (لاہور) اس کے مرتب ہیں۔ زیر نظر مقالہ "امام احمد رضا کے علمی مشاغل اور نظریات" ڈاکٹر صاحب کی مشہور تصنیف محدث بریلوی سے ماخوذ ہے۔

اس مرتبہ امام احمد رضا کی نعت گوئی کے عنوان پر دو مقالے شائع کئے جارہے ہیں۔

۱۔ امام احمد رضا کی نعت گوئی — تحریر ڈاکٹر ریاض مجید استاذ شعبہ اردو گورنمنٹ کالج فیصل آباد

۲۔ امام احمد رضا کی اردو نعت نگاری — تحریر ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی

ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کا شمار اردو ادب کے مشہور نقاد اور محققین میں ہوتا ہے۔

زیر نظر مقالہ ڈاکٹر صاحب کی Ph.D کی **تھیسس** "اردو نعت گوئی" سے ماخوذ ہے۔ اس **تھیسس** پر اسلامیہ یونیورسٹی بھاول پور نے (Ph.D) کی ڈگری دی اور اقبال اکادمی لاہور نے اس کو شائع کرایا۔

ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی صاحب بھی شعبہ اردو گورنمنٹ اسلامیہ کالج فیصل آباد میں استاذ ہیں۔ آپ نے اپنے مقالے میں امام صاحب کی نعتیہ شاعری کا بھرپور جائزہ لیا ہے اور اس فن میں ان کے اعلیٰ مقام کا تعین کیا ہے۔ امید ہے کہ مندرجہ بالا دونوں مقالے امام احمد رضا کی شاعری کے حوالے سے تحقیقی کام کرنے والوں کو مفید معلومات بہم پہنچائیں گے اور قارئین کرام تاریخ نعت گوئی میں امام احمد رضا بریلوی کے بلند مقام اور بحیثیت شاعر دربار رسالت ان کے مرتبہ و منصب کا عرفان حاصل کرسکیں گے۔

امام احمد رضا اپنی مادری زبان اردو کے علاوہ عربی' فارسی اور ھندی بھاشا پر بھی کامل عبور رکھتے تھے۔ آپ کے نثر و نظم کے شہ پارے اس پر **شاھد** عادل ہیں۔

امام احمد رضا کے فارسی کلام کی خصوصیات پر محترم ڈاکٹر محمد اسحاق ابرو صاحب سابق ناظم تعلیمات برائے کالجز حیدرآباد سندھ نے ایک مفید مقالہ تحریر کیا ہے۔ یہ مقالہ انہوں نے امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء میں پڑھا تھا' جس کو سامعین نے خوب سراہا۔ قارئین کرام کی تفنن طبع کے لئے "معارف رضا" میں شائع کیا جارہا ہے۔

"کنزالایمان فی ترجمتہ القرآن" محدث بریلوی صاحب کے اردو ترجمہ قرآن کا عنوان ہے۔ قرآن مجید

کا یہ ترجمہ ۱۹۱۱ء میں کیا گیا۔ اس سے قبل متعدد علماء اردو زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کرچکے تھے۔ آج محتاط اندازے کے مطابق صرف اردو زبان میں سو سے زیادہ مکمل ترجمے موجود ہیں، لیکن ان سب تراجم میں "کنزالایمان" کو جو امتیاز حاصل ہے وہ زبان کی سلاست و روانی، شستگی کے علاوہ، اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت کی پاسداری ہے۔ صاحب ترجمہ نے اس کا خاص اہتمام کیا ہے کہ صرف ان الفاظ کا انتخاب کیا جائے جس سے قاری کو شان عظمت الٰہی، تعظیم و توقیر رسالت کا بھرپور احساس ہو اور قرآنی الفاظ اور ترجمہ کی تلاوت کے بعد اس کی روح میں محبت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ سرایت کرجائے، بایں خصوصیت کچھ حضرات نے امام صاحب کے ترجمہ کے بعض حصوں پر اعتراضات بھی کئے ہیں۔

ہندوستان کے معروف عالم، شاعر، حکیم اور نقاد محترم ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی استاذ طبیہ کالج نیو دہلی، نے اپنے مقالہ "کنزالایمان کے ایک علمی تجزیئے کا جائزہ" میں اسی قسم کے اعتراضات کا علمی جواب دیا ہے جو اہل علم کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگا۔

ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم شرف الدین صاحبہ نے قرآن حکیم کے اردو تراجم پر انڈیا کی یونیورسٹی سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اس مقالہ میں موصوفہ نے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کی خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر مضمون "مولانا امام احمد رضا اور ان کا ترجمہ قرآن" اسی مقالہ سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ ایک غیر جانبدار فاضلہ ہیں۔ اس مضمون سے امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے فضائل و امتیازات کا پتہ چلتا ہے جو یقیناً اہل علم کی توجہ کا باعث ہوگا۔

امام احمد رضا اپنے تفقہ فی الدین اور تحقیقی مزاج کی بناء پر عہد شباب ہی میں مرجع علماء بن گئے تھے، نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ اس وقت کے عالم اسلام کے علماء و فضلاء دینی مسائل، بلکہ دور جدید کے پیدا شدہ نئے مسائل کے حل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ درس و تدریس اور طریقت میں سلک و اجازۃ کے لئے بھی آپ کے پاس دور دور سے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ، خلفاء و مریدین میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ ممالک عرب و عجم کے خواص و عوام کے اسمہائے گرامی بھی ملتے ہیں۔ بقول محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب امام احمد رضا کے تلامذہ اور اور خلفاء بھی اپنے وقت کے آفتاب اور مہتاب ہیں اور ان پر بھی تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ زیر نظر "معارف رضا" میں آپ کے دو خلفاء پر مقالہ پیش کیا جارہا ہے۔

۱۔ مولانا امام الدین کوٹلوی : یہ نوجوان فاضل پروفیسر مجیب احمد استاذ گورنمنٹ ڈگری کالج گجرانوالہ کی کاوش قلم ہے پروفیسر مجیب احمد فقیہ وقت حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی خلیفہ اعلیٰ حضرت کے نبیرہ ہیں۔

۲۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی : بعنوان "حسن بریلوی کی نعتیہ شاعری" مصنفہ علامہ اختر حسین فیضی

مصباحی، شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ چریا کوٹ ہندوستان۔

مولانا حسن رضا خاں امام احمد رضا کے برادر خورد تھے۔ اردو شعر و ادب میں ان کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کا شمار داغ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔ شعر و شاعری میں آپ اپنے وقت کے تسلیم شدہ استاذ تھے۔ "استاذ زمن" آپ کا خطاب تھا۔ نعتیہ شاعری میں آپ اپنے برادر اکبر امام احمد رضا بریلوی کے شاگرد تھے۔ آپ کی نعتیہ شاعری کے کمال کے لئے یہی سند کافی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمتہ والرضوان کو ایشیائے کوچک میں بلا شرکت غیرے شیخ الاسلام اور فقیہ اعظم ہند کی حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی والد ماجد مولوی ابوالحسن ندوی مہتمم ندوۃالعلماء لکھنؤ، کہ امام صاحب کے معاصرین اور ناقدین میں سے تھے، اپنی تصنیف "نزھت الخواطر" (ج ۸ ص ۴۱ مطبوعہ حیدر آباد ہند) میں امام احمد رضا کی فقاہت کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں :

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر معلومات کی حیثیت سے اس زمانے میں ان کی نظیر نہیں ملتی .... علوم ریاضی، ہیئت، نجوم، توقیت، جفر وغیرہ میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی، وہ اکثر علوم کے حامل تھے۔"

یہی وجہ ہے کہ وہ مرجع علماء تھے۔ غیر منقسم ہندوستان کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں آپ سے بالمباشرہ یا بلامباشرہ اکتساب فیض شدہ علماء موجود نہ ہوں۔ فتاویٰ رضویہ کی ۱۲ جلدوں کے ہزارہا صفحات اس بات پر شاہد عادل ہیں کہ ہندوستان (غیر منقسم) کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں سے جید علماء کی طرف سے آپ سے استفتاء نہ بھیجا گیا ہو۔ محترم ڈاکٹر سفیر اختر صاحب، استاذ کلیہ اصول دین انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے اپنے مقالہ "فیض رضا پنجاب میں" دلائل و براھین اور شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ علماء پنجاب کا ایک بہت بڑا طبقہ امام احمد رضا کے علم و فضل اور افکار و نظریات سے متاثر تھا بلکہ وہ ان کو اپنا امام، مجدد وقت اور پیشوا تسلیم کرتا، اور ہر دینی اور دنیوی معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے یہ مقالہ امام احمد رضا کانفرنس منعقدہ اسلام آباد ۲۵ جولائی ۱۹۹۵ء میں پڑھا اور اہل علم سے داد تحسین حاصل کی تھی۔

فاضل محقق پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب معتمد عمومی ادارہ ہذا نے اپنے مقالے "امام احمد رضا اور علماء لاہور" میں بھی اس حقیقت پر (شہر لاہور کی حد تک) روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے تحقیق سے ثابت کیا ہے۔ علماء عمومی طور پر اور اجل علماء لاہور خصوصی طور پر امام احمد رضا کے افکار و عقائد، مذہب و مسلک، علم و فضل، تعلیم و تربیت، سلوک و طریقت سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ دین و دنیا اور شریعت و طریقت کی ہر مشکل مہم اور معاملات میں ان کو مرجع اور حل مشکلات جانتے اور ان ہی کی طرف رجوع کرتے اور ان ہی کے فیصلہ شرعی کو آخری سند سمجھتے۔

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب اس سے قبل علماء سندھ اور علمائے ریاست بہاولپور کے حوالے سے مقالات تحریر کرچکے ہیں' اس سال علماء لاہور کے حوالے سے بھی مقالہ تحریر کیا ہے۔ انشاء اللہ تکمیل پر کتابی صورت میں بھی شائع کیا جائے گا۔

امام احمد رضا سلسلہ عالیہ قادریہ کے عظیم بزرگ تھے۔ آپ کو سلسلہ تصوف و معرفت کے ۱۳ سلاسل سے اجازت و خلافت تھی لیکن آپ نے برصغیر پاک و ہند اور اس کے اطراف اکناف میں سب سے زیادہ فروغ سلسلہ قادریہ ہی کو دیا۔ آپ نے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ کا منظوم ذکر لکھا' اور اسی کتابچہ میں پنج وقتہ ذکر و اذکار اور اوراد و اعمال بھی طالب کی تعلیم اور تزکیہ نفس کے لئے مذکور ہیں۔

فاضل نوجوان جناب شاہ الحمید بقوی ملباری آرگنائزر آل انڈیا سنی جمیعت علماء و ناشر "**المجلتہ العربیہ الثقافہ**" (کالیکٹ کرالا ہند) نے اس شجرہ مبارکہ کی تعریب کی ہے۔ "**فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**"

متوسلین کے افادے کے لئے ہم اسے شائع کررہے ہیں۔

امام احمد رضا کی حیات ظاہری کے شب و روز عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے سخت اختلاف رکھنے والے بھی اس بات کے معترف ہیں کہ وہ "سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم" تھے۔ فاضل جلیل پیر طریقت حضرت مولانا مفتی صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مجددی ابن مفتی محمد محمودالوری علیہ الرحمتہ' پرنسپل رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدر آباد نے اپنے مقالہ "عاشق صادق" میں یہ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا نے اپنی زندگی کے شب و روز کو اس طرح نظم دیا تھا کہ ان کی حیاتِ مستعار کا کوئی لمحہ تصور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہیں گزرتا' ان عاشقوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ ہمہ وقت تصور محبوب میں غرق رہتے ہیں۔ اسی لئے ان کو حضوری محبوب کا عرفان ہمہ وقت حاصل رہتا ہے۔

سیاست و معاشیات کو عام طور سے علماء کرام کے لئے شجر ممنوعہ تصور کیا جاتا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جن علماء نے اس خار زار میں قدم رکھا وہ علم معاشیات و معاشرت' تاریخ و سیر' سیاسیات مدن و دیگر معاشرتی علوم اور علم جدیدہ سے بے خبری' جوش و خروش کی زیادتی اور ہوش و خرد اور تدبر کی کمی کے باعث عامتہ المسلمین کے رہنما و راہبر بننے کی بجائے دنیادار بلکہ ملحد و مشرک لیڈروں کے پس رو بن کر ایسے فیصلوں میں ان کے شریک کار بن گئے جن سے اس علاقہ کے مسلمانوں کے مفاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ برصغیر پاک و ہند میں تحریک خلافت' عدم تعاون اور تحریک ہجرت وغیرہ میں مسلمانوں کی شرکت سے جو سیاسی اور معاشی نقصانات ہوئے وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ ہندو لیڈر شپ کے فیصلوں کو مسلمانوں پر خود علماء اسلام کے "ھوالصواب" قسم کے استفتائی دستخطوں سے مسلط کردیا گیا اس سے مسلمانوں کو جو خمیازہ بھگتنا پڑا اس کی

تلافی قیام پاکستان سے بھی ممکن نہ ہو سکی۔

امام احمد رضا نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانان ہند کی اس وقت کی معاشی اور معاشرتی حالات کی اصلاح اور فلاح و ترقی کے لئے ایک چار نکاتی پروگرام دیا تھا جو آپ نے "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" کے عنوان سے شائع کرکے عامتہ المسلمین تک ابلاغ کی کوشش کی تھی۔

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی (ایم۔ ایس۔ سی۔ کوئینز یونیورسٹی کینیڈا) نے امام احمد رضا کے ان چار نکاتی پروگرام پر "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" کے نام سے ۱۹۷۷ء میں ایک مقالہ تحریر کیا تھا جو مرکزی مجلس رضا نے شائع کیا تھا۔ یہ مقالہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کے لاکھوں نسخے انگریزی اور عربی زبان میں ترجمہ ہو کر اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

انگلستان کے نو مسلم مفکر ڈاکٹر محمد ہارون نے پروفیسر رفیع اللہ صدیقی کے اس مقالے کی روشنی میں ایک مقالہ تحریر کیا جس کا عنوان ہے "امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کی اہمیت" اور اس میں ثابت کیا کہ آج کی پوری مسلم دنیا کے لئے امام صاحب کے یہ چار نکاتی پروگرام ایک بہترین لائحہ عمل ہے۔

ہندوستان (بریلی شریف) کے ایک نامور محقق اور قلمکار ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب نے ڈاکٹر ہارون صاحب کے اس مضمون کو اردو کے قالب میں منتقل کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب اب تک امام احمد رضا پر متعدد تحقیقی مقالات سپرد قلم کرچکے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر روھیل کھنڈ یونیورسٹی' بریلی شریف سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر عزیزی صاحب کو اس اعزاز پر ہم سب مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے پلیٹ فارم سے ابھرتے ہوئے نوجوان قلم کار اور ادارہ ھذا کے آفس سیکریٹری عزیزی ڈاکٹر اقبال احمد قادری نے امام احمد رضا کے علمی اور فکری آثار کے حوالے سے مختلف مضامین و تاثرات سپرد قلم کرتے رہتے ہیں' سہل نگاری اور سلاست آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ یوں پاکستان اور ہندوستان میں آپ کے مقالات بہت مقبول ہیں ماشاء اللہ اقبال قادری نے صاحب امام احمد رضا کے سیاسی تدبر کے حوالے سے ایک مقالہ قلمبند کیا ہے جس کا عنوان ہے "تحریک پاکستان پر امام احمد رضا کے اثرات"۔ تاریخ اور پالیٹیکل سائنس سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ مقالہ مفید معلومات مہیا کرسکے گا۔

قارئین کرام جیساکہ عرض کیا جاچکا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی ایک جامع الصفات اور جامع العلوم شخصیت تھی' وہ اپنی خداداد ذہانت و فطانت کے اعتبار سے یقیناً اس دور کے "عبقری مشرق" (Genius of the East) کہلانے کے مستحق ہیں۔

وہ تمام اسلامی علوم نقلیہ اور عقلیہ کے علاوہ دور جدید کے اکثر علوم پر حاوی تھے جیساکہ مولانا عبدالحی لکھنوی کی روایت و شہادت گزشتہ صفحات میں گزری۔

امام احمد رضا کی حیرت انگیز ذہانت **فطانت** اور ستر سے زائد علوم پر نظر اور مہارت دراصل ان کو علم لدنی حاصل ہونے کی دلیل ہے۔ وہ خود ایک جگہ اپنی خود نوشت سوانح میں فرماتے ہیں کہ جب ریاضی اور جیومیٹری وغیرہ کی تحصیل شروع کی تو ان کی فطری ذکاوت کو دیکھ کر ان کے والد ماجد مولانا علامہ نقی علی خاں نے فرمایا

"تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو، ان علوم کو خود حاصل کرلوگے۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا نہ صرف یہ کہ ان علوم کو حاصل کیا بلکہ ان علوم میں مختلف تصانیف اور حواشی لکھے، خود تحریر کرتے ہیں :

"حسب ارشاد سامی بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب و جبر و مقابلہ و لوگارثم و علم مربعات و علم مثلث کروی و علم ہیئت قدیمہ، ہیئت جدیدہ و زیجات و ارثما طیقی و غیرہا من تصنیفات و تحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد و ضوابط خود ایجاد کئے **تحدثا بحمدللہ تعالیٰ**"

قارئین کرام امام احمد رضا کے عبقری علمی پس منظر میں مندرجہ ذیل دو مقالات مطالعہ کریں اور امام احمد رضا کو داد تحسین اور اس رب کریم کی جس نے انہیں پیدا کیا ہے حمد، اور اس رسول محترم، نبی رحمت، قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے در سے ان کو علم و حکمت کی بے بہا اور حیرت انگیز دولت ملی، درود و سلام پیش کریں۔

(۱) "علم ہندسہ پر امام احمد رضا کی نقد و نظر"

علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی شیخ الحدیث دارالعلوم نورالحق فیض پور (بھارت) نے اپنے اس مقالہ میں علم ریاضی میں امام احمد رضا کی تبحر علمی پر بحث کی ہے اور ان کے فتاویٰ کے بعض مضامین سے علم ریاضی، الجبرا، علم ہندسہ اور اس سے متعلق دیگر علوم میں امام احمد رضا کی بصیرت پر روشنی ڈالی ہے۔

(۲) "امام احمد رضا کا نظریہ سائنس"

اس کے مصنف **منیف** مولانا محمد جلال الدین قادری استاذ گورنمنٹ سکنڈری اسکول کھاریاں، گجرات (پاکستان) ہیں۔ مولانا محمد جلال الدین قادری، برصغیر پاک و ہند کے معروف مصنف ہیں۔ دینی اور مسلکی عنوانات پر متعدد مقالات تحریر کرچکے ہیں۔ مولانا نے اپنے اس مقالے میں دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا اگرچہ جدید سائنسی علوم پر بھی مہارت رکھتے تھے لیکن وہ کائنات اور اس میں ظاہر و پوشیدہ علوم کی حقیقتوں کو ارشادات ربانی اور فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں سمجھتے اور پرکھتے تھے۔ اسلامی عقائد و افکار کو سائنس کی تھیریوں کا جامہ نہیں پہناتے تھے بلکہ سائنس کو قرآنی اصولوں پر پرکھتے، جو ان پر پورا اترتا اس کو قبول کرتے ورنہ رد کردیتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول اٹل حقیقت ہیں۔ انسانی عقل سے حاصل کیا ہوا علم یقیناً تغیرپذیر اور ظنی ہوتا ہے۔

محترم قارئین ! جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ کسی

مجلہ کا اجراء وہ بھی معیاری، علمی اور دینی ! آج کل کتنا مشکل امر ہے۔ تحقیقی اور علمی ذوق کا حلقہ یوں بھی محدود ہوتا ہے جبکہ مطالعہ کتب بینی کا ذوق مزید انحطاط پذیر اور معاونین و متوسلین کا انداز فکر تغیر پذیر ہوتا جارہا ہے۔ **الحمدللہ رب العالمین** کہ ان سب داخلی اور خارجی کشاکشوں اور مشکلات کے باوجود اللہ رب العزت اور اس کے رسول معظم و مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے گزشتہ سولہ (۱۶) برسوں سے استقامت و پابندی کے ساتھ امام احمد رضا کانفرنس بھی ہر سال منعقد ہورہی ہے اور سالنامہ "معارف رضا" کا خوب سے خوب تر انداز میں اجراء بھی۔ اس لئے ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر ہم اپنے ان کرم فرماؤں اور کارکنوں کو فراموش کردیں جن کی مساعی جلیلہ اور دامے، درمے سخنے تعاون سے یہ سب کچھ ممکن ہوسکا۔

راقم بحمدللہ امسال سید عالم آقاؤ مولا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت کی نیت سے سفر حرمین شریفین پر تھا اور اسی وسیلہ جلیلہ کے طفیل حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوکر وطن واپس ہوا تقریباً دو ماہ بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ ادارہ کے معاملات سے منقطع رہا۔ اس دوران ادارہ **ھذا** کے **آفس سیکریٹری صالح فاضل نوجوان عزیزی اقبال اختر** القادری سلمہ تعالیٰ اور معتمد عمومی **محبی** پروفیسر ڈاکٹر مجیداللہ قادری زید مجدہ نے بڑی جانفشانی سے "معارف رضا" کے مضامین کی کتابت/کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، اور طباعت کے کام کو بھی جاری رکھا اور اس مہم میں نائب صدر ادارہ محترم پروفیسر ڈاکٹر مفتی حافظ عبدالباری صدیقی دامت برکاتہم عالیہ اور معتمد عمومی مشترک فاضل نوجوان عزیزی مولانا السید زاہد سراج القادری سلمہ الباری کی شراکت و معاونت برابر جاری رہی اللہ تبارک تعالیٰ ان سب کو جزاء خیر عطا فرمائے (آمین)۔

جہاں تک مالی وسائل کے مہیا کرنے کا معاملہ ہے، اس ضمن میں ادارے کے سیکریٹری نشر و اشاعت **محبی** مکرمی عبداللطیف قادری نوری صاحب زید **لطفہ** کی ذاتی کاوشیں قابل صد ستائش ہیں، اس سلسلہ میں ادارے کے نائب صدر، محترم مولانا شفیع محمد قادری **مدظلہ** کی سعی کاوش بھی کسی سے کم نہیں رہی کہ باوجود ناسازی طبع، وسائل کے حصول کے لئے کامیاب تگ و دو کی، ادارہ کے **اکاؤنٹنٹ** جناب سید خالد سراج صاحب کی خدمات بھی قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے نہایت جانفشانی اور محنت سے دن رات دوڑ دھوپ کرکے مجلّہ کے لئے عطیات و اشتہارات جمع کیے اور ساتھ ہی ادارے کے دیگر اشاعتی کاموں میں بھی معاونت کرتے رہے۔ ادارے کے دفتر کے ایک اور رکن صالح نوجوان عزیزی زاہد سلمہ الواحد کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تمام مندرجہ بالا حضرات سے ان کے ہر کام میں بھرپور **تعاون کیا اور چھوٹے سے چھوٹے کام کی انجام دہی میں** کوئی عار محسوس نہیں کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تمام اراکین ادارہ کو دوجہاں میں بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ہم اپنے ان تمام معاونین کے بھی ممنون ہیں

جنہوں نے ہمیں اپنے عطیات سے نوازا۔ خاص طور سے محترم شیخ نثار احمد پراچہ صاحب چیئرمین پراچہ ٹیکسٹائل اور محترم زبیر حبیب احمد صاحب چیئرمین یونین بسکٹ فیکٹری جن کے بروقت تعاون سے "معارف رضا" کی طباعت ممکن ہوسکی۔

"فجزاهم الله احسن الجزاء فی الدنیا والاخرة"

ان تمام حضرات کو اور ہمیں بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی حاضری بار بار نصیب فرمائے۔ (آمین)

راقم ذاتی طور سے اور ادارے کے جملہ اراکین کی طرف سے ان تمام مقالہ نگار حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اپنی قیمتی نگارشات ہمیں عطا کیں اور ان تمام ادارے افراد اور رسائل کا سپاس گزار ہے جس کی وساطت سے ہمیں بعض مقالات موصول ہوئے۔

محترم قارئین ! ادارہ کا ایک ذیلی دفتر اسلام آباد میں بھی قائم ہے جس کے ناظم اعلیٰ محترم خالد محمد زاہد صاحب زید مجدہ' اور ناظم عزیزی خان افسر خاں قادری سلمہ ہیں۔ جن کی خدمات کا اعتراف اور اس کی تحسین نہ کرنا سخت ناسپاسی ہوگی۔ یہ دونوں حضرات ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے لئے بہترین اثاثہ ہیں۔ اسلام باد کی سطح کی تمام اشاعتی اور نشریاتی کام کے لئے وسائل مہیا کرنا کانفرنس کا انعقاد اور مقامی سطح پر کتب کی طباعت' یہ تمام خدمات یہ حضرات بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اور ہماری خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کو اور ہم سب کو سید عالم' رحمت للعلمین' شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل دونوں جہان کی برکتوں اور عزتوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ قاسم رزقہ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وازواجہ اجمعین وولدہ الشریف سیدنا محی الدین حضرة الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ ومن اتبعہ فی الطریقۃ القادریہ خصوصا حضرة الشیخ الامام احمد رضا خان قادری رضی اللہ تعالی عنہ واولیائہ اجمعین وبارک وسلم۔

طارق سلطان پوری

اکابرینِ خاندانِ امام احمد رضا کے قطعاتِ سالِ ولادت و وصال

ایں خانہ تمام آفتاب است

"عاشقِ مصطفیٰ خاندان شریف"

۶ ۹ ۹ ۱ء

[۱] مجاہدِ کبیر مولانا رضا علی خان

سالِ ولادت: ۱۲۲۴ھ / ۱۸۰۹ء
سالِ وصال: ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء

طارقؔ اُس ارجمند و جسُور و غیور کا — ذوق آفریں و شوق فزا ہے بیان حال
اِک نامدار مجاہدِ اسلام بالیقیں — تھا اِک "وجیہہ پیکرِ غیرت" وہ خوش خصال
سالِ ولادت اُس کا "مجلّا نظر" ہے اور — "خورشیدِ آسمانِ ہُدا" ہے سنِ وصال

[۲] حضرت مولانا نقی علی خان

سالِ ولادت: ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء
سالِ وصال: ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۱ء

اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد — یہی اُن کا ثبوتِ عظمت ہے
ایک اِک فرد نسل میں اُن کی — شمعِ کاشانۂ ہدایت ہے
مرکزِ عشق ہے محمد کا — اُن کے گھر کی بڑی فضیلت ہے
"ایں سعادت بزورِ بازو نیست" — یہ خدا داد مجد و عزت ہے
اُن کا بیٹا مجددِ ملت — خاص اُن پر خدا کی رحمت ہے
ہے "رضائے حبیب باری" وہ — آپ کا جو سنِ ولادت ہے
"قاسمِ فیضِ معرفت" طارقؔ — اس مکرم کا سالِ رحلت ہے

○

۳ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان

سالِ ولادت : ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء
سالِ وصال : ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

○

عارف و عاشقِ حبیبِ اِلٰہ — دیدہ ور، صاحب دلِ آگاہ
فقر و عرفاں میں بلند مقام — علم و فضل و ہُنر میں عالی جاہ
جاں نثارانِ شاہِ دیں کا امام — عاشقانِ نبی کا میرِ سپاہ
مُرشدِ روزگار و شیخِ جہاں — وہ خُود آگاہ وہ خدا آگاہ
فہمِ اسرار دین میں بے مثل — غائر و دُور رس تھی اُس کی نگاہ
لِلّٰہیت کا مطلعِ تاباں — صدق و اخلاص کی تجلّی گاہ
تھا خدا کا خصوصی اُس پہ کرم — اُس کی صد ہا کتب ہیں اس پہ گواہ
اُس نے عشقِ نبی کا درس دیا — ہے یہی اِک فقط فلاح کی راہ
جو حبیبِ خدا کا ہے گُستاخ — شیخِ دوراں بھی ہے تو ہے گمراہ

عاشقِ مصطفٰے کا سالِ وصال
"نوّر اللّٰہ قبرہٗ وَ ثراہ"
۱۳۴۰ھ

○

۴ مولانا حامد رضا خان

سالِ ولادت : ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء
سالِ وصال : ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء

حسین گلِ چمنِ فقر و معرفت لاریب — رضا کا نُورِ نظر، نیّرِ سپہرِ کمال
امامِ اہلِ محبت کا جانشینِ عظیم — وہی عزیمت و عظمت وہی جلال و جمال
ولادت اس کی "ضیائے جہانِ عرفاں" ہے — "چراغِ بزمِ مدینہ" ہے اُس کا سالِ وصال
۱۲۹۲ھ — ۱۳۶۲ھ

○

۵ مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب

سالِ ولادت: ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء
سالِ وصال: ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

○

مقتدائے عصر و شیخِ روزگار ۔ مردِ مومن، مرجعِ اہلِ کمال
فخرِ دوراں، نازشِ بزمِ وجود ۔ فقر و علم و آگہی میں بے مثال
مظہرِ شان و شکوہ اہلِ عشق ۔ وہ مجسّم فقر کا جاہ و جلال
وہ چمن جس کو نہیں خوفِ خزاں ۔ آفتابِ حق، نہیں جس کو زوال
اُس کا طارق نے کہا باچشمِ نم ۔ "آہ شہرِ فیض" سالِ ارتحال
۱۴۰۱ھ

○

۶ مولانا حسن رضا خان

سالِ ولادت: ۱۲۷۶ھ/ ۱۸۵۹ء
سالِ وصال: ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

○

وہ تھے نعتِ خواجہ میں یکتائے دہر ۔ مسلّم ہے فضل و کمالِ حسن
نہیں اُن کی فکرِ رسا کا جواب ۔ ہے بے مثل حسنِ خیالِ حسن
کلامِ حسن، مدحتِ مصطفےٰ ۔ ثنائے نبی، قیل و قالِ حسن
پئے سالِ ترحیل باذوقِ نعت ۔ رقم کچھ کروں حسبِ حالِ حسن
"ظہورِ لباسِ[1] گُل و لالہ" میں ۔ ہے پوشیدہ سالِ وصالِ حسن
۱۳۲۶ھ

○○

---

[1] حضرت کے اپنے اِس شعر میں اُن کا سالِ وصال موجود ہے، "ظہورِ لباسِ گُل و لالہ"
کر گیا آخر لباسِ لالہ و گُل میں ظہور
خاک میں مِلتا نہیں خونِ شہیدانِ جمال

چند تاریخی

مادہ ہائے ولادت و وصال

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان القادری البریلوی

سالِ ولادت : ۱۲۷۲ھ ——— ۱۸۵۶ء

"وہ، کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا"
۱۲۷۲ھ

"آسمانِ مناقب و مفاخر"
۱۲۷۲ھ

"امیرِ لشکرِ عشّاق"
۱۲۷۲ھ

"سیلِ فیضِ الٰہی و مصطفائی"
۱۲۷۲ھ

"رحمت و بخشش"
۱۸۵۶ء

"امامِ نعتِ پیغمبر"
۱۸۵۶ء

"فیض یافتۂ عشق"
۱۸۵۶ء

"ہزار جلوہ در آغوش داعی"
۱۸۵۶ء

سالِ وصال : ۱۳۴۰ھ ——— ۱۹۲۱ء

"آوازۂ حق، دشمنِ احمد پہ شدّت کیجیے"
۱۳۴۰ھ

"اِک نابغۂ دَوراں"
۱۳۴۰ھ

"کاشفِ اسرار و نکات"
۱۳۴۰ھ

"مہکِ حضورِ اکرم"
۱۳۴۰ھ

"سخن کا تاجدار"
۱۳۴۰ھ

"میخانۂ عرفان کا پیر"
۱۳۴۰ھ

"غازۂ رُخِ بزمِ جہاں"
۱۹۲۱ء

"طُغیانِ مُشتاق"
۱۹۲۱ء

"سیلِ روشنی، صبحِ درخشاں"
۱۲۹۱ء

"خضرِ منزلِ صدق"
۱۲۱۱ء

"متاعِ عظمت"
۱۲۶۱ء

"چراغِ راہِ اُلفت"
۱۲۹۱ء

مادّہ ہائے وصال

قطعۂ سالِ وصال حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی

سالِ وصال: ۱۲۹۶ھ

"قلزمِ فیضِ مصطفےٰ"
۱۲۹۶ھ

"معرفت کا آفتاب"
۱۲۹۶ھ

"شوکتِ مجلس اہلِ عرفان"
۱۲۹۶ء

"مطلعِ انورِ فیض"
۱۲۹۶ھ

شہِ عارفاں، مرشدِ اولیاء — وہ احمد رضا خاں کا پیشوا
وہ دریائے فیضانِ آلِ رسول — خرابوں کو گلزار جس نے کیا
وہ آداب آموزِ مستی و شوق — قسیمِ مئے عشق خیرالورا
وہ پاکانِ اُمت کا عکسِ جمیل — وہ اسلاف کا پرتوِ دل رُبا
کہا اس کا طارق نے سالِ وصال — "چراغِ محمد"، "فروغِ ہدا"
۱۲۹۶ھ — ۱۲۹۶ھ

شجرۂ طیّبہ

لِسلسلۃ العالیۃ القادریۃ البرکاتیۃ الرّضویۃ

مترجم: مولانا شاہ الحمید ملباری (آرگنائزنگ سیکریٹری آل انڈیا جمیعۃ علماء اہلسنت وجماعت)

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

"شجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء" هذه سلسلتي من مشايخي في الطريقة العلية العالية القادرية الطيبة المباركة .

اللهم صل وسلم وبارك علي سيدنا ومولانا محمد معدن الجود والكرم واله الكرام اجمعين

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الكريم على ن المرتضى كرم الله تعالى وجهه .

اللهم صل و سلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الإمام حسين ن الشهيد رضي الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم

وعلى المولى السيد الإمام علي بن الحسين زين العابدين رضي الله تعالي عنهما

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الإمام محمد بن علي ن الباقر رضي الله تعالي عنهما

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلي المولى السيد الإمام جعفر بن محمدن الصادق رضى الله تعالى عنهما

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم

وعلى المولى السيد الإمام موسىٰ بن جعفرن الكاظم رضى الله تعالى عنهما

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولى السيد الامام علي بن موسى الرضا رضى الله تعالى عنهما

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى المولي الشيخ معروف ن الكرخي رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ سري ن السقطي
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ جنيد ن البغدادي
رضي الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ ابى بكرن الشبلي
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ ابى الفضل عبد
الواحد التميمي رضي الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ ابى الفرح
الطرطوسى رضى الله تعالي عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ ابى الحسن علي
ن القرشي الهكاري رضى الله تعالى
عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ ابى سعيدن
المخزومي رضي الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد الكريم غوث
الثقلين وغيث الكونين الإمام ابى

محمد عبد القادر الحسني الحسيني
الجيلاني صلى الله تعالى على جده
الكريم وعليه وعلى مشائخه العظام
واصوله الكرام وفروعه الفخام ومحبيه
والمنتمين اليه الى يوم القيام وبارك
وسلم ابدا

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد ابي بكر تاج الملة
والدين عبد الرزاق رضى الله تعالى
عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد ابى صالح نصر
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد محى الدين ابى
نصر رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد علي رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد موسى رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد حسن رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد احمد الجيلاني
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ بهاء الدين رضى
الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد ابراهيم الايرجي
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ محمد بهكارى
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى القاضى ضياء الدين
المعروف بالشيخ جيا رضى الله تعالى
عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الشيخ جمال الاولياء
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد محمد رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد احمد رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى فضل الله رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد الشاه بركة الله
رضى الله تعالي عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد الشاه ال محمد
رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد حمزة رضى الله
تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد الشاه ابي الفضل
شمس الملة والدين آل احمد اچھے
ميان رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى السيد الكريم الشاه ال
رسول الاحمدي رضى الله تعالى عنه

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم
وعلى المولى الكريم سراج السالكين
نور العارفين سيدى ابى الحسين
احمد النوري المارهروي رضي الله
تعالى عنه وارضاه عنا

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم

وعلى المولى الهمام إمام اهل السنة مجدد الشريعة العاطرة مؤيد الملة الطاهرة حضرة الشيخ احمد رضاخان رضي الله تعالى عنه بالرضا السرمدي

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم وعلى الفقير ....

اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم جميعا وعلى سائر اوليائك وعلينا وبهم ولهم وفيهم ومعهم يا ارحم الراحمين .

الإفتتاح

ايها المريد المكرم ! عليك ان تقرء هذه الشجرة المباركة كل يوم بعد صلوة الصبح مرة (١) وبعد ذلك اقرء الصلوة الغوثية مائة مرة (١٠٠) وهي "اللهم صلى على سيدنا محمد معدن الجود والكرم وآله وبارك وسلم . ثم الفاتحة مرة (١) واية الكرسي مرة (١) وسورة الاخلاص يعني قل هو الله احد سبع مرات (٧) والمعوذتين مرة (١) مرة (١) والصلوة الغوثية ايضا ثلاث مرات (٣)

ثم ادع الله تعالى ان يوصل ثواب كلها الى مشائخنا المذكورين خاصة والى جميع المؤمنين عامة وينبغى للمريد ان يدعو لشيخه الذى بايعه بالصحة والعافية والاستقامة وغيرها من الخيرات ان كان حيا والأ فاقرأ له الفاتحة ايضا ثم ادخله في الدعاء مع سائر المشائخ

خمس خزائن قادرية

اقرء كل يوم بعد صلوة الفجر "يا عزيز يا الله" وبعد الظهر "يا كريم يا الله" وبعد العصر "يا جبار يا الله" وبعد المغرب "يا ستار يا الله" وبعد العشاء " يا غفار يا الله" كل مائة مرة مع الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم اولا واخرا ثلاث مرات

سيظهر بالمداومة على هذه الوظائف ما لا يحصى من بركات الدنيا والآخرة ان شاء الله جل وعلي وكذلك اقرء بعد الفجر قبل طلوع الشمس وكذا بعد المغرب "**حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت**

وهو رب العرش العظيم" عشر مرات (١٠) **"رب انى مسنى الضر وانت ارحم الراحمين"** عشر مرات (١٠) **"رب انى مغلوب فانتصر"** عشر مرات (١٠) **"سيهزم الجمع ويولون الدبر"** عشرة مرات (١٠) **"اللهم انا نجعلك فى نحورهم ونعوذ بك من شرورهم"** عشر مرات (١٠) ان من داوم على قرأة هذه الاوراد يسّر الله تعالى له المقاصد وصيره غالبا على جميع الاعداء ۔

لقضاء الحاجات وحصول المرام والغلبة على الاعداء

١ - الله ربى لا شريك له
ثمانمائة واربع وسبعين مرة (٨٧٤)

مع احدى عشرة صلوة اولا وآخرا

ايها المريد العزيز اذا مسك مهم فاقره هذا كل يوم مع الوضوء جالسا جلوس الافتراش مستقبلا الى القبلة الى ان يحصل المراد واكثر نكره بلسانك قائما وقاعدا فى كل الحركات والسكنات مع الوضوء ودونه بغير حساب

٢ - حسبنا الله ونعم الوكيل
اربعمائة وخمسين مرة (٤٥٠) مع الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم احدى عشرة مرة (١١) بدأ وختما الى حصول المقصود واذا اصابك ضرر فاكثره يسّر الله لك كل الامور

وبعد صلوة العشاء هذه الالفاظ الفارسية مع الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم احدي عشرة مرة (١١) اولا واخرا

"طفيل حضرت دستگير دشمن هوے زير"

ان هذه الوظائف مجربة ومفيدة فلا تغفل عنها عافاك الله

هدايات

١ - يا اخى عليك بالاستقامة على طريق اهل السنة والجماعة الذى عليه علماء الحرمين الشريفين (اعنى بهم اولئك الذين قاموا بنصر الحق وردوا على الوهابية والديوبندية وسائر الفرق الضالة الخارجين عن دائرة اهل السنة والجماعة كما هو مفصل فى حسام الحرمين الذى الفه شيخنا المجدد امام اهل السنة مولانا احمد رضا قدس

سره - اياك والمنحرفين المخالفين لاهل السنة من الوهابية والمودودية والديوبندية والتبليغية والرافضية وغيرها ولابد لك ان تتخذ هؤلاء الفرق الباطلة كلهم اعداءك واعداء الدين ولا يليق لك ان تسمع كلامهم وتجلس معهم وتقرأ مكتوباتهم والعياذ بالله اذ الشيطان يوسوس فى القلوب ألا ترى ان المرأ لا يذهب ابدا الى حيث يخاف على نفسه وماله فالايمان والدين اعز من كل شيئ وان من الواجب السعي فى الحفظ عليه لان المال والحيوة الدنيوية محدودان فى هذا العالم الفانى ولكن الدين والايمان يحتاج اليه فى الدنيا وفى دار القرار

فعليك باقامة الصلوات الخمس المكتوبة وينبغى للرجال ان يصلوا جماعة فى المسجد وان تارك الصلاة وان كان انسانا بصورته لكنه عار عن الإنسانية النبيلة . اخى المحترم اعلم ان معنى تارك الصلوة ليس بمن لم يصل قط فحسب بل من ترك صلوة واحدة متعمدا فانه داخل فى مصداق تارك الصلاة فلا يجوز ترك الصلوة لمحنة او وظيفة او تجارة او حاجة ما وانه من اقصى كفران النعمة وغاية الجهالة وليس لأحد وان كان كافرا ان يمنع خادمه عن الصلوة ولو منع فالعمل والخدمة لهذا المانع حرام قطعا وايقن يا بني لا تكون وسيلة رزق بعد ترك الصلاة ذات بركة انما الرزق بيد من فرض الصلوة ويغضب على تركها العياذ بالله

٣ - ايها الاخوان . ينبغى لكل مسلم ان يقضى الصلوات التى فاتته فى عمره قبل موته فى اقرب وقت ممكن فاحتسبها تخمينا حتى لا تنقص مما فاتت ثم اقض بعد كل مكتوبة حسب طاقتك واذا فرغت من قضاء الفوائت واطمأن القلب فاكثر السنن والنوافل لكى تكون من المقربين الغير المؤكدة والنوافل

فالنية للفوائت عند القضاء هكذا مثلا "اصلى اول فجر الذى بقى فى ذمتى" فينوى لكل صلوة هكذا حتى يتيقن بانه قد تم ما فاته

٤ - وكذا يقضى الصوم الذى عليه قبل مجيئ رمضان المقبل وقد روى فى الحديث "لا يقبل الله صوم احد حتى يقضى ما فاته

٥ - وكذا يجب على كل من ملك

النصاب ان يؤدى زكاته فى كل سنة ويجب على المرأ ان يؤدي مابقي عليه من الزكوة وان تأخير الزكوة بعد تمام الحول حرام كتأخير الصلوة عن وقتها والحج ايضا من اعظم الفرائض على كل من استطاع اليه سبيلا وقد انذر الله تعالى بقوله "ومن كفر فان الله غني عن العالمين" وقد قيل فى من يؤخر الحج بعد القدرة عليه "يخشى عليه سوء الخاتمة"

٧ – ايها الاخوان اوصيكم بتقوي الله وبترك المعصية فانهما خير من تكثير الاعمال وان لم تكن ممدوحا بين الناس فابتعد عن الكذب والفحشاء والغيبة والنميمة والزنا واللواطة والظلم والخيانة والرياء والتكبر ومن الربا والتصوير وسائر المنكرات ولا تحلق اللحية ولا تلبس لباس الفاسقين واحفظ عينيك وحصّن فرجك ثم حسّن خلقك واكثر قرائة القرآن ثم ورد خمس خزائن قادرية وسورة يس بين المغرب والعشاء ان شاء الله ان لك الجنة بجاه فاتحها عليه الصلوة والسلام .

الوظائف القادرية

يقرأ بعد كل مكتوبة قبل ابتداء خمس خزائن قادرية

بسم الله الرحمن الرحيم

والشمس والقمر والنجوم مسخرات بأمره الا له الخلق والامر تبارك الله رب العالمين "اللهم احفظنى وداري ومالى وزوجتى واولادى واحبابى وسائر ما تعلق بى ياالله بحق سليمان بن داود عليهما السلام وبحق اهيا اشراهيا وبحق عليقا مليقا تليقا انت تعلم ما فى القلوب وبحق لا اله الا الله محمد رسول الله وبحق يا مؤمن يا مهيمن صلى الله تعالى عليه وآله وصحبه وسلم" (مرة واحدة) ثم تنفث بها على المسبحة اليمنى وبورها ثلاث مرات على اذنه اليمنى وينبغى للقادر يين ان يفعل هكذا بعد كل خمس صلوات ثم ابدأ سائر الاعمال كخزائن قادرية وغيرها .

ومن الاحسان ان يقرأ بعد خمس خزائن قادرية "يا باسط" اثنين وسبعين مرة وقت الفجر" **ويا حي ياقيوم لا اله الا انت سبحانك انى كنت من الظالمين**" ووقت الظهر "**يا حي يا قيوم برحمتك استغيث**" ووقت العصر "**حسبنا الله ونعم الوكيل**" ووقت المغرب "رب

انى مسّني الضر وانت ارحم الراحمين" ووقت العشاء "وافوض امرى الى الله ان الله بصير بالعباد" كلها مائة واحدى عشرة مرة مع الصلوة الغوثية خمسمائة مرة

عند النوم

اقرأ الوظائف المذكورة التى بعد الصلوات الخمس مع الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم احدى عشر مرة او ثلاث مرات قبيل النوم فانفث على المسبحة ودورها بطول يدك الى كل الجوانب مع نية حفظ الدار والمال ثم اقرأ مستقبلا الى القبلة واضعا يديك مبسوطة على الصدر سورة الفاتحة (الحمد لله) وآية الكرسي وقل يا ايها الكافرون - مرة مرة والاخلاص يعنى قل هو الله احد ثلاث مرات - ثم المعوذتين يعنى قل اعوذ برب الفلق - وقل اعوذ برب الناس - مرة مرة - ثم تفث بها الى اليدين وامسح بهما كل الجسد واجساد الصغار ثم اضطجع الى جنبك الايمن قائلا "بسمك ربى وضعت جنبي وبك ارفعه ان امسكت نفسى فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادك الصالحين" .ولا تتكلم بعد

ايها الاحباء اقرؤا فى كل ليل دائما سورة يس والواقعة والملك فان لها فوائد لا تحصى وان تكلم بأمر ديني اودنيوي بعد الوظائف المذكورة فاقرأ سورة الكافرون مرة اخرى ثم نم تكون محفوظا من جميع البليات وتظفر برؤية النبي صلى الله عليه وسلم ان شاء الله هذا اذا كان برعاية العدد ومخارج الحروف وغيرها من شرائط القرائة والوظائف وفقنا الله .

ذكر نفي واثبات

الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم عشر مرات (١٠) **فاذكروني اذكركم واشكرولى ولا تكفرون** ثلاث مرات (٣) ثم تنفث بها على الصدر وبعد ذلك مع الجهر " **لا اله الا الله**" مائتي مرة (٢٠٠) "**إلا الله**" اربعمائة مرة (٤٠٠) "الله الله" ستمائة مرة (٦٠٠) "حق حق" مائة مرة(١٠٠)

التذكير

ولدتك امك يا ابن آدم باكيا

والناس حولك يضحكون سرورا

فاجهد لنفسك ان تكون اذا بكوا
فى يوم موتك ضاحكا مسرورا

ايها الاخ العزيز اذكر الوقت الذى ولدت فيه باكيا والناس يضحكون فاجهد لتكون ضاحكا مسرورا حين تفارق الدنيا والناس يبكون ومن اخلص دينه لله واحسن الخلق بين عباد الله واكثر المحبة فى رسول الله حتى تصير فداء لرسول الله وفانيا فى الله فلا شك فى سعادته وحسن عاقبته فيا مريدى فارق الدينا مسرورا وان كان الناس محزونا فيصبح الممات خيرا كما يمسى الحياة خيرا .

ايها الاخ الكريم ! اذكر العهد الذى اخذت من هذ الفقير الى الله الغنى أخذا بيدى داخلا فى سلسلة القادرية وادع لى ايضا ان يديمنى الله تعالى على التمسك باوا مره والاجتناب عن نواهيه جعلنا الله واياكم من عباده الصالحين

اخي الحبيب ! انك وعدتنى بالإستقامة على مذهب اهل السنة والجماعة والاستبعاد من اهل البدع والضلالة فاستقم على وصيتك ولا تموتن الا وانت مسلم .

ويا اخي ! اذكر العهد الذى اخذته منى على ان تقيم الصلوة وتؤدى كل فرض وواجب على وقتها وتترك المعاصى وفقك الله لأتمام هذا العهد المعهود لان نقض العهد حرام ووفاء العهد واجب وان عهدت من ادني المخلوقات وانما اخذت هذ الوعد من الله تعالى .

فيا بني ! اذكر الموت ومن يذكر الموت لا يرتكب الفواحش وان سلامة الدين والاخلاص والايمان تحصل بترك المنكرات فاستقم واستيقظ فى الدنيا وزين حيوتك باتباع الشريعة ونور قلبك بالاعمال الصالحة كي تستريح بعد الموت فتنوم فى اللحد نومة العروس واعتصم بحبل الله فتخرج من الدنيا والملائكة يقولون ياايتها النفس المطمئنة ارجعى الى ربك راضية مرضية . فاالله يستقبلك قائلا بك فادخلي فى عبادى وادخلي جنتى

اهمية الحجاب الشرعى

ايتها المؤمنات ! ألزمن الشريعة الإسلامية واسترن عوراتكن فلا يجوز كشف العورة ولو شعرة لأجنبيين ولا فرق فى خارج البيت وداخلها ولا

تخرجن من الدور وان اذن ازواجكن الا للضرورة وقدكثر فى هذا الزمان فتن مختلف الانواع حتى فى دخول البيوت ككشف الرأس وغيره مع الاقارب غير المحارم والشريعة تحرم حتى الكلام .

واعلمن يا اخواتى ! ان اخوة الازواج فى الشريعة اشد ضررا من الاجنبي كما ان اخوات الزوجات من المحرمات فيحرم الكلام مع هؤلاء مطلقا وعند خوف الفتنة اشد فكيف الحضور امامهم مكشوف العورة نعوذ بالله من المحظورات الا ترين ويدخل فى حكم الاجنبين ابناء العم والعمة والخال والخالة فكيف مع الجيران اياكم والمحظورات .

وعلى الرجال يجب ان يمنعوا نساءهم من مثل هذه الممنوعات ومن لم يمنع وفق الطاقة فهو ديوث والعياذ بالله .

ايها الاخوان اجتهدوا! قال الله تعالى : "والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا" فعلينا الجد والجهد لان من عمل بما علم يسرا الله له طريق الجنة والسعي منا والاتمام من الله ومن خرج فى سبيل الله يفتح له ابواب الخيرات ولا يكون ملجئه الا الجنان قال تعالي : "ومن يخرج من بيته مهاجرا الي الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع اجره على الله" وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم" من طلب شيئا وجد وجد "وفى حديث آخر" من طلب الله وجده" فيا اخوانى عليكم السعى فاسعوا سعيا بعد سعي بشرط الاخلاص والمحبة

واعلموا ان محبة الشيخ من محبة الرسول صلى الله عليه وسلم وحب الرسول هو حب الله فاكثروا حب الله تعالى وهو مخفي فى محبة الشيخ وبقدرها تظهر الفوائد ولا تنظر الى كمالية شيخك ان كان جامع شرائط الشيخ مثل اتصال السلسلة وغيرها فاطعه فى الله فانه يحصل لك من فيوضات النبي صلى الله عليه وسلم بواسطة الشيخ .

الله واحد ومحمد صلى الله عليه وسلم واحد والشيخ واحد

ايها الرضوى! انك دخلت فى السلسلة القادرية ان الله تعالي واحد انه هو المنان الحنان هو الجبار القهار مع ان رسول الله صلى الله عليه وسلم متفرد فى جميع الخصال

فليس له مثال وانه لا يساوى بالله ولا
بأحد من مخلوق الله ان الله خلق حبيبه
محمدا صلى الله عليه وسلم وما خلق
الخلق الا لرسول الله صلى الله عليه
وسلم وكذلك الاسلام دين واحد وينبغى
لكل من يريد النجاة الابدية ان يدخل
فى الاسلام وبه وقاية الايمان فلا تجر
فى طرق مختلفة اذ الزمان قائم
بحسنه ولكن اهلها قد اكتسبوا حتى
ظهر الفساد فى البر والبحر احذرك
من كل مشكوك ومردود وابشرك بكل
مشكور ومقبول . فاشكر الله شكرا
جزيلا يزيدك الله اجرا جميلا .

اعلم يا رضوى القاردي! افضل
الرياضة عند الله ان تصلى خمس
مكتوبات مع الجماعة وللرجال
افضلها ان تكون فى المساجد كفى
بك سعيا وتكون سعيدا

فوائد ختم القرآن

حكي عن اولياء الله تعالى وعن
العارفين ليس فى الدنيا شيئ سوى
القرآن اقضى لانجاح الحوائج
فاكثروا تلاوة القرآن ومن عادات
الزاهدين ان يبدأ تلاوة القرآن يوم
الجمعة ويختم يوم الخميس فلكم ان
تقرأوا فاتحة الكتاب الى آخر سورة
مائدة فى يوم الجمعة وفى السبت من
الانعام الى آخر توبة وفى الاحد من
يونس الى آخر مريم وفى الاثنين من
طه الى آخر القصص وفي الثلاثاء
من عنكبوت الي آخر ص وفى
الاربعاء من زمر الي آخر الرحمن
وفى يوم الخميس من الواقعة الى
ختم القرآن ويقرأ مع رعاية التجويد
ولا يتكلم اثناء التلاوة

اثنا عشر ختما للقرآن بثلاثة
شهور متواليا اكسير اعظم لحصول
كل امرمهم وبهذا تنفتح له ابواب
الخيرات ويرزق له من حيث لا يحتسب
ان شاء الله

فضائل الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم

ان فضائل الصلوة والسلام على
النبي المختار ثابتة بالآيات والاحاديث
قد فرض الله علينا كثيرا من الاعمال
كالصوم والصلوة ولكن للصلاة على
النبي خصوصية كبرى لا توجد فى
الاعمال الاخرى الا ترى آية "ان الله
وملائكته يصلون على النبي يا
ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا
تسليما"

وقد ورد احاديث كثيرة فى فضائل الصلوة انكرهنا حديثا واحدا تفهم منه فضيلتهاروى الترمذى عن ابي بن كعب رضى الله عنه قال قلت يا رسول الله اني آكثر الصلاوة عليك فكم اجعل لك من صلوتى فقال ما شئت قلت : الربع . قال ما شئت فان زدت فهو خير لك قلت : النصف قال ما شئت فان زدت فهو خير لك قلت : الثلثين قال : ما شئت فان زدت فهو خير لك قلت اجعل لك صلوتى كلها قال : اذا يكفى همك ويكفر لك ذنبك (مشكوة : ١ ص ٨٦)

فمن هذا الحديث نفهم ان المرأ لا يستطيع ان يصلى على النبي صلي الله عليه وسلم كما كان حقه فصارهذا كما قال الله تعالى "يا ايها النين امنوااتقو الله حق تقاته" فلما نزلت هذه الآية اضطربت الصحابة وشكوا الى النبي صلى الله عليه وسلم فنزل الله تعالى "اتقوا الله ما استطعتم" فيا ايها الاخوان علينا اكثار الصلوة على قدر الطاقة وفقنا الله له حتى ندخل فى مصداق الحديث "ان اولى الناس بى يوم القيامة اكثرهم علي صلوة" فجعلنا الله تعالى من المقربين للنبي ببركة كثرة الصلاة علي النبي الامي واله صلى الله عليه وسلم صلاة وسلاما عليك يا رسول الله

تخيل الشيخ

ايها المريدان تصور الشيخ يعنى تخيل صورته فى القلب ليس من واجبات الشرع ولكن مقامه كالدواء للداء وان كنت سقيم الجسد فتذهب الى الدكتور وتشرب الدواء وكذا لا بد لتصحيح القلب وتحصيل الفيوض من تصور الشيخ فاجلس فى الخلوة منفراد مستقبلا الى منزل الشيخ مع الخضوع والخشوع متفكرا عن صورته اتكاملة ومتيقنا بان رسول الله صلى الله عليه وسلم غالب على قلب الشيخ ونازل برحمته فيه متخيلا بان قلبك بمسرح تحت قلب الشيخ فاذا حسست فيضان نور الايمان من حبيب الله سيد نا محمد صلى الله عليه وسلم فيتعمق هذا التصور حتى لا تعرف مايقع حولك ولا تسمع شيئا حتى تنسى نفسك فيتمثل الشيخ ويرشدك الى الحق ويمدك فى كل الامور .

فيا بني ..! الايمان شيئ لا تعرف حقيقة ذوقه الا فى الوقت الذي يوفق الله لتذوقه الأتقرأ فى القران ان الله على كل شيئ قدير فمع هذاالذكر قول الله عزوجل يرزق من يشاء بغير حساب فان هذا المذكور من التخيل والتصور. وذوق الايمان ايضا ليس من خارج قدرة الله القوي القادر.

اعلم! ان اقل الجزاء لانكار الكرامة الواحدة ان لا يكرم الله ذلك الشخص بتلك الكرامة وان صار وليا كاملا ذا كشف وكرامات كثيرة فلا يحصل له الكرامة التى انكرها فى عمره فاحفظ اللسان وصحح العقيدة واترك المعصية وكثرا الاعمال الصالحات واحسن الاخلاق الممدوحات وايقن برحمة الله عزوجل الحمد لله على كل حال ونعوذ بالله من حال اهل النار وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين. والصلوة والسلام عليك يا رسول الله وعلى آلك واصحابك واتباعك يا حبيب الله

المعرّب
شاه الحميد حسن ملبارى
دار القلم ١٦١ / جوغاباى؛ ذاكر نكر
نيودلهى ١١٠٠٢٥ الهند

العنوان:
سنى منزل ، بتى كاد
ملابرم - كيرالا
٦٧٩٣٢٥ - الهند

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

رسم القرآن

مسئلہ : مسئولہ حافظ میر عبد الجلیل صاحب مارہروی ۲۵ صفر مظفر ۱۳۲۲ھ

الفاظ جمع مذکر سالم مانند خاسئین، قانتون، کرھین، خیر الفاتحین وامثالہا

۱۔ جن کو منشی اشرف علی نے اپنے مصحف میں محذوف الالف لکھا ہے۔ اور اکثر جگہ حوالہ شمع قرأت اور خلاصۃ الرسوم وغیرہ کا دیا ہے اور مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے الفاظ موصوفہ کو باثبات الف اپنے مصحف میں لکھا ہے بلکہ ایسے الفاظ قلیل الدور کی ایک فہرست اپنے مصحف کے ابتدا میں لکھ دی ہے کہ وہ باثبات الف ہیں۔ ان کی بابت آپ کا کیا حکم ہے؟

۲۔ لفظ "کلام" ملک العلام میں صرف چار جگہ ہے۔ ایک جگہ سورۂ بقرہ میں یسمعون کلٰم اللّٰہ۔ دوم سورۂ اعراف میں قال یا موسی انی اصطفیتک علی الناس برسلتی و بکلامی۔ سوم سورۂ توبہ میں فاجرہ حتی یسمع کلٰم اللّٰہ۔ چہارم سورۃ الفتح میں ہے یریدون ان یبدلوا کلٰم اللّٰہ۔ ان سب کو بعض مصاحف و کتب رسم الخط میں باثبات الف لکھا ہے اور بعض میں محذوف الالف اور بعض نے بعض کو مع الالف اور بعض کو بغیر الف لکھا ہے۔ آپ کی ان کے باب میں کیا رائے ہے؟

۳۔ لفظ قیام دو مقام پر سورۂ نساء میں اوّلاً ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللّٰہ لکم قیٰما دوم فاذکروا اللّٰہ قیٰما وقعودا وعلی جنوبکم سوم سورۃ المائدہ میں جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیٰما للناس چہارم سورۂ فرقان والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما پنجم سورۂ زمر میں ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون ششم سورۂ ذاریات میں فما استطاعوا من قیام وما کانوا منتصرین۔ عام مصاحف میں یعنی مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اور ان کے مقلدین نے سورۂ نساء کے پہلے اور سورۂ مائدہ والے کو بدون الف لکھا ہے۔ اور باقی سب جگہ مع الف۔ اور یہی رسالہ مرقع الغزلان سے ثابت ہے مگر منشی اشرف علی نے صرف آخر کے تینوں کو باثبات الف اور اوّل کے تینوں کو بدون الف لکھا ہے۔

۴ للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر اور لکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان الآیہ سب مصاحف مروجہ ہندی میں الف اول موجود اور ثانی مفقود ہے مگر مؤلف خلاصۃ الرسوم دونوں کا حذف فرماتے ہیں۔ اور والدین یا ونون سے سب جگہ مع الالف ہے۔

۵ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰری سورۂ نساء میں وتری الناس سکٰری وما ھم بسکٰری تینوں کو منشی اشرف علی اور مولوی ہادی علی صاحب نے اپنے مکتوب مصاحف میں محذوف الالف لکھا ہے۔ اور عام مصاحف میں خاص سورۂ نساء میں بدوں الف اور باقی دونوں کو مع الالف۔ خلاصۃ الرسوم اور رسالہ نور سرمدی سے قول اوّل ثابت ہے مگر مرتع الغزلان میں لکھا ہے سہ گیر ازج دوجا سکٰری یادعینی محذوفات میں دو کا ذکر کیا۔ تیسرے سے کچھ تعرض نہ کیا۔

۶ علامہ ابوعمرو الدانی ارشاد کرتے ہیں کذالك سؤٰۃ و سوءٰتکم و سیّئ و سیئٰت و بریؤن و ھنیٰٔا مریٰٔا و بریٰٔا و شبہھہ یعنی ان سب کا ہمزہ بدوں مرکز ہے لیکن کل مصاحف ہندی میں سوا تکم الف سے مرقوم ہے۔ بالاتفاق کسی نے اس میں خلاف بھی بیان نہیں کیا۔

۷ ومن خزی یومئذ سورۂ ہود میں قرأت مفتوح المیم کو کتاب تیسیر میں نافع اور ابن عامر کے نام سے لکھا ہے اور خلاصۃ الرسوم میں مرقوم ہے بکسر میم ست بقرأت غیر سوسی۔

۸ اعوذ باللہ کے باب میں روایت کتاب تحفہ نذریہ مؤلفہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم مختار جمیع قرا است۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ اگر کسے لفظ دیگر در تعوذ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازاں لفظ منع فرمود۔ پھر لکھتے ہیں باوجود ایں منع و تعلیم الفاظ دیگر ہم مروی شدہ اند۔ پس تلفظ تعوذ بآں الفاظ ہم جائز است اگرچہ مختار نیست۔ انتہی بعبارتہ بقدر ضرورت۔ اس کے بارہ میں آپ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اوّل:۔ یہ علم سمع ہے نہ قیاس۔ کلمات علمائے کرام سے یہاں صرف دو ضابطے ملتے ہیں۔ اوّل مطردہ کہ ہر جمع مذکر سالم کثیر الدور محذوف الالف ہے جبکہ اس الف پر مدنہ ہو۔ دوّم اکثری یہ کہ الف پر مد ہو یعنی اس کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے تو ثابت الالف ہے، مگر ذوات الہمزہ میں حذف بھی بکثرت پایا گیا ہے۔ اور جمع مؤنث سالم تو مطلق محذوف الالف والالفین ہے اگرچہ قلیل الدور ہو، اگرچہ الف ممدود ہو۔ مگر گنتی کے حروف جیسے سورۂ شوریٰ میں روضٰت الجنّٰت۔ یونس میں ایاتنا بیّنٰت اسی میں مکرفی ایاتنا۔ حم سجدہ میں سمٰوٰت، فاطر میں علی بیّنات علی الخلاف الی غیر ذلک من حروف قلائل۔

امام ابوعمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ مقنع میں فرماتے ہیں:

اتفقوا على حذف الالف من جمع السالم الكثير الدور من المذكر والمؤنث جميعا الصّٰبرين و الصّٰدقين والقٰنتين والشّٰيطين والظّٰلمون والسّٰحرون والطيبٰت والخبيثٰت والمتصدقٰت وثيبٰت والغرفٰت وما كان مثله . فان جاء بعد الالف همزة او حرف مضعف نحو السائلين والقائمين والظانين و العادين وحافين و شبهه اثبت الالف على انى تتبعت مصاحف اهل المدينة واهل العراق القديمة فوجدت فيها مواضع كثيرة مما بعد الالف فيه همزة قد حذف الالف منها واكثر ما وجدته فى جمع المؤنث لثقله والاثبات فى المذكر اكثر قال ابو عمرو وما اجتمع فيه الفان من جمع المؤنث السالم فان الرسم فى اكثر المصاحف بحذفهما جميعا سواء كان بعد الالف حرف مضعف او همزة نحو الحٰفظٰت والصّٰدقٰت والنّٰزعٰت والصّٰفّٰت والعٰديٰت والصّٰئمٰت وغٰيبٰت وسٰئحٰت و شبهه قد امعنت النظر فى ذلك فى مصاحف اهل العراق اهلية اذ عدامت النص فى ذلك فلم ارها مختلف فى حذف ذلك .

تمام لوگوں نے جمع مذکر و مؤنث سالم کثیر الدور سے الف کے حذف کرنے پر اتفاق کیا۔ جیسے صٰبرین، صٰدقین، قٰنتین، شیٰطین، ظٰلمون، سٰحرون، طیبٰت، خبیثٰت، متصدقٰت، ثیبٰت، تئبٰت، غرفٰت اور جو اس کے مثل ہو۔ اور الف کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے جیسے سائلین، قائمین، ظانین، عادین، حافین اور اس کے مشابہ۔ مگر میں نے اہل مدینہ اور اہل عراق کے قدیم مصاحف کا تتبع کیا تو بہت سے مقامات پر جہاں الف کے بعد ہمزہ تھا وہاں سے بھی الف حذف کر دیا ہے اور ایسا اکثر جمع مؤنث میں اس کے ثقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور مذکر میں زیادہ طور پر الف کا اثبات ہے۔ امام ابو عمر فرماتے ہیں جہاں جمع مؤنث سالم میں دو الف جمع ہو جائیں وہاں عام طور سے دونوں الف کو حذف کر دیتے ہیں اس کے بعد ہمزہ اور حرف مشدد ہو یا نہ ہو۔ جیسے حٰفظٰت، صٰدقٰت، نٰزعٰت، صٰفّٰت، عٰدیٰت، صٰئمٰت، غٰیبٰت، سٰئحٰت اور اس کے اشباہ۔ میں نے اہل عراق کے اصلی مصاحف میں غور سے دیکھا جہاں مجھے کوئی تصریح نہ ملی تو ہر جگہ انھیں کو محذوف پایا۔

وقال محمد بن عيسى اصفهانى فى كتابه هجاء المصاحف قوم طاغون فى والذاريت والطور و فى روضات الجنّٰت فى عسق مرسوما بالالف

وقال ابو عمرو وكذا رأيتها انا فى مصاحف اهل العراق ورأيت فى بعضها كذا ما كاتبين بالالف فى بعضها بغير الالف اه مختصرا

محمد بن عیسٰی اصفہانی اپنی کتاب "ہجاء المصاحف" میں فرماتے ہیں کچھ ذاریات اور طور میں طاغون کو اور روضات الجنت الف سے لکھتے ہیں۔

ابو عمرو فرماتے ہیں مصاحف اہل عراق میں کہیں "ما کاتبین" کو الف اور بغیر الف دونوں طرح تحریر پایا۔ (انتہی مختصرا)

اس کے سوا جمع مذکر سالم قلیل الدور عدیم المد کے لیے کوئی ضابطہ نہیں۔ اور خاص خاص الفاظ میں اختلاف مصاحف ثابت مقطع میں ہے!

فی بعضها فارهین وفی بعضها فرهین بغیر الالف، وکذلك حاذرون وحذرون

بعض مصاحف میں فارهین با الف اور بعض بغیر الف۔ اسی طرح حاذرون بھی دونوں طرح تحریر پایا گیا۔

اسی طرح دخان و طور، مطففین فاکهین اور لیس کے فاکهون سب کو فرمایا کہ فی بعضها بالف وفی بعضها بغیر الف، تو مطلقاً، ایسا علم کلی اثبات خواہ حذف کا لگا دینا ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ ہر کلمہ میں رجوع بنقل بحر بحالت اتفاق اس کا اتباع لازم، اور بحالت اختلاف اکثر و اشہر کی تقلید کی جائے۔ اور تساوی ہو تو حذف، اثبات میں اختیار ہے۔ اور احسن یہ کہ جہاں اختلاف قرأت بھی ہو جیسے فکهین اور فاکهین وہاں حذف معمول بہ رکھیں۔ لیحتمل القرأتین۔ اور اگر نقل اصلاً نہ ملے تو ناچار رجوع بہ اصل ضرور، اور وہ اثبات ہے کہ اصل کتابت میں اتباع مجار ہے۔ علامہ علم الدین سخاوی شرح عقیلہ میں زیر قول مصنف قدس سرہ ع وبالذی غافر عن بعضه الف فرماتے ہیں:

اصل ماجهل اصله ان یکتب بالالف علی ماینطق واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کی اصل نہ معلوم تو قاعدہ یہ ہے کہ جس طرح بالف پڑھا جاتا ہے اسی طرح لکھا جائے۔

جواب سوال دوم: امام الاقاصی والادانی فی الرسم القرآنی ابو عمرو دانی فرماتے ہیں:

قال الغازی بن قیس العذاب والعقاب والحساب والبیان والغفار والجبار والساعة والنهار بالالف یعنی فی المصاحف وذلك علی اللفظ

غازی بن قیس فرماتے ہیں کہ عذاب، عقاب، حساب، بیان، غفار، جبار، ساعة، نہار مصاحف میں الف کے ساتھ مرقوم ہے جیسا کہ لفظ ہے۔

قال ابو عمرو وکذلك رسموا کل ما کان علی وزن فعال وفعال بفتح الفاء وکسرها وعلی وزن فاعل نحو ظالم وفعال نحو خوار وفعلان نحو بنیان وفعلان نحو رضوان وکذلك المیعاد والمیقات والمیزان وما اشبهه مما الالف زائد البناء وکذلك ان کانت منقلبة من یاء او واو حیث وقعت اھ باختصار الامثلہ

ابو عمرو فرماتے ہیں یوں ہی تحریر کیا ہر وہ لفظ جو فَعال اور فِعال کے وزن پر ہو یا فاعل کے وزن پر ہو جیسے ظالم یا فُعال کے وزن پر ہو جیسے خوار اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے بنیان اور فعلان کے وزن پر ہو جیسے صنوان اور ایسے ہی میعاد، میقات، میزان اور اس کے مشابہ الفاظ جس میں الف زائد بناء کے لیے ہو۔ ایسے ہی یا اور واو سے بدلا ہوا بھی جہاں کہیں ہو۔ مثالوں میں اختصار کر دیا ہے۔

یہ مبارک کلام مفید عام کل سے ابتداء اور حیث وقعت پر انتہا ہو کر تاکید افادۂ عموم لایا۔ اگرچہ بحکم ما من عام الا وقد خص منه البعض حتی هذه

کوئی عام نہیں کہ اس سے بعض کی تخصیص نہ ہو خاص اس قضیہ

القضیۃ لنفسہا بمثل قولہ سبحنہ وھو بکل شئ علیم کما لا یخفی علی ذی عقل سلیم — میں بھی اللہ تعالیٰ کے قول ھو بکل شئ علیم کی طرح جیساکہ عقل سلیم پر ظاہر ہے۔

بعض مستثنیات رکھتا ہے جنھیں خود امام ممدوح نے مقنع میں مواضع متفرقہ پر افادہ فرمایا ہے یمثل علم الغیب البلغ وبلغوا الضلل وضلل ومن خللہ وظللہ وغیرھا ولہذا "مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن" میں فرمایا:

وزن فعّال وفاعل وفَعلان	فعّال اور فاعل اور فِعلان کا وزن
ھم فَعال وفِعال وھم فعلان	فَعال اور فِعال اور فَعلان کا وزن
نیز فُعلان ومفعل وفعّال	فُعلان اور مفعل اور فعّان بھی
ہم فُعال ومفاعل وافعال	فُعال اور مفاعل اور افعال بھی
ہم مفاعیل ومفعل ومفعال	مفاعیل اور مفعل اور مفعال بھی
یا فعالیٰ فواعل وفِعال	فعالیٰ فواعل اور فِعال
جملگی فعلہا ومصدرہا	اور افعال اور تمام مصادر
الف منقلب ز واو و زیا	جن کا الف واو سے بدلا ہو یا یا سے بدلا ہو
ہمہ گی ثابت است درہمہ جا	تمام مقامات میں ایسا الف باقی اور ثابت رہے گا
جز حروفے کہ گشتہ مستثنیٰ	البتہ چند حروف اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں

مگر شک نہیں کہ وہ بھی ایک ضابطہ نافعہ بتاتا ہے کہ مستثنیات کے سوا ایسے سب کلمے ثابتات الالف ہیں۔ تو جب تک بالخصوص نقل معتمد سے خلاف ثابت نہ ہو، ثابت ہی رکھیں گے کہ وہی اصل اور وہی خود اصل رسم میں اصل، خلاصۃ الرسوم سے بکلی اور یبدلوا کلم اللہ بالحذف مترشح ہے۔ اخیر کی وجہ ظاہر ہے کہ امام حمزہ وامام کسائی نے یہاں کَلِمَ بروزن کَتِف پڑھا ہے مگر کلامی میں مثل دو باقی فقیر کے نزدیک اثبات ارجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم:۔ یہ کلمہ سات جگہ آیا ہے۔ سب میں پہلے سورۂ آل عمران میں لاٰیت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم عام مصاحف میں یہاں بھی مع الالف ہے۔ صاحب خلاصۃ الرسوم علامہ عثمان طاب ثراہ اللہ تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف مائدہ کو ذکر کیا کہ قیٰما بحذف الف مرسوم است از جہت اشتمال بر ہر دو قرأت یا بنام اختصار۔ اور حرفِ اول نساء کو اگرچہ لفظاً نہ بتایا مگر رسماً بحذف لکھا جس سے ظاہر باقی پانچ میں اثبات ہے۔ اور یہی قول مرتع ع ہم قیٰما وزابتداء نساء و ع آخر مائدہ قیٰما وال کا مفاد ہے، اور اس کی وجہ واضح ہے کہ امام نافع اور امام اجل ابن عامر نے حرف نساء جعل اللہ لکم قیٰماً اور ابن عامر نے حرف مائدہ قیما للناس کو بے الف پڑھا فی التیسیر باقی سب میں اثباتِ الف ہے باتفاق قراء سبعہ والرسم یتبع اللفظ لاسیما وھو فِعال کما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال چہارم: مصحف کریم میں والدٍ، والدین، والدیہ، والدیک، والدیّ، والدۃ، والدتی والدتک سب بالف بعدِ واو مرسوم ہیں۔ اور یہی مقتضائے قاعدۂ فاعل ہے حتی کہ والدات باآنکہ جمع مؤنث سالم ہے، حذف الف میں مختلف فیہ ہے۔ والدٰن میں حذف الف تثنیہ تو حسب قاعدہ مطردہ ضرور ہے۔ حذف الف اول کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اور عبارت خلاصۃ الرسوم اس نسخۂ سقیمہ میں یوں مرسوم "الوالدٰن ہر دو بحذف الف تثنیہ مکتوب است بعداز واو و دال ہمہ جا" عبارت نے تو حذف الف تثنیہ بتایا ہے اور ہر دو سے مراد دونوں لفظ الوالدٰن کہ اس آیت کریمہ میں واقع ہیں۔ اور بعدازواؤ الف تثنیہ کے کوئی معنی نہیں۔ ظاہر الفظ واو زیادت قلم ناسخ سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال پنجم: فعالیٰ کا قاعدہ مرتع سے گزرا۔ اور بعینہٖ یہی تخصیص موضعین حج مفاد مقنع ہے۔ محذوفات نافع بیان کرکے فرماتے ہیں:

فهذا جميع ما في رواية عبد الله بن عيسى عن قالون عن نافع مما حذفت منه الالف الرسم وحدثنا ابو الحسن بن غلبون قراءة مني عليه حدثنا ابي حدثنا محمد ابن جعفر حدثنا اسمعيل ابن اسحق القاضي القالون عن نافع بعامة هذه الحروف وزاد في الكهف فلا تصحبني وفي الحج سكرى وما هم بسكرى الخ

یہ سب عبداللہ ابن عیسیٰ کی روایت قالون سے ہے اور انھوں نے نافع سے روایت کی جہاں جہاں سے رسم میں الف محذوف ہوا۔ ابوالحسن ابن غلبون نے مجھ سے بیان کیا جب میں ان پر پڑھ رہا تھا۔ انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد ابن جعفر نے ان سے اسمٰعیل ابن اسحٰق قاضی نے انھوں نے قالون سے اور انھوں نے امام نافع سے یہ سب روایت کی۔ اور سورۂ کہف میں فلا تصٰحبنی اور حج میں سکری وما هم بسکری کا اضافہ کیا۔

اور وہ واضح الوجہ ہے کہ حرفین حج کو امام حمزہ اور امام کسائی نے سَکْرٰی بروزن سلمٰی پڑھا ہے بخلاف حرف نساء کہ قراءت سبعہ میں بالاتفاق سکٰرٰی بروزن فُعَالیٰ ہے تو قول مرتع ہی اوضح اور اوجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ششم: مصاحف ہند نے اتباع "خلاصۃ الرسوم" کیا۔ مگر کلام الامام امام الکلام ولا اقل دونوں مجوز ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ہفتم: تیسیر میں ہود و معارج کے خزی یومئذ اور عذاب یومئذ میں فتح میم کو نافع اور کسائی کی طرف نسبت فرمایا۔ اور اسی طرح دیگر ائمہ نے تصریح فرمائی۔ تیسیر میں ہے:

نافع والكسائي ومن خزي يومئذ وفي المعارج من عذاب يومئذ ببنيه بفتح الميم والباقون بكسرها

نافع اور کسائی نے من خزی یومئذ اور سورۂ معارج میں من عذاب یومئذ ببنیه کو میم کے فتحہ کے ساتھ اور باقیوں نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔

شاطبیہ میں ہے:

ﮯ ویومئذ مع سال فافتح (ا) تی (ر) ضا
وفی النمل (حصن) قبله النون (ث) ہملا

شرح میں ہے:

امر بفتح المیم فی قوله تعالی ومن خزی یومئذ ومن عذاب یومئذ بنیه فی المعارج المشار الیهما بالهمز والراء فی قوله اتی رضا وهما نافع والکسائی۔ ثم اخبران المشار الیهم بحصن وهم الکوفیون ونافع قرأ بالنمل وهم من فزع یومئذ یومئذ فتعین لمن لم یذکره فی الترجمتین القرأة بکسر المیم علی اصله وهو علی الحقیقة الخفض فی المواضع الثلث

اللہ تعالیٰ کے قول من خزی یومئذ من عذاب یومئذ بنیه میں جو سورۂ معارج میں ہے، میم کے فتحہ کا حکم دیا۔ اور ہمزہ اور راء سے مصنف کے قول "اتی رضا" میں نافع اور کسائی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر یہ بتایا کہ لفظ حصن سے کوفیوں اور نافع کی طرف اشارہ ہے۔ ان لوگوں نے سورۂ نمل کے من فزع یومئذ کو یومئذ پڑھا۔ تو یہ ثابت ہوگئی کہ دونوں ترجموں میں جن لوگوں کا ذکر نہیں ہے وہ اصل حقیقی پر تینوں جگہ بکسور پڑھتے ہیں۔

غیث النفع میں ہے:

خزی یومئذ قرأ نافع وعلی بفتح المیم والباقون بالکسر

خزی یومئذ کو نافع اور علی نے بفتح میم اور باقی قراء نے بالکسر پڑھا۔

بعینہ اسی طرح اس کی سورۂ سال میں ہے۔ ان اجلہ اکابر کی تصریحات جلیلہ پر ہی اعتماد لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال ہشتم:۔ تعوذ میں یہ صیغہ مختار قراء کرام ہونا ضرور صحیح ہے۔ امام ابو عمرو دانی تیسیر میں فرماتے ہیں:

المستعمل عند القراء الحذاق من اهل الاداء فی لفظها اعوذ بالله من الشیطن الرجیم دون غیره وذلك لموافقة الکتاب والسنة فاما الکتاب ماجاء فی تنزیل العظیم قوله عز وجل لنبیه الکریم صلی الله تعالی علیه وسلم وهو اصدق القائلین "فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم" واما السنة فما رواه نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیه رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم انه استعاذ قبل قرأة القرآن بهذا اللفظ بعینه وبذلك قرأت وبه اٰخذ۔

ادائے قرآن میں ماہر قاریوں میں استعاذہ کے لیے یہی الفاظ مستعمل ہیں۔ اور نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن و حدیث نبوی کے موافق ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے جب قرآن پڑھنا ہو تو اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھو۔ اور حضرت نافع ابن جبیر ابن مطعم اپنے والد سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت قرآن سے قبل خاص انھیں الفاظ میں اعوذ باللہ پڑھتے۔ یہ حدیث سے ثبت ہوا۔ امام ابو عمرو فرماتے ہیں میں ایسا ہی پڑھتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے۔

غیث النفع میں ہے:

اما صیغتہا فالمختار عند جمیع القراء اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وکلھم یجیز غیر ھذہ الصیغۃ من الصیغ الواردۃ نحو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم و اعوذ باللہ العظیم من الشیطن الرجیم و اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم واعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم

صیغہ استعاذہ کے لیے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ہے۔ اس کے باوجود ان دوسرے صیغوں کو بھی سبھی جائز قرار دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں جیسے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم وغیرہ الخ

حرز الامانی امام محمد قاسم شاطبی قدس سرہ میں ہے:

؎ اذا ما اردت الدھر تقرأ فاستعذ
جھارا من الشیطن باللہ مُسجلا
علیٰ ما اتی فی النحل یسرًا وان تزد
لربك تنزیھا فلست مجھلا

زمانہ میں جب بھی قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ علی الاعلان پڑھو، یہ سب قاریوں کا مسلک ہے۔ جیسا کہ سورۂ نحل شریف میں وارد جو آسان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی کچھ تنزیہات بھی بڑھا دو تو تم جاہل نہ ہوگے۔

سراج القاری میں ہے:

قولہ مُسجلا ای مطلقا لجمیع القراء فی جمیع القرآن (علی ما اتی فی النحل) ای استعذ علی اللفظ الذی نزل فی سورۃ النحل جاعلا مکان استعذ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ومعنی یسرًا ای میسرًا وتیسیرہ قلۃ کلماتہ وزیادۃ التنزیہ ان تقول اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم و اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم ونحو ذلك وقولہ فلست مجھلا ای لست منسوبا الی الجھل لان ذلك کلہ صواب ومروی۔

ماتن کا قول مُسجلا کا مطلب یہ ہے کہ تمام قراء قرآن کی قرأت میں ہر جگہ اسی کو راجح قرار دیتے ہیں علی ما اتی فی النحل کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ نحل شریف میں استعاذہ کے جو الفاظ وارد ہیں انھیں پڑھو اور یسرًا کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس استعاذہ میں کلمات کم ہیں اس لیے ان کا پڑھنا آسان ہے اور تنزیہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اور روایتوں میں جو سمیع العلیم وغیرہ تعریف الٰہی کے کلمات وارد ہیں ان کا اضافہ کرو فلست مجھلا کا مطلب یہ کہ ایسا کرنے پر تم جاہل نہ قرار دیے جاؤ گے کیونکہ وہ زائد کلمات بھی درست اور مروی ہیں۔

مگر دیگر الفاظ مرویہ سے بھی منع ہرگز نہیں۔ وہ سب بھی باجماع قراء جائز ہیں غیث و شاطبیہ و شروح کی عبارات ابھی گزریں۔ امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں:

قال الحلوانی فی جامعۃ لیس للاستعاذۃ حد تنتھی الیہ من شاء زاد ومن شاء نقص

حلوانی نے اپنے جامع میں لکھا کہ استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسی پر بس ہے۔ تو جو چاہے اضافہ کرے اور جو چاہے کم کرے۔

حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیگر الفاظ سے منع فرمانا ہرگز ثابت نہ ہوا۔ اور اگر ثابت ہو جاتا تو

کیا معنی تھے کہ بعدِ منعِ اقدس پھر کبھی دیگر الفاظ جائز رہتے۔ قاری صاحب نے یہاں عجیب بین المتنافیین کیا ہے کہ اور الفاظ سے منع فرمانا بالجزم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہا۔ حالانکہ وہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف کی بہ صیغہ جزم نسبت روا نہیں۔ پھر ان الفاظ کو بھی جائز رکھا حالانکہ بعدِ ممانعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جواز کی طرف راہ اصلاً نہیں۔ بلکہ جواز یہی ہے کہ منع ثابت نہ ہوا۔ امام شاطبی بعدِ کلامِ مذکور فرماتے ہیں:

؎ وقد ذکروا لفظ الرسول فلم یزد
وصح هـذا النقل لم یبق مجملا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں استعاذہ میں اضافہ نہیں ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حکمِ قرآنی مبہم نہ ہوتا۔

شرح علامہ ابن قاصح میں ہے:

اشار الی قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم فقال لی قل یا ابن ام عبد اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وروی نافع عن جبیرا بن مطعم عن ابیہ رضی اللہ عنهما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یقول قبل القرأۃ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم وکلا الحدیثین ضعیف واشار بقولہ ولو صح هذا النقل الی عدم صحۃ الحدیثین وقولہ لم یبق مجملا ای لو صح نقل ترک الزیادۃ لذهب اجمال الآیۃ واتضح معناها وتعین لفظ النحل دون غیرہ ولکنہ لم یصح فبقی اللفظ مجملا ومع ذلک فالمختار ان یقال اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم لموافقہ لفظ الآیۃ وان کان مجملا لورود الحدیث بہ علی الجملۃ وان لم یصح لاحتمال الصحۃ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مصنف نے اپنے قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور تلاوت کی تو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم کہا تو مجھ سے آپ نے فرمایا اے ام عبد کے لڑکے صرف اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہو۔ اور نافع نے جبیر ابن مطعم سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت سے قبل اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتے تھے اور یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور مصنف نے اپنے قول ولو صح هذا النقل سے دونوں ہی حدیثوں کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مصنف کے قول مجمل نہ رہتی کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی کہ زیادتی کو ترک کیا تو آیتِ قرآنی کا اجمال ختم ہوجاتا اور اس کے معنی واضح ہوجاتے اور سورۂ نحل میں وارد الفاظ ہی متعین ہوجاتے لیکن جب حدیث صحیح نہیں تو آیت مجمل ہی رہی اس کے باوجود راجح اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ہی ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ کے موافق بھی ہے اور حدیث بھی ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے تو اگر روایت صحیح ثابت نہ ہوا احتمالِ صحت تو ہے۔

مولانا احمد رضا خان اور اُن کا ترجمۂ قرآن

از: ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم شرف الدین

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مولانا احمد رضا خان ابن نقی علی خان ابن رضا علی خان کی ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بریلی میں ہوئی۔ ان کا خاندان دیندار تھا۔ ان کے دادا نے پیشنگوئی کی تھی کہ مولانا بڑے ہو کر ایک عالم اور پرہیزگار شخص ہوں گے۔

اللہ کے فضل سے وہ بچپن سے ہی اتنے ذہین تھے کہ چار سال کی عمر میں انہوں نے قرآن شریف پڑھ لیا۔ ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں تمام دینی اور درسی کتب کے مطالعے سے فارغ ہو گئے اور درس و تدریس اور تبلیغ و ہدایت کی مہم شروع کی۔ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں اپنے والد مولوی نقی علی خان کے ساتھ حج کے لئے حجاز تشریف لے گئے۔ حجاز میں بھی حج کے علاوہ حصول علم کے جذبہ کی تسکین بھی حاصل کی۔ علمائے کار سے علوم قرآن' حدیث' فقہ' اور تفسیر اور عقائد میں استفادہ کیا اور سند بھی حاصل کی۔ اس زمانہ میں آج کل کی طرح یونیورسٹیوں کی سرٹیفکیٹ نہیں ملتے تھے بلکہ معروف' مستند اور جامع علماء کی زیر نگرانی جب کوئی طالب علم محنت سے مطالعہ کر کے علم کی کسی فرع میں تمکن حاصل کر لیتا اور اس کا استاد اس سے مطمئن ہو جاتا تو استاد اپنے طالب علم کو سرٹیفکیٹ عطا کرتا' وہی سند کہلاتی تھی۔ پھر اس طالب علم کو یہ حق حاصل ہو جاتا تھا کہ وہ سند یافتہ موضوع پر تقریر کرے' طلبہ کو پڑھائے یا کوئی کتاب لکھے' مولانا کے اساتذہ میں سرفہرست ان کے والد مولانا نقی علی خان کا نام ہے جو عالم تھے اس کے بعد مولانا عبد العلی رامپوری سے علم ہیئت اور سید شاہ ابو الحسین نوری سے علم جفر و تکسیر کا اکتساب کیا۔

مولانا احمد رضا کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ ان کی کتابوں کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن بہرحال ان کی تالیفات کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) سے زیادہ ہے۔ یہی نہیں کہ انہوں نے تعداد میں بہت لکھا بلکہ ان کی تصانیف میں تنوع بھی بہت ہے۔ تقریباً پچاس (۵۰) مختلف علوم پر کتابیں لکھی ہیں۔ درج ذیل علوم پر مولانا کی تالیفات موجود ہیں : علوم قرآن' ترجمہ و تفسیر قرآن' اصول حدیث' فقہ' اصول فقہ' عقائد' کلام' صرف و نحو' معانی و بیان' بدیع' منطق' فلسفہ' تکسیر' ہیئت' ریاضیات' ہندسہ' ارثما طیقی' جبر و مقابلہ' حساب' لوگارثمات' توقیت' مناظر و مرایا' زیجات'

مثلثات، مربعات، جفر، زائرجہ، قراۃ، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاقیات، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب، علم الفرائض، عروض و قوافی، نجوم، فارسی، عربی اور اردو نظم و نثر، خط نسخ، اور خط نستعلیق میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

کتاب ''انوار رضا'' میں مولانا کی کتابوں کی فہرست میں پانچ سو اڑتالیس (۵۴۸) کتابوں کے نام ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہو لیکن اب تک صحیح حصر نہیں ہوا۔ ان کی بہت زیادہ مشہور کتابوں میں **''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ''** ہے یہ بارہ جلدوں میں ہے اور ہر جلد ایک ہزار صفحے سے زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ سبحان السبوح، الامن والعلی، خالص الاعتقاد، تجلی الیقین اور مطلع القمرین بہت مقبول کتابیں ہیں۔

قرآن حکیم اور تفسیر پر درج ذیل تالیفات قابل ذکر ہیں :

۱۔ **الزلال الانقی من بحر سبقتہ التقی فی علم التفسیر**
۲۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف
۳۔ حاشیہ عنایتہ القاضی
۴۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن
۵۔ حاشیہ الدر المنشور
۶۔ حاشیہ تفسیر خازن
۷۔ جمع القرآن و بم عزوہ لعثمان
۸۔ جالب الجناب فی رسم حرف من القرآن

ایک ماہر نثر نگار کے علاوہ مولانا بڑے باذوق شاعر بھی تھے۔ تاریخ اردو کتابوں نے ان کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے کہ ان کے تذکرہ اس باب میں نہیں کیا۔ ان کا میدان نعت گوئی تھا :

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

واقعی ان کی نعتوں کو پڑھ کر وجد کا عالم طاری ہو جاتا ہے :

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ان کے کلام میں معنویت کے ساتھ ساتھ شعر و سخن کی تقریباً تمام فنی خوبیاں اور نزاکتیں موجود ہیں۔ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں :

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ھند میں واصف شاہ ھدیٰ مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

مولانا احمد رضا کی نعت گوئی پر تذکرہ بذات خود ایک علیحدہ موضوع ہے۔ آپ نے بہت لکھا اور بہت اچھا لکھا ہے۔ فارسی زبان میں بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے عمدہ نعتیں کہی ہیں۔

مولانا احمد رضا بریلوی کی سوانح حیات اور علمی و دینی خدمات پر کثیر تعداد میں کتب تالیف کی گئیں، نیز مختلف پرچوں اور اخباروں میں بھی تذکرہ ہے۔

مقصد کلام یہ کہ مولانا احمد رضا خاں متبحر عالم تھے۔ علوم دینیہ و نقلیہ و عقلیہ فن مناظرہ پر کامل دسترس حاصل تھی۔ بحیثیت فقیہ ان کا عالی مقام ہے۔ تمام زندگی دین اور علم کی خدمت کے بعد بروز جمعہ تقریباً دو

بجے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ء / ۲۹ نومبر ۱۹۲۱ء کو بمقام بریلی ان کا انتقال ہوا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

بیسویں صدی میں لکھے جانے والے مشہور ترجموں میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ بھی ہے۔ اس ترجمہ کا نام "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے۔ جس سے ۱۳۳۰ھ تاریخ نکلتی ہے۔ جو مطابق ۱۹۱۱ء ہے۔
ملاحظہ ہو :

حرف	عدد
ک	۲۰
ن	۵۰
ز	۷
ا	۱
ل	۳۰
ا	۱
ی	۱۰
م	۴۰
ا	۱
ن	۵۰
	۲۱۰

حرف	عدد
ف	۸۰
ی	۱۰
	۹۰

حرف	عدد
ت	۴۰۰
ر	۲۰۰
ج	۳
م	۴۰
ھ	۵
ا	۱
ل	۳۰
ق	۱۰۰
ر	۲۰۰
ا	۱
ن	۵۰
	۱۰۳۰

۲۱۰ + ۹۰ + ۱۰۳۰ = ۱۳۳۰ کل عدد
۱۳۳۰ ہجری سال

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کا پہلا ایڈیشن مراد آباد کے مطبع نعیمی میں طبع ہوا۔ یہ رف کاغذ پر طبع تھا اور چار سو اٹھاسی (۴۸۸) صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد اہل سنت مراد آباد میں بھی طبع ہوا تھا' تاج کمپنی نے محشی بتفسیر خزائن العرفان از مولانا نعیم الدین مراد آبادی شائع کیا۔ اس کے مختلف ایڈیشن مختلف احجام میں ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱-- ضخامت آٹھ سو اٹھاسی (۸۸۸) صفحات' طول گیارہ انچ عرض ساڑھے سات انچ ہے' کتابت شگفتہ' طباعت عکسی دو رنگا ہے' کاغذ عمدہ اور چار پشتہ پارچہ اور ریگزین دونوں موجود ہیں۔

۲-- ضخامت نو سو چونسٹھ (۹۶۴) صفحات' طول دس انچ اور عرض ساڑھے سات انچ ہے۔ کتابت خوب صورت اور طباعت عکسی سہ رنگا ہے۔ کاغذ سفید ولایتی' جلد پشتہ چرمی' پشتہ پارچہ اور ریگزین تینوں موجود ہیں۔

۳-- یہ بڑے حجم کا مصحف شریف ہے۔ صفحہ کا طول پندرہ انچ اور عرض دس انچ ہے۔ ضخامت نو سو چونسٹھ (۹۶۴) صفحات ہیں۔ کتابت بہت جلی قلم اور طباعت خوب صورت سہ رنگا ہے۔ ولایتی آرٹ کاغذ ہے' جلد چرمی' پارچہ اور ریگزین موجود ہے۔

۴-- اس چھوٹی حجم کے قرآن شریف کا طول ساڑھے سات انچ اور عرض پانچ انچ ہے۔ ضخامت نو سو چونسٹھ (۹۶۴) صفحات ہیں۔ کتابت واضح اور طباعت دو رنگا خوب صورت ہے۔ کاغذ ولایتی سفید چکنا استعمال کیا ہے۔ پلاسٹک کور ہے۔

مندرجہ بالا چاروں ایڈیشن میں قرآنی عربی متن کے ساتھ تحت السطور ترجمہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا اور حواشی مسمیٰ بتفسیر نعیمی از سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

۵-- رہنمائے صحت سب رنگ ڈائجسٹ' دھلی' قرآن نمبر کے حصہ چہارم' صفحہ ۱۱۶ میں یوں درج ہے' مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ کا ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" جو مراد آباد سے مطبع نعیمی میں ۱۳۳۰ھ میں چھپا تھا اور جس میں ۴۸۸ صفحات تھے۔ کیفیت یوں ہے کہ تاج کمپنی نے جو ایڈیشن ۱۹۶۳ء میں محشی بتفسیر خزائن العرفان از مولانا نعیم الدین مراد آبادی شائع کیا اس میں بعض مقامات پر تحریف کی گئی ہے۔ آئندہ کے لئے اس غلطی کو رفع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ نام بھی کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن' کے بجائے "رفیع الشان ترجمۃ القرآن عظیم" میں بدل دیا گیا ہے۔ پہلا ایڈیشن رف کاغذ پر مراد آباد سے طبع ہوا۔"

۶-- مولانا احمد رضا بریلوی کے اردو ترجمے کا جو ایڈیشن ناچیز کے مکتبہ میں ہے وہ امپریل پریس' لال کنواں' دھلی میں طبع ہوا۔ ناشر حفیظ بک ڈپو' اردو بازار' جامع مسجد دھلی میں تاریخ اشاعت نہیں ہے۔ یہ تاج کمپنی کے ایڈیشن کی فوٹو آفسیٹ کاپی ہے دوسرے صفحے پر درج ہے۔ مثل تاج کمپنی لمیٹڈ' ناشران قرآن مجید لاہور' کراچی' طول گیارہ انچ اور عرض ساڑھے سات انچ ہے۔ صفحات کی تعداد آٹھ سو اسی (۸۸۰) ہے۔ ہر صفحہ

پر دس سطریں ہیں۔ عربی قرآنی متن سبز زمیں پر ہے۔

تحت السطور ترجمہ' کنزالایمان فی ترجمتہ القران ہے' حاشیہ پر تفسیر خزائن العرفان از مولوی محمد نعیم الدین مراد آبادی درج ہے۔

قرآن حکیم کا ترجمہ امر سہل نہیں۔ بڑی جانفشانی اور جگر سوزی کا کام ہے۔ علم وافر' وقت کثیر' جہد مستر' خلوص دل اور حکمت نظری اور عملی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ناچیز کے نزدیک کسی ترجمہ کو اچھا یا برا کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا لیکن موجودہ بحث و تحقیق کا تقاضا ہے کہ ترجمہ کے محاسن اور عیوب کو واضح کیا جائے۔ مولانا کی ذہانت اور علمیت ان کے ترجمے سے خوب عیاں ہے۔

ان کا ترجمہ بعض مقامات پر اپنے ہم عصر مترجمین کے ترجموں سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ مثال کے طور پر ترجمہ درج ہے :

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی :

"اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا۔ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔" (سورۂ آل عمران ۱۴۴)

مندرجہ بالا ترجمہ معنی اور زبان کے لحاظ سے بہترین ترجمہ ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ اب ملاحظہ ہو مولانا محمود الحسن کا ترجمہ جو رسول کے شایان شان نہیں۔

ترجمہ مولانا محمود الحسن دیوبندی :

"اور محمد تو ایک رسول ہے' ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول' پھر کیا تو مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں' جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ' اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو۔"

قرآن حکیم کے ترجمہ کے شروع میں فہرست مضامین قرآن مجید ہے۔ اس سے مترجم کے خیالات و عقائد پر واضح روشنی پڑتی ہے۔ ذیل میں عناوین درج ہیں :

۱۔ حضور انور آخری نبی ہیں
۲۔ حضور انور ساری خدائی کے نبی ہیں
۳۔ حضور انور نور ہیں
۴۔ حضور انور اللہ کا ذکر ہیں
۵۔ حضور انور اللہ کی دلیل ہیں
۶۔ حضور انور حاضر و ناظر ہیں
۷۔ حضور انور کو علم غیب دیا گیا ہے
۸۔ حضور انور کا ادب رکن ایمان ہے
۹۔ حضور انور کی گستاخی کفر ہے
۱۰۔ انبیاء کرام سیف زبان ہوتے ہیں
۱۱۔ جس کو حضور انور سے محبت ہو جائے وہ عظمت والا ہے
۱۲۔ رب تعالیٰ حضور کی رضا چاہتا ہے
۱۳۔ فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنھم
۱۴۔ فضائل اہل بیت النبی
۱۵۔ ازواج پاک بھی اہل بیت ہیں

١٦۔ فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
١٧۔ فضائل عمر فاروق رضی اللہ عنہ
١٨۔ فضائل عثمان غنی رضی اللہ عنہ
١٩۔ فضائل علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
٢٠۔ فضائل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
٢١۔ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
٢٢۔ امت مصطفوی بہترین امت ہے
٢٣۔ فضائل اولیاء اللہ رحم اللہ
٢٤۔ کرامات اولیاء اللہ برحق ہیں
٢٥۔ بزرگوں کے تبرکات دافع بلا ہیں
٢٦۔ مومنوں کے مددگار بہت ہیں
٢٧۔ بے ایمانوں کا کوئی مددگار نہیں
٢٨۔ مردے سنتے ہیں
٢٩۔ محبوبین بعد وفات مدد کرتے ہیں
٣٠۔ محبوبان خدا دور سے سنتے دیکھتے اور مدد کرتے ہیں
٣١۔ اولیاء اللہ مشکل کشا اور صاحب عطا ہیں
٣٢۔ بزرگ مقامات کا ادب کرو
٣٣۔ بزرگوں کے قرب میں دعا مقبول ہوتی ہے
٣٤۔ یادگاریں قائم کرنا
٣٥۔ عذاب قبر برحق ہے
٣٦۔ تقلید ائمہ ضروری ہے
٣٧۔ تقیہ حرام ہے
٣٨۔ متعہ حرام ہے
٣٩۔ عورتوں پر پردہ ضروری ہے
٤٠۔ لواطت حرام ہے
٤١۔ نمازیں پانچ ہیں
٤٢۔ ہم سب حضور انور کے غلام ہیں
٤٣۔ مرتد کی سزا قتل ہے
٤٤۔ نفی کا مدعی بھی دلیل دے
٤٥۔ حدیث کی بھی ضرورت ہے
٤٦۔ مردوں کو پکارنا
٤٧۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام علامت قیامت ہے
٤٨۔ حضور انور مومنوں کے گھروں میں جلوہ گر ہیں
٤٩۔ یغوث اور یسوق وغیرہ گمراہ، بت گر تھے نہ کہ اولیا
٥٠۔ چھاتی ماتھا پیٹنا کوٹنا طریقہ کفار ہے
٥١۔ اولیاء من دون اللہ شیطان ہے
٥٢۔ نیکوں کے طفیل بروں پر کرم
٥٣۔ مومنوں کے لئے شفاعت ہے
٥٤۔ کفار کے لئے شفاعت نہیں
٥٥۔ رب بمعنی مربی بندہ کو کہا جاتا ہے
٥٦۔ عبد بمعنی خادم
٥٧۔ کفار بہرے، گونگے، اندھے، مردے ہیں۔
٥٨۔ نبی و قرآن ہدایت دیتے ہیں
٥٩۔ ایصال ثواب حق ہے
٦٠۔ انبیاء کرام بے عیب اور معصوم ہوتے ہیں
٦١۔ بدنی عبادت کوئی کسی کی طرف سے نہیں کرسکتا
٦٢۔ انبیاء کرام کے درجوں میں فرق ہے
٦٣۔ اصل نبوت میں انبیاء کرام برابر ہیں

۶۴۔ بتوں کے نام پر چھوڑا ہوا جانور حلال ہے اگر اللہ کے نام پر ذبح ہو جائے

۶۵۔ تھان کی بھینٹ اور غیراللہ کا نام کا ذبیحہ حرام ہے

۶۶۔ رب کے بتائے بغیر کسی کو علم غیب نہیں

۶۷۔ بے ارادہ الٰہی کوئی کچھ نہیں کر سکتا

۶۸۔ ذکر میلاد شریف سنت الہیہ ہے

۶۹۔ علم اللہ کی بڑی نعمت ہے

۷۰۔ انبیاء کرام کو بشر کہنا طریقہ کفار ہے

۷۱۔ رب تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے

۷۲۔ اچھوں کے صدقے بروں پر عذاب نہیں آتا

۷۳۔ وسیلہ اولیائے کرام ضروری ہے

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمے پر درج ذیل آراء ملاحظہ ہوں :

مولانا حکیم الرحمٰن رضوی :

"حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ "ترجمہ قرآن" ہے کاش ایسا ہوتا کہ آپ نے جس عمدگی کے ساتھ ترجمہ فرمایا اس پر حواشی بھی لکھتے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔"

+(مقالہ امام احمد رضا اور ترجمتہ القرآن کی خصوصیات، در کتاب انوار رضا، حنفیہ لاہور، صفحہ ۲۶۰)=

"امام احمد رضا قرآن میں غیر معمولی بصیرت رکھتے تھے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کا شمار عالم اسلامی کے ان خواص علماء میں ہوتا ہے جن کی قامت پر "رسوخ فی العلم" کی قبا راست آتی ہے قرآن کریم سے ان کو غیر معمولی شغف تھا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام میں برسوں تدبر کیا اسی مسلسل تدبر و تفکر کا نتیجہ تھا کہ امام احمد رضا کو قرآن پاک سے خاص مناسبت ہوگئی ان کا ترجمہ قرآن ان کے برسوں کے فکر و تدبر کا نچوڑ ہے۔

مقام حیرت و استعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی ہے اور بامحاورہ بھی، اس طرح گویا لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں سے ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نہایت ذہین، نیک اور بحر علوم تھے، ہندوستان میں ان کے برابر کے علماء اور مفسرین بہت کم گزرے ہیں جن کا ترجمہ پرخلوص اور سلیس ہے، مفسرین خلف نے اس ترجمہ کے حواشی میں افراط و تفریط کی ہے، لیکن اس سے مولانا کی شان اور علمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

بحث مقالہ ترجمہ کی تحقیق کے لئے ہے لہٰذا تفسیر سے خاص بحث نہیں ہے

مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی کی کتاب "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ادارہ رحمت عالم شیخ چاند اسٹریٹ لال کنواں دہلی سے شائع ہوئی ہے جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کنز الایمان اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر خزائن العرفان کو ہدف ملامت بنایا گیا ہے اور اصل موضوع سے ہٹ کر حدائق بخشش کے بعض اشعار پر بھی تیغ آزمائی کی گئی ہے۔

پوری کتاب کے سرسری جائزہ کے بعد اس کتاب کی وجہ تصنیف اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتی کہ رابطہ عالم اسلامی کی سفارش پر حکومت سعودیہ نے کنز الایمان اور خزائن العرفان پر جو پابندی لگا رکھی ہے اس کو حق بجانب قرار دے کر اپنی وفاداری کا اظہار کیا جائے اور اس کے صلہ میں مادی فوائد حاصل کئے جائیں۔

مولانا قاسمی نے جگہ جگہ افسانے گھڑے ہیں اور انہیں اپنے خامہ زریں خنامہ کے زور سے پرکشش بنانے کی کوشش کی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آں موصوف کے دل و دماغ کے درمیان سردجنگ ہوتی رہی ہے جس کے نتیجے میں کہیں تو غلط بیانی اور دروغ گوئی کی اوٹ سے مجبور حقیقت کا رنگ جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور کہیں ناخواستہ طور پر حقیقت کا برملا اظہار ہو گیا ہے۔ جس کے چھپانے پر وہ قادر نہ ہو سکے۔

قرآن کریم کے ترجمے دنیا کی بیشتر زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ عربی زبان کی وسعت کے سبب قرآنی مفاہیم کو دیگر زبانوں میں منتقل کرکے اصل مراد تک پہنچنا بجائے خود بڑا غیر معمولی کارنامہ ہے اور یہ کار اہم وہی سرانجام دے سکتا ہے جسے عربی زبان کی مہارت اور قرآنی اسلوب بیان کی صحیح تشخیص کے ساتھ ساتھ اس زبان کے مالہ و ما علیہ کا بھی بھرپور علم ہو جس زبان میں ترجمہ مقصود ہے۔ اس لئے ہر ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ کیا جا سکتا ہے خواہ وہ مولانا شاہ رفیع الدین کا ہو یا مولانا بریلوی کا اور اگر یہ تجزیہ ذاتی اغراض اور جماعتی پالیسی

کے علی الرغم خالص مبنی بر علم و اخلاص ہو تو بلاشبہ اسے نگاہ تحسین سے دیکھنا چاہئے۔

متذکرہ کتاب میں فاضل بریلوی کے ترجمہ قرآن کے (مزعومہ) اغلاط کا تعاقب کیا گیا ہے اور اس کے لئے جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ بجائے خود اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ قاسمی صاحب کے نزدیک فاضل بریلوی کی شخصیت کنزالایمان کے مطالعہ سے پہلے ہی ناپسندیدہ رہی ہے۔

زیر نظر مضمون میں ہمیں ان اعتراضات سے کوئی سروکار نہیں ہے جو مولانا قاسمی کی تبحر علمی کا تمسخر اڑا رہے ہیں بلکہ اس مخصوص مزاج کی نشاندہی مقصود ہے جس کے تحت موصوف کا قلم حرکت کرنے پر مجبور نظر آتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کتاب کا نام "بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ" ہے مجھے یہ لکھنے میں خوشی محسوس نہیں ہو رہی ہے کہ قاسمی صاحب نے "تجزیہ" کی یاء پر تشدید کا ٹھپا لگا کر عربی علم الصرف کے ابواب مزید فیہ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے پھر بھی اسے واضح کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ قاسمی صاحب اسی طرح کے بعض غلط الکتابتہ کو مصنف کا عمل اختیاری قرار دے کر لا یعنی ہفوات سے صفحات کے صفحات سیاہ کرتے گئے ہیں۔

علمی تجزیہ کا اصل مضمون صفحہ ۵ سے شروع ہوتا ہے۔ فاضل بریلوی کی ایک مشہور رباعی کا صرف ایک مصرع

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

نقل کر کے آگے یوں گل افشانی کی گئی ہے "مولانا کے اس مصرع سے یہ حقیقت واضح ہے کہ مولانا بریلوی کا اصلی مذاق نعت گوئی تھا اور انھیں قرآن جیسی کتاب حقائق سے وہی چیز ملی جس کے وہ اہل تھے۔"

پھر چند سطروں کے بعد یوں رطب اللسان ہیں "فقہاء نے اس کتاب ہدایات سے قانون فقہ کے مسائل نکالے، فلسفہ و کلام کے آئمہ نے اپنے ذوق کی تسکین کی، ادب و بلاغت کے ماہرین نے بلاغت و فصاحت کے لطائف اخذ کئے۔"

کچھ اور آگے یوں رقم طراز ہیں "مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک صاحب کمال نعت گو شاعر تھے مرحوم نے اپنے اسی فطری ذوق کے ساتھ قرآن کریم کا مطالعہ کیا اور انھیں اپنی طلب کے مطابق اسی ذوق کی غذا مل گئی"۔

قاسمی صاحب کا ادعا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کو قرآن جیسی کتاب حقائق سے وہی چیز ملی جس کے وہ اہل تھے یعنی انھوں نے نہ تو فقہا کی طرح فقہ کے مسائل اخذ کئے نہ آئمہ فلسفہ و کلام کی طرح ذوق حکمت و کلام کی تسکین کی اور نہ ماہرین ادب و بلاغت کی طرح بلاغت و فصاحت (فصاحت و بلاغت ہونا چاہئے یا ممکن ہے دہلی کی ٹکسالی زبان یہی ہو - شرر) کے لطائف اخذ کئے بلکہ سیکھی بھی تو کیا؟ نعت گوئی جس کا ثبوت مولانا بریلوی کا یہ مصرع ہے:

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

ہم اس کی قدرے وضاحت بعد میں کریں گے کہ اس مصرع کا مفہوم کیا ہے اور لب و لہجہ سے مفہوم

کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے یا کسی لفظ پر زور دینے سے معانی کیسے بدل جایا کرتے ہیں۔ کم سے کم اتنی بات کا اعتراف تو قاسمی صاحب کو بھی بادل ناخواستہ سہی مگر کرنا ہی پڑا کہ "مولانا احمد رضا خاں صاحب ایک صاحب کمال نعت گو شاعر تھے" اگر قارئین قاسمی صاحب کی ذات مع الصفات اور ان کے گروہی امتیازات سے واقف ہوں گے تو ان کے قلم سے یہ اعتراف کمال بھی خلاف توقع اور ایک شے زائد کا اعتراف ہے اور بلاشبہ مولانا فاضل بریلوی کے کمال فن کا یہ جبوت ہے جس نے قاسمی صاحب جیسے معاند کے اعصاب پر سوار ہو کر اعتراف کمال پر مجبور کر دیا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

ورنہ ان کا حقیقی چہرہ تو یہ ہے کہ وہ حدائق بخشش کے اشعار تک نقل کرنے میں قلمی خیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

قطع نظر اس سے کہ "قانون وفقہ کے مسائل نکالے" میں فقہ کے مسائل تو سمجھ میں آتے ہیں لیکن قانون کے مسائل کیا بلا ہے؟ اسے ان کی بلا جانے یا "ادب و بلاغت کے ماہرین نے بلاغت و فصاحت کے لطائف اخذ کئے۔" میں فصاحت و بلاغت کی جو ٹانگ توڑ کر رکھ دی گئی ہے اسے ان کی سادہ و علیل طبیعت پر محمول کرنا غلط نہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مصرع مذکور الصدر کا مفہوم خود قاسمی صاحب کے عندیہ میں بھی یہ نہیں ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے قرآن جیسی کتاب حقائق سے صرف نعت گوئی سیکھی انہیں ہرگز یہ دھوکا نہیں ہوا ہے اور یہ دھوکا ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ ان کے سامنے حدائق بخشش موجود ہے جس میں یہ مصرع اپنی تمام و کمال رباعی میں موجود ہے البتہ قارئین علمی تجزیہ کو ضرور اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر ان کی نیت صاف ہوتی تو مصرع کی جگہ پوری رباعی نقل کرتے لیکن قلمی دیانت کا یہ عمل آں موصوف کے اس مخصوص نظریئے کو پامال کردیتا جو اس کتاب کی تصنیف کے لئے علت غائی کی حیثیت رکھتا ہے۔

دراصل معانی و مفاہیم کے تعین میں لب و لہجہ کا بڑا دخل ہے بولنے میں ہم جو لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں تحریر اس کی بھرپور نمائندگی نہیں کرتی تاہم سیاق و سباق سے مفہوم مراد تک پہنچنا دشوار نہیں ہوتا مثلاً اردو کا ایک سادہ جملہ ہے۔

میں نے آپ کو دیکھا تھا

اگر لفظ "میں نے" پر زور دیجئے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی اور نے نہیں بلکہ میں نے (صرف میں نے) آپ کو دیکھا تھا اور اگر "آپ کو" پر زور دیجئے تو مفہوم یہ ہوگا کہ میں نے کسی اور کو نہیں بلکہ آپ کو (صرف آپ کو) دیکھا تھا۔ بالکل اسی طرح یہ مصرع بھی ہے۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

اگر "قرآن سے" پر زور دیجئے تو یہ مفہوم ہوگا کہ میں نے کسی اور سے نہیں بلکہ قرآن سے (صرف قرآن سے) نعت گوئی سیکھی اور نعت گوئی پر زور دیجئے تو یہ مفہوم ہوگا کہ میں قرآن سے نعت گوئی (صرف نعت گوئی) سیکھی۔

قاسمی صاحب نے اسی دوسری شق کو اختیار کیا ہے

اور بجائے رباعی کے صرف ایک مصرع لکھ کر قارئین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اب پوری رباعی پیش کی جارہی ہے تاکہ شق اول کی تعین میں شک کی گنجائش نہ رہ جائے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ رباعی کا آخری مصرع جو کہ رباعی کی جان ہوا کرتا ہے صاف صاف نہیں بتا رہا ہے کہ مولانا بریلوی نے اپنی نعت گوئی کا مصدر قرآن جیسی کتاب حقائق و ہدایات کو بنایا ہے جس میں سارے احکام شریعت موجود ہیں۔ اگر مصرع ثالث کا وہی مفہوم ہے جو قاسمی صاحب نے سمجھا ہے (بلکہ سمجھانے کی کوشش کی ہے) تو

یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

بالکل بے جوڑ اور بے معنی ہو کر رہ جاتا جس کی توقع ایک صاحب کمال نعت گو شاعر سے تو کیا خود قاسمی صاحب سے بھی نہیں کی جاسکتی۔

مکرر عرض ہے کہ قاسمی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ اس مصرع کا مفہوم کیا ہے اسی لئے انہوں نے پوری رباعی کی قارئین کو ہوا تک نہ لگنے دی بلکہ صاف صاف تین مصرعے ڈکار گئے لیکن ایک میں تو کیا کوئی بھی غیر جانب دار شخص جب حقائق کی کھوج کرے گا تو یہ نگلے ہوئے مصرعے آنتوں سے باہر کھینچ نکالے گا۔

مولانا قاسمی صاحب پڑھے لکھے ہیں۔ ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں اردو زبان سے بھی لگاؤ ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیان کی صحت اور صداقت پر مصلحت و سیاست کا غلاف چڑھانے میں انہوں نے دل سے زیادہ دماغ کی قوتوں کو ضائع کیا ہے۔ اس عقدہ کی گرہ کشائی انہیں کے ناخن عقل نے کی ہے کہ جن لوگوں کو حدائق بخشش دستیاب نہ ہوسکے گی یا جو لوگ متذکرہ رباعی کے چاروں مصاریع پر مطلع نہ ہوسکیں گے اگر ان میں سے چند افراد بھی ان کی باتوں میں آگئے تو مقصود حاصل کتاب کی قیمت سود سمیت وصول۔

"علمی تجزیہ" میں قاسمی صاحب نے جگہ جگہ پر مولانا فاضل بریلوی کو نامناسب اور تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ یہاں بھی مصلحت فاتح نظر آرہی ہے۔ قاسمی صاحب بذات خود نہ بدتمیز ہیں نہ بدتہذیب لیکن پھر بھی ان کے طعن و تعریض کا خنجر مصلحت کے زہر آب میں بجھا ہوا ہے۔ سنا گیا ہے کہ علمی تجزیہ کو عربی زبان کا جامہ پہنا کر اس نانطورہ حسن کو عرب شیوخ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کسی عربی داں کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں اگر یہ سچ ہے تو یہ سارے سب و شتم قاسمی صاحب کے بطن مجبوری سے پیدا ہو کر ہم سے خاموشی اختیار کرنے کے طالب ہیں۔

علمی تجزیہ پر شروع سے آخر تک جو مخصوص رنگ و روغن چڑھا ہوا ہے اس کی ایک مثال شروع کے صفحہ سے دی گئی ہے اب ایک مثال آخر کے صفحات سے پیش ہے۔

فاضل بریلوی کی حدائق بخشش سے دو اشعار سے

حاشیہ نقل کرکے اس کا مذاق اڑایا گیا ہے ہم یہاں علمی تجزیہ سے دونوں اشعار مع حاشیہ نقل کرتے ہیں۔ قوسین کی پوری عبارت علمی تجزیہ سے منقول ہے۔

(ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انہیں کے پسر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول باطن میں میرے نخل
اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے

اب حاشیہ نگار کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔ آدم جب حضور کو یاد کرتے تو یوں کہتے یا ابنی صورۃ و آبائی معنی اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ)
ان دونوں شعروں اور حاشیہ نگار کی تشریح پر قاسمی صاحب کا قلم جس قدر گرجا برسا ہے یہاں اس کا ذکر یا جواب مقصود نہیں ہے بلکہ کہنا یہ ہے کہ حدائق کا جو نسخہ موصوف کے پاس ہے اس میں "ابی" کی جگہ غلط الکتابتہ سے آبائی چھپ گیا ہے جسے خود بدولت بھی کتابت کی غلطی تسلیم کرتے ہیں لیکن طرفہ ستم یہ کہ اس کی تصحیح ابی کی جگہ آبائی سے کرکے آنکھوں میں دھول نہیں مرچیں جھونک رہے ہیں' علمی تجزیہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔
"آبائی کیا لفظ ہے اب کی جمع ابائی آتی ہے یہ آبائی ہوگا کتابت کی غلطی سے الف مقصورہ رہ گئی ہے اس صورت میں حضرت آدم کی زبان سے غلط عربی عبارت نکلوائی گئی ہے" صفحہ 119

قاسمی صاحب کے سامنے حدائق بخشش مطبوعہ چمن آفسیٹ پریس سوئیوالان دہلی کا نسخہ ہے یہی نسخہ اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ اول تو مذکورہ بالا دونوں شعروں کے لئے حدائق بخشش جلد اول صفحہ آٹھ کا حوالہ دیا گیا ہے جو سراسر غلط ہے صفحہ آٹھ پر تو ردیف الف کا قصیدہ بھی ختم نہیں ہوتا جب کہ یہ دونوں اشعار ردیف یاء کے ہیں۔ بالائے ستم یہ کہ دوسرے شعر کے مصرع اول میں باطن کا لفظ حدائق میں سرے سے موجود نہیں ہے نہ ہی "باطن" کے ساتھ یہ مصرع موزوں ہے بلکہ خارج البحر ہے۔ قاسمی صاحب کے مجربات میں سے ایک نسخہ کیمیا یہ بھی ہے کہ شعر کو غلط لکھ کر اس کی ناموزونی کا الزام بھی شاعر کے سر تھوپ دیا جائے۔

یکے خود خوب رو بودی دگر آراستی خودرا
بتا معلوم شد مارا کہ قصد جان ما داری

اس تحریف و خیانت کا سہرا تنہا قاسمی صاحب کے سر ہے یا حضرت کاتب بھی شریک و سہیم ہیں یہ وہ جانیں میں یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو رہا ہوں کہ متذکرہ نعتیہ اشعار بحر مضارع مثمن اخرب محذوف میں کہے گئے ہیں جن کے عروض و ضرب میں حذف و قصر کا اجتماع اہل عروض کے نزدیک باالاتفاق جائز ہے۔ محولہ نسخہ حدائق میں مصرع یوں ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میرے نخل

اب ذرا قاسمی صاحب کی عبارات کا بھی علمی تجزیہ ملاحظہ ہو:

(1) "ابائی کیا لفظ ہے۔ "اب کی جمع ابائی آتی ہے" سبحان اللہ صحاح و قاموس اور لسان و اقرب سب پر پانی پھیر دیا نیز "ابائی کیا لفظ ہے" یہ کون سی اردو ہے یا کہاں کی اردو ہے؟

(2) "یہ آبائی ہو گا کتابت کی غلطی سے الف مقصورہ رہ گئی ہے" یہاں صیغہ جمع کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے جب کہ حاشیہ نگار نے ترجمہ میں اس کو صاف کردیا ہے اور اگر بقول قاسمی صاحب آبائی ہوگا تو پھر الف مقصورہ کا سوال کہاں اٹھتا ہے۔ علاوہ ازیں الف مقصورہ مونث کب ہے؟ بر سبیل تذکرہ قلمی خیانت کے ذیل میں علمی تجزیہ صفحہ آٹھ کے حاشیہ سے فاضل بریلوی کا ایک اور شعر نقل کر رہا ہوں:

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملکیت میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

مولانا قاسمی نے اس ایک شعر میں پانچ خیانتیں کی ہیں۔

1۔ تیری بروزن فعلن (دو سبب خفیف سے مرکب) اصل شعر میں تیری بروزن فعل
2۔ گذر۔۔ اصل شعر میں گزر
3۔ تیری ۔۔ خیانت ایک کی تکرار
4۔ ملکیت ۔۔ اصل شعر میں ملک
5۔ تجھ پر۔۔ اصل شعر میں تجھ پہ

اب ذرا قاسمی صاحب اپنے دامن اور بند قبا کو بھی دیکھتے چلیں۔ ابی کی جگہ آبائی ہوگیا تو کتابت کی غلطی تسلیم کرتے ہوئے بھی دامن ہوش کھو بیٹھے اب علمی تجزیہ سے قرآن حکیم کی دو آیات نقل کر رہا ہوں۔ اور قاسمی صاحب ہی سے انصاف کا طالب ہوں۔ صفحہ 98 "قل من بیدہ ملکوت کل شی" اس آیتہ مبارکہ میں من حرف جار بنا کر پھر حرف جار کو حرف جار پر چڑھا کر خلیل و سیبویہ کو پیچھے دھکیل دیا گیا ہے اور خود قرآن حکیم کے ساتھ بے احتیاطی کی حد کردی گئی ہے قرآن میں من اور اس کے بعد ایک چھوٹی سی میم ہے۔

صفحہ 103 "**واستغنی اللہ واللہ غنی حمید**" یہاں اللہ کو مفعول بہ کا اعراب دے دیا گیا ہے جب کہ اللہ استغنی کا فاعل ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ سچائی ہر حال میں سچائی ہے ایمان کی روشنی کو بے ایمانی کے پردہ ظلمات میں چھپایا نہیں جاسکتا اور جھوٹ کو ہزار بار دہرا کر اس کو سچ نہیں بنایا جاسکتا۔

خضاب پردہ پیری نمی شود صائب
بہ مکر و حیلہ خزاں را بہار نتواں کرد

کھلے ہیں بہر سو گلستان بخشش — سخن گوئی کی جان، نامِ رضا ہے
محاسن سے مملو ہیں اشعار سارے — معائب سے خالی کلامِ رضا ہے
شریعت کے احکام کا ہے یہ مظہر — عقیدت کا مخزن پیامِ رضا ہے
ہر اک اہلِ دل، ان کا والہ و شیدا — ہر اک اہلِ ایماں، غلامِ رضا ہے
اڑائے گا جو دھول، اس پر پڑے گی — فلک سے بھی اونچا مقامِ رضا ہے

رشحات فکر
سید عارف محمود مجور

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سابق ایڈیشنل سیکرٹری وزارت تعلیم سندھ

یوں تو محدث بریلوی کے مشاغل علمیہ بکثرت تھے مگر انھوں نے خود بطور خاص مندرجہ ذیل تین مشاغل کا ذکر کیا ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و تائید

(۲) مبتدعین کی اصلاح اور بدعات کا استیصال

(۳) مذہب حنفیہ کے مطابق فتوؤں کا اجراء (۱)

محدث بریلوی نے مسلمانوں کے دل میں عظمت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقش جمایا اس کے لئے انھوں نے نظم و نثر دونوں کا سہارا لیا۔ ان کی نگارشات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح سرایت کیا ہوا ہے، جیسے بدن میں روح ----- انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بڑے کامیاب قصائد لکھے اور مرصع نعتیں کہیں ----- وہ ایک عاشق رسول کی حیثیت سے جانے پہچانے جانے لگے ----- انھوں نے عظمت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی تحریک کا منشور قرار دیا اور اپنی ساری توانائیاں اسی پر صرف کردیں ----- انھوں نے اپنے تحقیقی مقالات و رسائل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کمالات کو اجاگر کیا۔ مثلاً یہ رسائل :

(۱) سلطنت مصطفےٰ فی الملکوت کل الوری (۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء)

(۲) ہدی الحیران فی نفی الفی عن شمس الاکون (۱۲۹۹ھ /۱۸۸۱ء)

(۳) الامن والعلی لناعتی المصطفےٰ (۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء)

(۴) مبین الھدیٰ فی نفی الامکان مثل المصطفےٰ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

(۵) تمہید ایمان بآیات قرآن (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

محدث بریلوی نے نہ صرف تحریر بلکہ تقریر کے ذریعہ بھی عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجگر کیا۔ وہ تقریر پر بھی ایسا ہی ملکہ رکھتے تھے جیساکہ تحریر پر ---- بدایوں میں انھوں نے سورۃ الضحیٰ پر کامل چھ گھنٹے تقریر فرمائی۔ (۲) اس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کا بیان ہے۔ پھر اسی صورت کی جب تفسیر لکھنے بیٹھے تو چند آیات کی تفسیر ۸۰ جز تک جاپہنچی ---- میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلیں خود منعقد کرتے اور دوسری محافل میں شریک ہوتے ---- وہ ایسی محافل میں ادباً" دوزانو بیٹھتے اور بیک وقت چار چار گھنٹے تقریر فرماتے۔ (۳)

(۲)

محدث بریلوی کا دوسرا مشغلہ ان بدعات کا استیصال تھا جو شریعت کے خلاف معاشرے میں رائج ہوگئی تھیں۔ ان کے نزدیک شریعت کے علاوہ تمام راہیں مردود اور باطل ہیں ----- وہ لکھتے ہیں :

"یقیناً قطعاً" شریعت ہی اصل کار ہے ----- شریعت ہی معیار ہے۔ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحے پر مرتے دم تک ہے۔ شریعت عمارت ہے، اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی۔" (۴)

محدث بریلوی نے مروجہ بدعات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں نظر ڈالی جو بدعات مخالف شریعت نظر آئیں ان کی شدت سے مخالفت کی بلکہ ان کے خلاف تحقیقی مقالات پیش کئے اور رسائل لکھے ----- سید عبدالحئی ندوی لکھتے ہیں :

"انہوں نے حرمت سجدۂ تعظیمی پر ایک جامع رسالہ الزبدة الزکیہ لتحرم سجودة التحیہ لکھا جو ان کی غزارت علم اور قوت استدلال پر گواہ ہے۔ اسی طرح آلات موسیقی کے ساتھ قوالی اور تعزیہ کی حرمت پر بھی رسائل لکھے۔" (۵)

محدث بریلوی نے بدعات کے خلاف بکثرت رسائل لکھے مثلاً ایک رسالہ تصویر کی حرمت پر لکھا۔ (۶)

ایک رسالہ براق کی تصاویر لگانے کی حرمت پر لکھا۔ (۷) ----- ایک رسالہ غمی میں کھانے وغیرہ کے اہتمام سے ورثاء پر بوجھ ڈالنے کی ممانعت پر لکھا۔ (۸) ----- ایک رسالہ مقابر پر عورتوں کی حاضری کی حرمت پر لکھا۔ (۹) ----- ایک رسالہ مقابر پر بے فائدہ چراغاں کے خلاف لکھا۔ (۱۰) ----- ایک رسالہ آلات موسیقی کے ساتھ قوالی کی ممانعت پر لکھا۔ (۱۱)

معاشرے میں رہتے ہوئے دوسری اقوام و مذاہب کے اثرات ضرور پڑتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے ہندوؤں اور پھر انگریز حاکموں سے مسلمانوں نے بہت سے اثرات قبول کیے ----- محدث بریلوی نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں ہندو مسلم موالات کی جو مخالفت فرمائی اس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ اس اختلاط سے وہ کفار و مشرکین کے رسم و رواج اپنانے لگے اور اس حد تک آگے چلے گئے جس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (۱۲) ----- اسی طرح سرسید احمد خاں نے انگریزی تہذیب و تمدن کے محاسن بیان کئے اور مسلمانوں کو اس طرف راغب کیا تو محدث بریلوی نے شدت سے مخالفت فرمائی۔ محدث بریلوی نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی انفرادی اور قومی وحدت کو کھوکر انگریز یا ہندو کے رسم و رواج اور تہذیب و تمدن اپنائیں۔ (۱۳)

الغرض محدث بریلوی نے پوری شدت اور قوت کے ساتھ بدعات کا استیصال کیا اور احیاء دین متین اور احیاء سنت کا اہم فریضہ ادا کیا اسی لیے علماء عرب و عجم نے ان کو "مجدد" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ (۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں پٹنہ بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں پاک و ہند کے سینکڑوں علماء جمع ہوئے اس جلسے میں محدث بریلوی کو ان سے بزرگ علماء کی موجودگی میں "مجدد" کے لقب سے یاد کیا گیا۔ (۱۴) -----

اسی طرح علماء سندھ میں شیخ ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری مہاجر مدنی نے محدث بریلوی کی عربی کتاب "الدولتہ المکیہ" پر تقریظ لکھی تو اس میں تحریر فرمایا :

مجدد الماة الحاضرة مونهدة الملته الطاهره (۱۵)

علمائے عرب میں مندرجہ ذیل حضرات فاضل بریلوی کو "مجدد" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

(۱) سید اسمٰعیل بن خلیل، حافظ کتب الحرم، مکہ معظمہ (۱۶)

(۲) شیخ موسیٰ علی شامی ازہری (۱۷)

(۳)

محدث بریلوی کا تیسرا مشغلہ فتویٰ نویسی تھا۔ اس فن میں انہوں نے وہ کمال حاصل کیا تھا کہ تمام معاصرین پر سبقت لے گئے، سید عبدالحیٔ ندوی لکھتے ہیں :

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔"(۱۸)

محدث بریلوی نے ۱۴/ شعبان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فتویٰ لکھنا شروع کیا اور صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک برابر ۷۰ سال فتوے لکھتے رہے۔ ان کے پاس براعظم ایشیا، افریقہ، امریکہ وغیرہ سے بکثرت فتوے آتے تھے، ایک ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہوجایا کرتے تھے۔ (۱۹) جس زبان میں سوال کیا جاتا اسی زبان میں جواب ارسال کیا جاتا حتیٰ کہ انگریزی میں سوالات کے جوابات انگریزی میں ترجمہ کراکے بھیجے جاتے۔ (۲۰) اس طرح فتاویٰ رضویہ میں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی چاروں زبانوں میں فتوے ملتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور قانون داں پروفیسر ڈی۔ ایف ملا نے فتاویٰ عالم گیری اور فتاویٰ رضویہ کو ہندوستان کے دو فقہی شاہکار قرار دیئے ہیں۔ (۲۱) اور ڈاکٹر محمد اقبال، جنہوں نے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تھا، یہ اظہار خیال کیا ہے۔

"وہ بے حد ذہین اور باریک بیں عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔"(۲۲)

فقہ حنفی میں مہارت کی وجہ سے فاضل بریلوی کی معاصر عدالتہائے عالیہ کے جج بھی الجھے ہوئے مقدمات کے فیصلوں کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ عدالت عالیہ (بھاول پور) کے جج جسٹس محمد دین نے مناخہ کا ایک فتاویٰ جس پر کئی مفتی اظہار خیال کرچکے تھے۔ آخری فیصلے کے لیے محدث بریلوی کو ارسال کیا اور محدث بریلوی نے اس کا محققانہ اور مفصل جواب ارسال کیا۔ (۲۳) ----- محدث بریلوی کے فتووں کی بارہ جلدیں مرتب ہوئیں جس کا انہوں نے خود ذکر کیا ہے۔ (۲۴) ----- تفصیل آگے آتی ہے ----- فتاویٰ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث بریلوی نے فنون حدیث و فقہ کے ضمن میں علوم معقولہ و منقولہ کا ذکر کیا ہے جس سے ان کی ہمہ گیر مہارت کا اندازہ ہوتا ہے مثلاً مندرجہ ذیل رسائل جو فن فقہ سے متعلق ہیں، ریاضیات، طبیعات،

ارضیات، صوتیات وغیرہ پر تحقیقی مقالات معلوم ہوتے ہیں۔

(۱)النہی النمیر فی الماء المستدیر۔(۲۵)

(۲)رجب السباحہ فی میاہ لایستوی وجہھا وجوفہا فی المساحہ۔ (۲۶)

(۳)الدقتہ والتبیان لعلم الرقتہ والسیلان۔(۲۷)

(۴)المطر السعید علی بنت جنس الصعید (۲۸)

(۵)البیان شافیا لفونو غرافیا (۲۹)

(۶)سمح الندء فیما یورث العجز عن الماء(۳۰)

(۷)النور والنورق لاسفار ماء مطلق(۳۱)

حقیقت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی نظیر نہیں، لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ کے علوم اسلامیہ کے پروفیسر، ڈاکٹر جے۔ ایم۔ ایس۔ اے بلیان نے جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا تو وہ حیران رہ گئے۔ بین الاقوامی سطح پر پڑھے جانے والے اپنے مقالات میں وہ فتاویٰ رضویہ سے حوالے پیش کرتے ہیں، پروفیسر مجیداللہ قادری نے فتاویٰ رضویہ کا موضوعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس فتاویٰ میں احادیث سے اتنے شواہد پیش کئے گئے کہ چھ جلدوں میں محمد ظفرالدین رضوی نے صحیح البارح کے نام سے یہ احادیث جمع کیں تو چھ جلدوں میں آئیں۔ دوسری جلد حیدر آباد سندھ سے چھپ چکی ہے جو ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے ----- فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے محدث بریلوی کی فقاہت پر کام بھی ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں اعظمی نے پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ سے محدث بریلوی کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کیا ہے ----- علامہ مفتی محمد مکرم احمد نے فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ رضویہ کا عادلانہ اور فاضلانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کا مقالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے شائع کردیا ہے۔

○

محدث بریلوی محقق و مصنف بھی تھے اور مفکر و مدبر بھی ----- ان کی تصانیف میں مذہبی عقائد و نظریات کے علاوہ معاشی، تعلیمی، سیاسی اور سائنسی نظریات بھی ملتے ہیں جس سے زندگی پر ان کی ہمہ گیر گرفت کا اندازہ ہوتا ہے ----- ذیل میں انھیں نظریات کے بارے میں مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

معاشی نظریہ

جہاں تک معاشی نظریات کا تعلق ہے فاضل بریلوی کا خیال تھا کہ محض جذبات سے کام نہیں چلتا بلکہ قومی اور ملکی استحکام کے لیے قوم کی صحیح تربیت، اخلاق و عادات اور عقائد و نظریات کی درستی کے علاوہ معاشی استحکام نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ پاک و ہند کے مسلمانوں کے معاشی حالات کی اصلاح کے لیے ۱۹۱۲ء میں مندرجہ ذیل تاریخی نکات پیش کئے :

(۱) ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصلہ کریں تاکہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں پس انداز کر سکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد (دکن) کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ

خریدیں۔
(۴) علم دین کی ترویج و اشاعت کی کوشش کریں۔
(۳۲)

پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (ایم۔ ایس۔ کینیڈا) نے محدث بریلوی کے اس مقالے پر جس میں انہوں نے اپنے معاشی افکار و نظریات پیش کئے ہیں ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا ہے جس میں انہوں نے ان نکات پر معاشی نقطہ نظر سے تفصیلی بحث کی ہے اور ان کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اقتصادی نظریات کی ابتداء ۱۹۳۰ء سے ہوتی ہے، مگر محدث بریلوی نے ۱۹۱۲ء میں اپنے معاشی نظریات پیش کرکے سبقت حاصل کی ----- آخری نکتے کے بارے میں انہوں نے لکھا ہے کہ بظاہر یہ معاشیات سے متعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دینی تعلیم سے افراد میں غیرت و حمیت اور برادرانہ جذبہ ہمدردی پیدا ہوتا ہے اور جب تک یہ خوبیاں پیدا نہ ہوں اول الذکر نکات پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے -----

تعلیمی نظریہ

محدث بریلوی ایک ماہر تعلیم بھی تھے اسی لئے ندوۃ العلماء کی نصاب کمیٹی کے وہ ایک اہم رکن تھے، بعد میں بعض وجوہ کی بنا پر علیحدہ ہوگئے ----- وہ خود دارالعلوم منظر اسلام کے بانی بھی تھے اور بکثرت طلبہ کو انہوں نے پڑھایا تھا، تعلیم و تعلم کے نشیب و فراز سے اچھی طرح باخبر تھے۔ انہوں نے تعلیم و تدریس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے مقصدیت اولیت، صداقت، افادیت، للھیت، حمیت، حرمت، صحبت، سکینت وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے -----

ملت کی ترقی اور نشوونما کے لیے تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لئے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم تشکیل و ترتیب دیتے وقت یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ ترقی اور نشوونما کی نہج کیا ہونی چاہئے۔ نہج کا تعین قومی مزاج، قومی نظریات اور قومی ضرورت کو سامنے رکھ کر کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی کا موقف یہ ہے :

(۱)---اسلام کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ تعلیم کا محور دین اسلام ہونا چاہئے کیوں کہ ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کا دین کیا ہے؟

(۲)---مقصدیت پر اظہار خیال کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ تعلیم کا بنیادی مقصد خدارسی اور رسول شناسی ہونا چاہئے۔ تاکہ ایک عالم گیر فکر ابھر کر سامنے آئے۔ سائنس اور مفید علوم عقلیہ کی تحصیل میں مضائقہ نہیں مگر ہیئت اشیاء کی معرفت سے زیادہ خالق اشیاء کی معرفت ضروری ہے -----

(۳)---مقصدیت کے بعد اولیت پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابتدائی سطح پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت کا (۳۳) نقش طالب علم کے دل پر بٹھایا جائے کہ اس وقت کا بتایا ہوا پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ آل و اصحاب اور اولیاء و علماء کی محبت و عظمت دل میں پیدا کی جائے۔ (۳۴)

(۴)----اولیت کے بعد فاضل بریلوی صداقت پر زور دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ پڑھایا جائے وہ حقائق پر مبنی ہو۔ جھوٹی باتیں انسان کی فطرت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ جس طرح جسم کے لیے صحیح غذا ضروری ہے اسی طرح ذہن اور دماغ کے لئے بھی صحیح غذا ضروری ہے' صحت فکر اسی سے وابستہ ہے۔

(۵)----صداقت کے بعد انہوں نے افادیت پر زور دیا ہے۔ ان کے خیال میں صرف انھیں علوم کی تعلیم دی جائے جو دین و دنیا میں کام آئیں۔ غیر ضروری اور غیر مفید علوم و فنون کو نصاب سے خارج کردیا جائے اس سے افراد کی توانائی' مال اور عمر تینوں ضائع ہوتے ہیں جو ایک بڑا قومی نقصان ہے -----

(۶)----افادیت کے بعد وہ للھیت پر زور دیتے ہیں اور اساتذہ کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں کہ ان کے دل میں اخلاص و محبت ہو اور قومی تعمیر کی لگن ہو ----- وہ علم کو کھانے کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں بلکہ طلبہ کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ ہوں۔

(۷)---- للھیت کے بعد وہ حمیت و غیرت پر زور دیتے ہیں اور طلبہ میں خودداری اور خودشناسی کا جوہر پیدا کرنے کی ہدایت کرتے ہیں تاکہ وہ دست سوال دراز کرنے کے عادی نہ ہوجائیں اور اپنا یہ جوہر کھوکر معاشرے کے لیے ایک بوجھ اور اسلام کے لیے ایک داغ نہ بن جائیں ----- (۳۵)

(۸)----حمیت کے بعد فاضل بریلوی حرمت پر زور دیتے ہیں یعنی طالب علم کے دل میں تعلیم اور متعلقات تعلیم کا احترام پیدا کیا جائے۔

(۹)----حرمت کے بعد وہ صحبت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں یعنی طالب علم کو بری صحبت سے بچایا جائے کہ یہی عمر بننے اور بگڑنے کی ہوتی ہے ----- وہ مفید کھیل اور سیرو تفریح کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں تاکہ طالب علم کی طبیعت میں نشاط و انبساط باقی رہے اور وہ مسلسل تحصیل تعلیم سے اکتا نہ جائے۔

(۱۰)----آخر میں محدث بریلوی سکینت پر زور دیتے ہیں یعنی تعلیمی ادارے کا ماحول پرسکون اور باوقار ہونا چاہیے۔ تاکہ طالب علم کے دل میں وحشت اور انتشار فکر پیدا نہ ہو۔ (۳۶)

دو قومی نظریہ

پاک و ہند میں ہندو مسلمان دو قومیں صدیوں سے رہتی چلی آرہی ہیں لیکن دونوں کی تہذیب و تمدن جدا جدا ہیں۔ پہلی صدی ہجری میں (ساتویں صدی عیسوی) سے پاک و ہند میں مسلمانوں کا عمل دخل ہوا اور رفتہ رفتہ پہلے پاکستان میں اور پھر ہندوستان میں ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ انہوں نے اپنے ایک ہزار سالہ دور حکومت میں ہندوؤں کے ساتھ مثالی سلوک کیا جس کی ایک بین دلیل یہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کے دارالسلطنت رہے وہاں ہندو ہمیشہ اکثریت میں رہے لیکن اٹھارویں صدی عیسوی میں زوال سلطنت مغلیہ کے بعد ہندوؤں نے خود کو سنبھالنا شروع کیا پھر ۱۸۵۷ء میں جب مسلمانوں کا چراغ حکومت گل ہوگیا تو ہندوؤں نے اندر ہی اندر بڑھنے کی کوشش کی اور اپنے سابقہ محسنین کے احسانات کا بدلہ دینے کے بجائے ان سے انتقام کی ٹھانی

لیکن یہ جذبہ اتنا پوشیدہ تھا کہ بظاہر محسوس نہیں کیا گیا پھر بھی بعض زعماء نے محسوس کیا ----- چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۳۷) کی طرح محدث بریلوی نے اپنی مومنانہ فراست سے ہندوؤں کے عزائم کو بھانپ لیا اور برملا فرمایا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ہندو قوم مسلمانوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی بلکہ مسلمانوں کو اپنا زیردست اور ماتحت دیکھنا چاہتی ہے اور اکثریت کے بل بوتے پر خود حکومت کرنا چاہتی ہے ----- یہ وہ زمانہ تھا جب محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال جیسے مفکرین ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشش کررہے تھے -----

محدث بریلوی نے اپنے موقف کی وضاحت کے لیے متعدد فتوے (۳۸) اور رسائل و کتابیں لکھیں ----- مثلاً

(۱) **اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام۔** (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

(۲) **دوام العیش فی الائمتہ من قریش۔** (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)

(۳) **المحجتہ الموتمنہ فی یتہ الممتحنہ۔** (۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء)

(۴) **الطاری الداری لھفوات عبدالباری۔** (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء)

محدث بریلوی نے ان رسائل و کتب میں مسلمانوں کے لئے ہندوستان کی حیثیت، سلطنت و خلافت کے امتیازات، غیر مسلموں اور مسلمانوں کے درمیان معاملت اور موالات اور دو قومی نظریہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔

(۳۹) تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۲۰ء) کے جذباتی دور میں مسلمان سیاست دانوں نے محدث بریلوی کی تنبیہات اور ہدایات پر عمل نہیں کیا، اس کے برعکس ان پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ وہ یہ سب کچھ انگریزوں کے ایماء پر ان کی خوشنودی کے لیے کررہے ہیں۔ (۴۰) لیکن آگے چل کر تحریک شدھی وسنگٹھن (۱۹۲۳ء) نہرو رپورٹ (۱۹۲۸ء) کانگریس کی عارضی حکومت (۱۹۳۷ء) نے جب ہندوؤں کے عزائم ظاہر کردیئے تو یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ محدث بریلوی نے جو کچھ کہا تھا جو کچھ سوچا تھا حرف بہ حرف صحیح تھا۔ چنانچہ محمد علی جناح اور ڈاکٹر اقبال بھی اب دو قومی نظریے کے حامی ہوگئے۔ ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر محمد اقبال نے مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی۔ یہ تجویز نظری طور پر ۱۹۲۵ء میں محمد عبدالقدیر پیش کرچکے تھے۔ (۴۱) ----- علماء میں اقبال کی تجویز کی تائید سب سے پہلے فاضل بریلوی کے خلیفہ اور ایک عظیم مدبر مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے کی۔ (۴۲) اس کے بعد جب ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو فاضل بریلوی کے فرزند مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں (۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) خلفاء، تلامذہ اور متبعین و متوسلین نے پاکستان کی حمایت میں سخت جدوجہد کی اور ۱۹۴۶ء میں بنارس میں ایک چار روزہ اجلاس منعقد کرکے من حیث الجماعت کی حمایت کا اعلان کردیا۔ (۴۳) ----- اس میں شک نہیں کہ پاکستان کی تعمیرو تشکیل میں محدث بریلوی کے دو قومی نظریہ اور ان کے

پیروکاروں نے اہم کردار ادا کیا۔ (۴۴)

اسلام ایک ایسا عالمی مذہب ہے جس میں غیر مسلموں کے امن و عافیت ہے۔ متعصب مورخوں اور سیاست دانوں نے عوام کو بہت گمراہ کیا ہے۔ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے عدل، علم، علاج مفت مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ علماء اہلسنت کی طرف سے پاکستان کا مطالبہ درحقیقت دنیا کے لیے ایک ایسے خطہ کا مطالبہ تھا جہاں نظام مصطفیٰ کو عملی شکل میں دکھایا جائے۔ ان کے لیے جغرافیائی حدود سے نظریاتی حدود زیادہ اہم تھیں۔ پاکستان تو وجود میں آگیا مگر مسلسل بیرونی مداخلتوں کی وجہ سے وہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ پھر بھی پاکستان میں ہر غیر مسلم کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کی نفرت و عداوت اور زیادتیوں نے پاکستان کے لیے راہ ہموار کی پھر عوام اور علماء اہلسنت نے نفرت و عداوت کے اس ماحول سے نکلنے کے لئے پاکستان کا مطالبہ کیا۔

حواشی

۱ --- احمد رضا خاں : الاجازۃ الرضویہ (۱۳۲۳ھ) مشمولہ رسائل رضویہ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ج ۲، ص ۳۰۰

۲ --- محمد ظفر الدین رضوی : حیاتِ اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۹۵، ۹۷، ۱۸۲، ۱۸۷، ۲۸

۳ --- احمد رضا خاں : مقال عرفا و باعزاز شرع علماء (۱۳۲۷ھ/۱۹۱۰ء) مطبوعہ دہلی ص ۳۔۴۔۸

۴ --- احمد رضا خاں : مقال عرفاء و باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷/۱۹۱۰ء) مطبوعہ دہلی، ص ۳، ۴، ۸

۵ --- ابوالحسن علی ندوی : نزھۃ الخواطر، ج ۸، ص ۴۴

۶ --- احمد رضا خاں : عطایا القدیر فی حکم التصویر، مطبوعہ بریلی (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

۷ --- احمد رضا خاں : شفاء الوالہ فی صور الحبیب مزارہ و نعالہ (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مطبوعہ بریلی

۸ --- احمد رضا خاں : جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) مطبوعہ بریلی

۹ --- احمد رضا خاں : جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ بریلی

۱۰ --- احمد رضا خاں : ابریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور

۱۱ --- احمد رضا خان ۔ اجلی السیحیر فی حکم السماع والمزامیر (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

نوٹ : فاضل بریلوی نے رد بدعات میں جو سعی فرمائی اس پر دو مستقل کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

(۱) پروفیسر محمد فاروق القادری : فاضل بریلوی اور بدعت، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء

(۲) یٰسین اختر مصباحی : امام احمد رضا خاں اور ردبدعات و منکرات، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۵ء

۱۲ --- تفصیلی حالات کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں

ملاحظہ کریں :

(۱) سلیمان اشرف بہاری : الرشاد' مطبوعہ علی گڑھ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

(۲) محمد جمیل الرحمٰن قادری : تحقیقات قادریہ' مطبوعہ بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء

(۳) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم : مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۱۳ Syed Jamaluddin : The Bareilvis and the Khilafat Movement.
Mushirul Hasan : Communal and Pan-Islamic Trends in Colonial India Delhi 1981

۱۴ --- عبدالوحید قاضی : دربار حق و ہدایت' مطبوعہ پٹنہ

۱۵ --- پروفیسر محمد مسعود احمد : امام احمد رضا خاں اور عالم اسلام' مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۱۹ - ۱۲۶

۱۶ --- امام احمد رضا خاں : حسام الحرمین' مطبوعہ لاہور' ص ۱۴۱ - ۱۴۲

۱۷ --- احمد رضا خاں : الفیوضاۃ الملکیہ لمحب الدولتہ الملکیہ' مطبوعہ کراچی' ص ۴٦۲

۱۸ --- ابوالحسن علی ندوی : نزھتہ الخواطر' ج ۸' ص ۴۱

۱۹ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مبارک پور' ج ۳' ص ۲۳

۲۰ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ' مطبوعہ مانڈہ ۱۹۸۱ء ج ٦' ص ۴۹۸ - ۵۰۱

۲۱ --- نوراحمد قادری : مقالہ مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء' ص ۱۳

۲۲ --- عبدالنبی کوکب : مقالات یوم رضا' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ج ۳' ص ۱۰
(بہ روایت ڈاکٹر عابد احمد علی مرحوم مہتمم بیت القرآن - لاہور)

۲۳ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ' ج ۱۱' ۱۹۰ - ۲٦۰

۲۴ --- سند اجازت دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) بنام مولوی عبدالواحد (صوبہ سرحد) مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

۲۵ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ' ج ۱' ص ۳۲۱ - ۳۳۰

۲٦ --- ایضاً' ج ۱' ۳۴۴ - ۳۷۱

۲۷ --- ایضاً' ج ۱' ص ۴۸۴ - ۴۹۹

۲۸ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ' ج ۱' ص ۳۲۱ - ۳۳۰

۲۹ --- احمد رضا خاں : البیان شافیا لفونو غرافیا' مطبوعہ لاہور

۳۰ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ' ج ۱' ص ٦۱۱ - ٦۵۹

۳۱ --- ایضاً' ج ۱' ص ۴۰۷ - ۵۵۳

۳۲ --- احمد رضا خاں : تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (کلکتہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور

۳۳ --- نظریاتی ممالک میں بچپن ہی سے افراد کی نظریاتی تربیت شروع ہوجاتی ہے۔ مسعود

۳۴ --- برطانوی جاسوس ہمفرے کو اس مہم پر بلاد اسلامیہ بھیجا گیا تھا کہ وہ اور کاموں کے ساتھ ساتھ ایک کام یہ کرے کہ مسلمانوں کے دل سے محبت و عظمت رسول، احترام سادات اور تکریم اولیاء اللہ و صلحاء امت مٹادے۔ (ہمفرے کے اعترافات، لاہور ص ۱۱۳ - ۱۱۴)

۳۵ --- ڈاکٹر بابر امثکاف نے لکھا ہے کہ اپنے شاگردوں سے محدث بریلوی کا سلوک بڑا مشفقانہ اور کریمانہ تھا، خاص تقاریب کے موقعوں پر ہر علاقے اور ہر ملک کے طالب علم کے لیے اس کا پسندیدہ کھانا پکواکر ساتھ کھلایا کرتے تھے۔ مسعود

۳۶ --- محمد جلال الدین : امام احمد رضا خاں کا نظریہ تعلیم، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء

۳۷ --- راقم نے اپنی کتاب سیرت مجدد الف ثانی (مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء) میں حضرت مجدد کی سیاسی مساعی کا تفصیلی ذکر کیا ہے اس سے رجوع کیا جائے۔ مسعود

۳۸ --- احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ، مبارک پور ۱۹۸۱ء، ص ۳، ۴، ۹، ۱۲، ۱۶، ج ۶

۳۹ --- راقم نے اپنی مندرجہ ذیل کتابوں میں فاضل بریلوی کے دو قومی نظریہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ تفصیل کے لیے ان سے رجوع کیا جائے۔

(۱) فاضل بریلوی اور ترک موالات، (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

(۲) تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء)

۴۰ --- راقم نے اپنی کتاب "گناہ بے گناہی" (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء) میں اس الزام کا تحقیقی جائزہ لیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ الزام بے بنیاد اور شر انگیز ہے۔ مسعود

۴۱ --- محمد عبدالقدیر : ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس، ۱۹۲۵ء، ص ۵۴ - ۵۷

۴۲ --- (ا) السوادالاعظم (مراد آباد) شمارہ شعبان ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱ء) ص ۱۳ - ۱۴

(ب) ایضاً، شمارہ ذیقعد (۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء)، ص ۱۳ - ۱۴

۴۳ --- سید محمد محدث : خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، آل انڈیا سنی کانفرنس

(۲۴ تا ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء)، مطبوعہ مراد آباد، ص ۲۹

۴۴ --- تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں :

(ا) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان، جلد اول و دوم، مطبوعہ لاہور

(۲) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ہند اور السوادالاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(۳) محمد عبدالحکیم شرف قادری : تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

(۴) محمد صدیق ہزاروی : تعارف علمائے اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

فاضلِ بریلوی کی علمی خدمات

از: علامہ عبد الحکیم شرف قادری/ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

امام احمد رضا بریلوی ۱۰/ شوال ۱۲۷۲ھ کو بریلی شریف' یو پی' انڈیا میں پیدا ہوئے' آپ کے والد ماجد غزالی زماں مولانا نقی علی خاں اور جد امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہما اپنے دور کے اکابر علماء اور اولیاء میں سے تھے' آپ کے آباء و اجداد قندھار' افغانستان سے ہجرت کر کے پہلے لاہور پھر بریلی میں قیام پذیر ہوگئے۔

فاضل بریلوی قدس سرہ' نے تمام مروجہ علوم و فنون اپنے والد ماجد سے پڑھ کر تقریباً چودہ سال کی عمر میں سند فضیلت حاصل کی اور مسند تدریس و افتاء کو زینت بخشی' والد ماجد کے علاوہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی' علامہ احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ علامہ عبد الرحمٰن مکی' علامہ حسین بن صالح مکی اور حضرت مولانا شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ کیا' امام احمد رضا بریلوی نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علماء سے پڑھے' باقی علوم خداداد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعے حاصل کئے اور نہ صرف پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں محیرالعقول مہارت حاصل کی بلکہ ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۴/ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے' اسی دن رضاعت کے ایک مسئلے کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا' اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کردیا گیا۔(۱) اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دے گئے۔ ردالمختار علامہ شامی پر پانچ جلدوں میں حاشیہ لکھا' قرآن پاک کا مقبول انام ترجمہ لکھا جو "کنزالایمان" کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت کے خلاف لب کشائی کرنے پر بھرپور تنقید کی' "سبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح" (اللہ تعالیٰ جھوٹ جیسے قبیح عیب سے پاک ہے) کے علاوہ امکان کذب کے رد پر پانچ رسالے لکھے اللہ تعالیٰ کو جسم ماننے

والوں کے رد میں رسالہ مبارک "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار" تحریر کیا' دین اسلام کے مخالف' قدیم فلاسفہ کے عقائد پر رد کرتے ہوئے مبسوط رسالہ "الکلمتہ الملمتہ" رقم فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام' اہل بیت عظام' ائمہ دین مجتہدین اور اولیاء کاملین کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت محاسبہ کیا۔ قادیان میں انگریز کے کاشتہ پودے کی بیخ کنی کی اور اس کے خلاف متعدد رسائل لکھے' مثلاً :

۱۔ **جزاء اللہ عدوہ لاباۂ ختم النبوۃ**

۲۔ **قہر الدیان علی مرتد بقادیان**

۳۔ **المبین معنی ختم النبین**

۴۔ **السوء والعقاب علی المسیح الکذاب**

۵۔ **الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی**

امام احمد رضا نے اس دور میں پائی جانے والی بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشوں کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر ہر محاذ پر جہاد کیا اور تمام عمر اس کام میں صرف کردی۔

عبقری فقیہ

○ امام احمد رضا بریلوی مروجہ علوم دینیہ مثلاً تفسیر' حدیث' فقہ' کلام' تصوف' تاریخ' سیرت' معانی' بیان' بدیع' عروض' ریاضی' توقیت' منطق' فلسفہ وغیرہ کے یکتائے زمانہ فاضل تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ طب' علم جفر' تکسیر' زیجات' جبر و مقابلہ' لوگارثم' جیومیٹری' مثلث کروی وغیرہ علوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ یہ وہ علوم ہیں جن سے عام طور پر علماء تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انہوں نے پچاس سے زیادہ علوم و فنون میں تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا اور ہر فن میں قیمتی تحقیقات کا اضافہ کیا' غرض یہ کہ ایک فقیہ کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب امام احمد رضا بریلوی کو حاصل تھے۔

علوم قرآن

○ انہوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا' قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا' شان نزول' ناسخ و منسوخ' تفسیر بالحدیث' تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا بریلوی کا ترجمہ "کنزالایمان" سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقلد ہونے کے باوجود عموماً مسائل پر مجتہدانہ انداز میں گفتگو کرتے ہیں۔ پہلے قرآن کریم سے' پھر حدیث شریف سے' پھر سلف صالحین اور اس کے بعد فقہائے متاخرین کے ارشادات سے استدلال اور استناد کرتے ہیں۔

قرآن کریم سے اچھوتا استدلال

○ حضرت علامہ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی نے ایک استفتاء بھجوایا جس میں سوال یہ تھا کہ کیا مشرقی افق سے سیاہی نمودار ہوتے ہی مغرب کا وقت ہوجاتا ہے سیاہی کے بلند ہونے پر مغرب کا وقت ہوگا؟

امام احمد رضا نے جواب دیا کہ سورج کی ٹکیہ کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہی سیاہی مشرقی افق سے کئی گز بلند ہوجاتی ہے۔ اس مسئلے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس پر عیاں و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں...... الحمدللہ! عجائب قرآن منتہی نہیں.... ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ **تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی الیل** کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں چمک رہی ہیں۔

رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکم قدیر عزجلالہ دن میں داخل فرماتا ہے، ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی، اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے، ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی۔"(۲)

تحریک پاکستان کے قافلہ سالار محدث اعظم ہند مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں۔

"علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ فارسی زبان میں اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جاسکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں (روح) قرآن ہے۔"(۳)

علوم حدیث

○ امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے۔ طرق حدیث، مشکلات حدیث، ناسخ و منسوخ، راجح و مرجوح، طرق تطبیق، وجوہ استدلال اور اسماء رجال یہ سب امور انھیں مستحضر رہتے تھے۔ محدث کچھوچھوی فرماتے ہیں۔

"علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں، ہروقت پیش نظر، اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت و درایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح و تعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے اٹھاکر دیکھا جاتا تو تقریب و تہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا تھا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت۔"(۴)

امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل و براہین کے انبار لگادیتے ہیں۔ وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظرڈالنے کی بجائے بحث و تحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں، مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے، متقدمین فقہاء کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلاف تھا ہی نہیں۔

طرق حدیث

○ بنگال سے ایک سوال آیا کہ ہمارے علاقے میں ہیضہ، چیچک، قحط سالی وغیرہ آجائے تو لوگ بلا کے دفع کے لئے چاول، گیہوں وغیرہ جمع کرکے پکاتے ہیں، علماء کو بلاکر کھلاتے ہیں، اور خود محلے والے بھی کھاتے ہیں، کیا یہ طعام ان کے لئے کھانا جائز ہے؟

امام احمد رضا بریلوی نے جواب دیا کہ یہ طریقہ اور اہل دعوت کے لئے اس طعام کا کھانا جائز ہے، شریعت مطہرہ میں اس کی ہرگز ممانعت نہیں ہے۔ اس دعوے پر ساٹھ حدیثیں بطور دلیل پیش کیں، یہ حدیث بھی پیش کی :

"الدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلوة باللیل والناس نیام۔"

"اللہ تعالیٰ کے ہاں درجہ بلند کرنے والے امور ہیں اسلام کا پھیلانا اور ہر طرح کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور رات کو نماز پڑھنا جب کہ لوگ سورہے ہوں۔"

پھر جو اس کی تخریج کی طرف توجہ ہوئی تو فرمایا کہ یہ حدیث مشہور و مستفیض کا ایک حصہ ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت اپنی شان کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان رکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"فتجلی لی کل شئی وعرفت ہرچیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔"

اب اس حدیث کے حوالے ملاحظہ ہوں :

○ **رواہ امام الائمتہ ابوحنیفتہ والامام احمد و عبدالرزاق فی مصنفہ والترمذی والطبرانی عن ابن عباس۔**

○ **واحمد والطبرانی وابن مردویہ عن معاذ بن جبل۔**

○ **وابن خزیمتہ والدرامی والبغوی وابن السکن وابونعیم وابن بسطتہ عن عبدالرحمن بن عایش واطبرانی عنہ عن صحابی۔**

○ **ولبزاز عن ابن عمر وعن ثوبان۔**

○ **والطبرانی عن ابی امامتہ۔**

○ **وابن قانع عن ابی عبیدۃ بن الجراح۔**

○ **والدار قطنی و ابوبکر النیسا بوری فی الزیادات عن انس۔**

○ **وابوالفرح تعلیقا عن ابی ہریرۃ۔**

○ **وابن ابی شیبتہ مرسلا عن عبدالرحمن بن سابط۔** (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

آخر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے طرق کی تفصیلات اور کلمات کا اختلاف اپنی بابرکت کتاب **سلطنتہ المصطفی فی ملکوت کل الوری** میں بیان کیا ہے(۵) قلم برداشتہ کسی حدیث کے اتنے ماخذ کا بیان کردینا معمولی بات نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ **رادالقحط والوباء بدعوۃ الجیران و مواساۃ الفقراء** کے نام سے ماہ ربیع الاخر ۱۳۱۲ھ میں مکمل کیا۔

امام احمد رضا بریلوی نے تخریج احادیث کے آداب پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے : **الروض البھیج فی اداب التخریج**۔ مولوی رحمٰن علی اس رسالہ مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنف کو اس فن کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"(٦)

فن اسماء الرجال

ایک سوال پیش ہوا کہ سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس موضوع پر غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی' معیارالحق میں کلام کر چکے تھے' اس لئے امام احمد رضا بریلوی نے اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی اور ۱۳۴ صفحات پر مشتمل رسالہ **حاجزالبحرین** تصنیف فرمایا۔ رسالہ کیا ہے علم حدیث اور علم اسماء الرجال کا بحر مواج ہے۔ اس کا مطالعہ کرتے وقت غیر مقلدین کے شیخ الکل علم حدیث میں طفل مکتب نظر آتے ہیں۔ آج تک غیر مقلدین کو علم حدیث کے مدعی ہونے کے باوجود اس کا جواب دینے کی جرات نہیں ہو سکی۔

امام نسائی حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا وہ تیزی کے ساتھ سفر کر رہے تھے' شفق غروب ہونے والی تھی کہ اتر کر نماز مغرب ادا کی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں کیں' بلکہ صورۃ اور عملاً جمع کیں۔ یہ بات میاں صاحب کے موقف کے خلاف تھی انہوں نے اس پر اعتراض کیا کہ امام نسائی کی روایت میں راوی ولید بن قاسم ہیں اور ان سے روایت میں خطا ہوتی تھی تقریب میں ہے :

صدوق یخطی۔

اس اعتراض پر امام احمد رضا بریلوی نے متعدد وجوہ سے گرفت فرمائی۔

۱۔ یہ تحریف ہے' امام نسائی نے ولید کا فقط نام ذکر کیا تھا' میاں صاحب نے ازراہ چالاکی اسی نام اور اسی طبقے کا ایک راوی متعین کرایا جو امام نسائی کے راویوں میں سے ہے اور جس پر کسی قدر تنقید بھی کی گئی ہے حالانکہ یہ راوی ولید بن قاسم نہیں بلکہ ولید بن مسلم ہیں جو صحیح مسلم کے رجال اور ائمہ ثقافت اور حفاظ اعلام میں سے ہیں' ہاں وہ تدلیس کرتے ہیں' لیکن اس کا کیا نقصان کہ اس جگہ وہ صاف **حدثنی نافع** فرما رہے ہیں۔

۲۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ابن قاسم ہی ہیں تاہم وہ مستحق رد نہیں امام احمد نے ان کی توثیق کی ہے' ان سے روایت کی' محدثین کو ان سے حدیث لکھنے کا حکم دیا۔ ابن عدی نے کہا جب وہ کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۔ صحیح بخاری و مسلم میں کتنے راوی وہ ہیں جن کے بارے میں تقریب میں فرمایا **صدوق یخطی** کیا آپ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ صحیحین کی روایات کو بھی رد کر دو گے؟

پھر امام احمد رضا بریلوی نے حاشیہ میں قلم برداشتہ صحیحین کے ۳۱ ایسے راویوں کے نام گنوا دیئے جن کے بارے میں اسماء رجال کی کتابوں میں **اخطاٴیا کثیرالخطاء** کے الفاظ وارد ہیں۔

۴۔ حسان بن حسان بصری' صحیح بخاری کے راوی ہیں ان کے بارے میں تقریب میں ہے **صدوق یخطی**' ان کے بعد حسان بن حسان واسطی کے بارے میں لکھا ابن

منده نے انھی وہم کی بنا پر حسان بصری سمجھ لیا حالانکہ حسان واسطی ضعیف ہیں' دیکھئے پہلے حسان بصری کو **صدوق یخطی** کہنے کے باوجود واضح طور پر کہہ دیا کہ وہ ضعیف نہیں ہیں۔

مطالب حدیث

○ مرزائیوں نے حدیث شریف **لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مسلجد** سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اس طرح استدلال کیا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد بنایا' اس سے ظاہر ہوا کہ نبی یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نبی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کی قبریں تھیں جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

امام احمد رضا بریلوی حدیث مذکور سے استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ا۔۔۔ "**انبیائهم**" میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ہے حتیٰ کہ اس کا یہ معنی ہو کہ حضرت موسیٰ سے یحییٰ علیہم الصلوۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو تمام یہود و نصاریٰ نے مسجد بنالیا ہو' یہ یقیناً غلط ہے' اور جب استغراق مراد نہیں تو بعض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داخل کرلینا باطل اور مردود ہے۔ یہود و نصاریٰ کا بعض انبیاء کی قبور کریمہ کو مسجد بنالینا صدق حدیث کے لیے کافی ہے۔

علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ سوال اٹھایا کہ نصاریٰ کے انبیاء کہاں ہیں؟ ان کے نبی تو صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے' ان کی قبر نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب یہ دیا۔

ا۔ "انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتدا ہو یا کسی کی پیروی میں' یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے ان کی پیروی کی اور اس میں شک نہیں کہ نصاریٰ بہت سے ان انبیاء کی قبور کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔" (ترجمہ)

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث میں اقتصار واقع ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بناتے تھے اور نصاریٰ اپنے صالحین کی قبروں کو۔ صحیح بخاری' حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں قبور انبیاء کے بارے میں صرف یہودیوں کا ذکر ہے اور ان کے ساتھ ان کے انبیاء کا ذکر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

قاتل اللہ الیہود اتخذوا قبور انبیائهم مساجد۔

اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

صحیح بخاری' حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں صرف نصاریٰ کا ذکر تھا ان کے ساتھ صرف صالحین کا ذکر ہے' انبیاء کرام کا ذکر نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

اولئک قوم اذامات فیهم العبد الصالح بنوا علی قبره مسجدا وصوروا فیه تلک الصور۔

نصاریٰ وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہوجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں وہ

تصویریں بنالیتے۔

اور صحیح مسلم حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کا ذکر تھا اس میں انبیاء صالحین دونوں کا ذکر فرمایا' چنانچہ ارشاد فرمایا :

الا ومن کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائھم وصالحھم مساجد۔

خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیتے تھے۔

کسی حدیث کا مطلب اسی وقت واضح ہوتا ہے جب اس کے متعدد طرق کو جمع کیا جائے۔(۷)

دین کے اصول و قواعد

ایک متبحر فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کے اصول و قواعد کا وسیع علم رکھتا ہو تاکہ کسی نئے مسئلے کا حکم پورے وثوق کے ساتھ بیان کرسکے' امام احمد رضا بریلوی سے سوال کیا گیا کہ ردسر کی شکر ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والے اس بات کی احتیاط نہیں کرتے کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک' حلال جانور کی یا حرام کی۔ اس شکر کا کیا حکم ہے؟(۸) امام احمد رضا بریلوی نے جواب سے پہلے دس مقدمات بیان کئے جن میں شرعی اصول و ضوابط پیش کئے' ان ہی مقدمات میں ایک ضابطہ کلیہ واجبتہ الحفظ بیان فرمایا۔

"فعل و فرائض و ترک محرمات کو ارضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً" پروا نہ کرے اور اتیان مستحب و ترک غیراولیٰ پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔

اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناخت نہ ثابت ہو تو ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لئے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔

ہاں وہاں! ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہ برامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تقشف غافل و جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں' خبردار و محکم گیر' یہ چند سطروں میں علم غزیر و **باللہ التوفیق والیہ المصیر**۔"(۹)

عربی لغات

علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے لفظ **طف** بہ پڑنے کے معنی میں استعمال کیا اور فرمایا۔ "**حتی طف من جوانبھا**۔"اس پر امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا۔

"مجھے یہ فعل اور اس کا مصدر صحاح(۱)' صراح(۲)' مختار(۳)' قاموس(۴)' تاج العروس(۵)' مفردات(٦)' نہایہ(۷)' درثیر(۸)' مجمع البحار(۹) اور مصباح(۱۰) میں نہیں ملا۔ ہاں قاموس میں صرف اتنا ہے کہ **طف المکوک والاناء وطففہ وطفاہ** وہ چیز جو اس برتن کے کناروں کو بھردے۔"(۱۰)

امام احمد رضا بریلوی کو عربی زبان پر اس قدر عبور تھا کہ ایک نامانوس لفظ دیکھتے ہی اسے غریب سمجھا اور اس کی غرابت پر لغات کی دس مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا ان ماخذ میں عربی لغات بھی ہیں اور لغات حدیث

بھی۔

امام احمد رضا بریلوی اپنی اکثر و بیشتر تصنیفات کے خطبوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور درود شریف کے ساتھ ساتھ وہ مسئلہ بھی بیان فرمادیتے ہیں جسے بعد ازاں تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اکثر رسائل و تصنیفات کا ایسا حسین نام تجویز فرماتے ہیں جس سے نہ صرف واضح طور پر موضوع کی نشان دہی ہوتی ہے بلکہ حروف ابجد کے حساب سے سال تصنیف بھی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن کمال پاشا نے فقہا کے سات طبقے بیان کیے جن میں سے تیسرا طبقہ مجتہدین فی المسائل کا ہے۔ یہ وہ فقہا ہیں جو اصول و فروع میں اپنے امام کے پابند ہیں اور امام کے غیر منصوص احکام کا استنباط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں' امام احمد رضا بریلوی کے فتاویٰ اور تحقیقات جلیلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ وہ مجتہدین کے اسی طبقے میں شامل ہیں۔ چنانچہ آپ نے نوٹ کے احکام پر مبسوط رسالہ **کفل الفقیہ الفاہم** لکھ کر عرب و عجم کے علماء کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کردیا۔ اسی طرح انگریزوں کی ایک کمپنی ردسر جانوروں کی ہڈیاں جلاکر ان کی راکھ سے شکر صاف کرتی تھی' یہ ایک نیا مسئلہ تھا جسے آپ نے اصول دینیہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اسی طرح جنس ارض کی تہتر ۷۳' قسمیں علماء متقدمین نے بیان کی تھیں جن میں آپ نے ایک سو سات (۱۰۷) چیزوں کا اضافہ کیا' اور جن چیزوں سے نہیں ہوسکتا فقہا متقدمین نے سینتالیس ۴۷ چیزیں گنوائی تھیں جبکہ آپ نے ان میں تہتر ۷۳ چیزوں کا اضافہ کیا۔

فتاویٰ رضویہ جلد اول کے بارے میں خود فرماتے ہیں۔

"بظاہر اس (پہلی جلد) میں ۱۱۴ فتوے اور ۲۸ رسالے ہیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہزارہا مسائل پر مشتمل ہے جن میں صدہا وہ ہیں کہ اس کتاب کے سوا کہیں نہ ملیں گے۔"(۱۱)

حکیم محمد سعید دہلوی' چیئرمین ہمدرد ٹرسٹ' پاکستان رقم طراز ہیں۔

"میرے نزدیک ان کے فتاویٰ کی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ وہ کثیر در کثیر فقہی جزئیات کے مجموعے ہیں بلکہ ان کا خاص امتیاز یہ ہے کہ ان میں تحقیق کا وہ اسلوب و معیار نظر آتا ہے جس کی جھلکیاں ہمیں صرف قدیم فقہا میں نظر آتی ہیں' میرا مطلب ہے کہ قرآنی نصوص اور سنن نبویہ کی تشریح و تعبیر اور ان سے احکام کے استنباط کے لئے قدیم فقہا جملہ علوم و مسائل سے کام لیتے تھے اور یہ خصوصیت مولانا کے فتاویٰ میں موجود ہے۔"(۱۲)

علم طب

○ امام احمد رضا بریلوی وہ بالغ نظر مفتی ہیں جو احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے تمام امکانی ماخذ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایک ماہر طبیب جب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کرتا ہے تو بیش بہا طبی معلومات دیکھ کر اسے حیرت ہوتی ہے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ وہ کسی مفتی کی تصنیف پڑھ رہا ہے یا ماہر طبیب کی۔ چنانچہ جناب حکیم محمد سعید دہلوی لکھتے ہیں۔

"فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام وسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کسی لفظ کی معنویت کی تحقیق کے لیے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے' اس لیے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں' مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقت نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے' وہ اپنی تحریروں میں صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب بھی معلوم ہوتے ہیں' ان کے تحقیقی اسلوب و معیار سے دین و طب کے باہمی تعلق کی بھی بخوبی وضاحت ہوجاتی ہے۔"(۱۳)

مرجع العلماء

○ یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں' فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے' مصنف تھے' جج تھے یا وکیل تھے۔ مولانا خادم حسین فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ایک مقالہ لکھا جس کا عنوان ہے :

"امام احمد رضا بریلوی ــــــــــ
بحیثیت مرجع العلماء"

اس مقالہ میں انہوں نے فتاویٰ رضویہ کی نو جلدوں (پہلی سے ساتویں اور دسویں گیارھویں جلد) کا مطالعہ پیش کیا ہے' ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق ان جلدوں میں چار ہزار پچانوے (۴۰۹۵) استفتا ہیں' جن میں سے تین ہزار چونتیس (۳۰۳۴) عوام الناس کے استفتاء اور ایک ہزار اکسٹھ (۱۰۶۱) استفتاء علماء اور دانشوروں کے پیش کردہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی تعداد علماء و دانشوروں کی ہیں یہی وجہ ہے کہ عموماً امام احمد رضا بریلوی جواب دیتے وقت ہاں یا نہیں میں بات نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کے انبار لگادیتے ہیں۔ مولانا خادم حسین کا یہ مقالہ فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کی جلد اول میں شائع ہوا۔

امام احمد رضا بریلوی کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ انھیں جو عالم بھی ملا عقیدت و احترام سے ملا اور ہمیشہ کے لئے ان کا مداح بن گیا' حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتی' عظیم محدث اور عمر میں بڑے ہونے کے باوجود امام احمد رضا بریلوی سے اس قدر والہانہ تعلق رکھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی۔ حضرت علامہ مولانا مفتی سراج احمد خانپوری اپنے دور کے جلیل القدر فاضل تھے اور علم میراث میں تو انھیں **تخصص** حاصل تھا۔ "الزبدۃ السراجیہ" لکھتے وقت ذوی الارحام کی صنف رابع کے بارے میں مفتی بہ قول دریافت کرنے کے لیے دیوبند' سہارنپور اور دیگر علمی مراکز کی طرف رجوع کیا' کہیں سے تسلی بخش جواب نہ آیا' پھر انہوں نے وہی سوال بریلی بھجوایا' ایک ہفتے میں انھیں

جواب موصول ہوگیا جسے دیکھ کر ان کا دماغ روشن ہوگیا اور وہ تازیست امام احمد رضا بریلوی کے فضل و کمال اور تبحر علمی کے گن گاتے رہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی فقاہت اور تبحر علمی کے قائل ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلماء کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا' اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔

"ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید ہی کوئی ان کا ہم پلہ ہو' اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی۔"(۱۴)

مولانا کوثر نیازی ہندوستان گئے تو ندوۃ العلماء لکھنؤ بھی گئے' واپسی پر انہوں نے اپنے تاثرات میں ندوہ کے بارے میں لکھا کہ اس کے ہال میں ہندوستان کے ممتاز علماء کا امتیازی مقام واضح کرنے کے لیے چارٹس آویزاں کئے گئے تھے' چنانچہ علم فقہ میں ممتاز شخصیت کی حیثیت سے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا نام لکھا ہوا تھا۔(۱۵) تذکرہ و تاریخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے فقہا ہو گزرے ہیں ان سب میں ممتاز فقیہ کے طور پر امام احمد رضا بریلوی کا نام منتخب کرنا اور وہ بھی ان کے مخالفین کی طرف سے' ان کے فضل و کمال کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ے

الفضل ماشهدت به الاعداء

(فضیلت وہ ہے جس کی گواہی مخالفین بھی دیں)

امام احمد رضا بریلوی میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان و استدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے' اس کے باوجود تکبر اور عجب کی زد میں نہیں آتے' وہ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ میں مجتہد ہوں اور براہ راست کتاب و سنت سے استدلال کرتا ہوں بلکہ وہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید و حمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ اپنے فتاویٰ کی حیثیت کا تعین کس انداز میں کرتے ہیں' فرماتے ہیں۔

"فتوے کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) عرفیہ' فتوائے حقیقیہ تو یہ ہے کہ تفصیلی دلیل کی معرفت کی بنا پر فتویٰ دیا جائے' ایسے حضرات کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے' چنانچہ کہا جاتا ہے فقیہ ابوجعفر اور فقیہ ابواللیث اور ان جیسے دیگر فقہاء رحمهم اللہ تعالیٰ نے یہ فتویٰ دیا' فتوائے عرفیہ یہ ہے کہ ایک عالم امام کی تقلید کرتے ہوئے اس کے اقوال بیان کرے اور اسے تفصیلی دلیل کا علم نہ ہو' جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ ابن نجیم' غزی' طوری کے فتاویٰ اور فتاویٰ خیریہ' اسی طرح زمانے اور مرتبے میں موخر فتاویٰ کو فتاوی رضویہ تک گنتے چلے جایئے' اللہ تعالیٰ اس فتاویٰ کو باعث خوشنودی اور پسندیدہ بنائے۔ آمین(۱۶)(ترجمہ)

انہوں نے کثیر مقامات میں اکابر فقہا متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان

کے شایان شان نہ ہو' وہ اپنی تنقید اور گرفت کو معروضہ یا تطفل (بچپنے) سے تعبیر کرتے ہیں' آج بعض علماء کو اللہ تعالیٰ نے وسعت علمی عطا فرمائی ہے تو وہ بزرگوں کے بارے میں ایسا لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں جیسے کسی طفل مکتب سے ہم کلام ہوں' یہ رویہ کسی طرح بھی قابل تحسین نہیں ہے۔

ذوق شعرو سخن

○

تحقیقات علمیہ میں امام احمد رضا بریلوی کا بلند ترین مقام تواہل علم کے نزدیک مسلم ہی ہے شعرو ادب میں بھی وہ قادر الکلام اساتذہ کی صف میں شامل ہیں جامعہ ازہر مصر کے ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ علمی موشگافیاں کرنے والا محقق نازک خیال ادیب اور شاعر بھی ہوسکتا ہے! متنبی ادب عربی کا مسلم اور نامور شاعر ہے' وہ کہتا ہے۔ ؎

ازورهم وسواد الليل يشفع لى
وانثنى وبياض الصبح يغرى بى

(میں اس حال میں محبوبوں کی زیارت کرتا ہوں کہ رات کی سیاہی میری سفارش کرتی ہے اور اس حال میں لوٹتا ہوں کہ صبح کی سفیدی میرے خلاف برانگیختہ کرتی ہے)

کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ اس کے پہلے مصرعے میں پانچ چیزوں کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعے میں ان کے مقابل پانچ چیزوں کا اسی ترتیب سے ذکر ہے۔

پہلا مصرع : ۱۔ زیارت ۲۔ سیاہی ۳۔ رات ۴۔ سفارش کرنا ۵۔ لی (میرے حق میں)
دوسرا مصرع : ۱۔ واپسی ۲۔ سفیدی ۳۔ صبح ۴۔ برانگیختہ کرنا ۵۔ بی (میرے خلاف)

امام احمد رضا بریلوی کا شعر ملاحظہ ہو' معنوی بلندی اور پاکیزگی کے ساتھ ساتھ شاعرانہ نقطہ نظر سے کتنا زور دار ہے! پہلے مصرعے میں بجائے پانچ کے چھ چیزوں کا ذکر ہے اور ان کے مقابل دوسرے مصرعے میں بھی چھ چیزیں ہی مذکور ہیں' اور لطف یہ ہے کہ غزل نہیں بلکہ نعت ہے جہاں قدم قدم پر احتیاط لازم ہے۔ ؎

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

پہلا مصرع : ۱۔ حسن ۲۔ انگشت ۳۔ کٹیں (غیر اختیاری عمل تھا) ۴۔ عورتیں ۵۔ مصر ۶۔ "کٹیں" سے ایک بار کا پتا چلتا ہے۔
دوسرا مصرع : ۱۔ نام ۲۔ سر ۳۔ کٹاتے (اختیاری عمل ہے) ۴۔ مرد ۵۔ عرب ۶۔ "کٹاتے ہیں" سے استمرار معلوم ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اصناف شعرو سخن میں سے حمد باری تعالیٰ' نعت اور منقبت کو منتخب کیا' قصیدہ معراجیہ' قصیدہ نوریہ اور مقبولیت عامہ حاصل کرنے والا سلام۔ ؎

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ایسے ادب پارے پیش کئے۔

ان کی تمام تصانیف کی بنیاد اسلام اور داعی اسلام سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری وابستگی پر ہے'

اسلامیان پاک و ہند کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بسانے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔

دو قومی نظریہ

○

۲۰-۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات شروع ہوئی' پہلی تحریک کا مقصد سلطنت عثمانیہ ترکی کی حفاظت اور امداد تھا جبکہ دوسری تحریک کا مقصد ہندوستان کی آزادی کے لئے بائیکاٹ کے ذریعے حکومت برطانیہ پر دباؤ ڈالنا بتایا گیا' مسٹر گاندھی کمال عیاری سے دونوں تحریکوں کا قائد اور امام بن گیا' حالات اس نہج پر پہنچ گئے کہ قریب تھا کہ مسلمان اپنا ملی تشخص کھوکر ہندو مت میں مدغم ہوجاتے' اس ماحول میں امام احمد رضا بریلوی نے "المحجتہ الموتمنہ" اور "انفس الفکر" ایسے رسائل لکھ کر دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنادیا اور دلائل سے ثابت کیا کہ ہندو نہ تو مسلمانوں کا خیر خواہ ہے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا امام بن سکتا ہے' ان کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان انگریزوں کے چنگل سے رہا ہوکر ہندوؤں کے محکوم اور غلام بن کر رہ جائیں گے' اس لئے مسلمانوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے جو دونوں سے گلو خلاصی کرائے۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جس کی بنا پر پاکستان کا قیام عمل میں آیا' امام احمد رضا بریلوی کے تلامذہ' خلفاء اور تمام ہم مسلک علماء و مشائخ نے نظریہ پاکستان کی حمایت کی اور ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس' بنارس کے اجلاس میں متفقہ طور پر قیام پاکستان کے حق میں قراردادیں پاس کی گئیں اور اپیل کی گئی کہ اپنے اپنے علاقوں میں مسلم لیگ کے نمائندوں کو کامیاب کرایا جائے' حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ حضرات حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا تھا۔

امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی فکر کی بنیاد قرآن و حدیث پر تھی' ان کے نزدیک کسی بھی کافر سے محبت کی گنجائش نہیں ہے خواہ وہ ہندو ہو یا انگریز۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی' مجوس ہوں خواہ یہود و نصاریٰ ہوں' خواہ ہنود اور سب سے بدترین مرتدان عنود۔"(۱۷)

پٹنہ' عظیم آباد کی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں منعقد ہونے والی کانفرنس میں ارشاد فرمایا۔

"سب کلمہ گو حق پر ہیں' خدا سب سے راضی ہے' سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے' گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے' اس کے معاملے کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے...... یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے' جو مقال ہے ایسی باتوں سے مالا مال ہے' سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب ذی الجلال ہیں۔"(۱۸)

اسرار شریعت و طریقت کا اجالا پھیلاکر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء بروز جمعہ عین اس وقت عبقری اسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کی روح قفس عنصری سے

پرواز کر گئی جب موذن ازان جمعہ میں کہہ رہا تھا حی علی الفلاح--------- رحمہ اللہ تعالی رحمتہ واسعتہ واسکنہ فی اعلی علیین ونفعنا وجمیع المسلمین بعلومہ و معارفہ۔

حواشی

ا--- محمد صابر نسیم بستوی' اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ' لاہور) ص ۳-۲۲

۲--- امام احمد رضا بریلوی' امام : فتاویٰ رضویہ (طبع مراد آبادی) ج ۲ ص ۴- ۲۶۳

۳--- عبد النبی کوکب' مولانا: مقالات یوم رضا' ج ا' ص ۴۱

۴--- عبد النبی کوکب' مولانا: مقالات یوم رضا' ج ا' ص ۴۱

۵--- احمد رضا بریلوی' امام : راد القحط و الوباء (مکتبہ رضویہ' لاہور) ص ۱۱

۶--- رحمٰن علی' مولوی : تذکرہ علمائے ہند اردو (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی' کراچی) ص ۱۰۰

۷--- احمد رضا بریلوی' امام : مجموعہ رسائل رد مرزائیت (رضا فاؤنڈیشن' لاہور) ص ۹۰-۸۷

۸--- روسرا انگریزی تاجروں کی ایک جماعت کا نام ہے جس نے شاہجہان پور میں شکر کا کارخانہ لگایا تھا اور وہ حیوانوں کی ہڈیاں جلا کر اس کے کوئلوں سے شکر صاف کرتی تھی۔ (تذکرہ علمائے ہند' اردو از رحمٰن علی ص ۱۰۰)

۹--- احمد رضا بریلوی' امام : فتاویٰ رضویہ (مکتبہ نعیمیہ' مراد آباد) ج ۲ ص ۱۲۷

۱۰--- احمد رضا بریلوی' امام : جد الممتار (مطبع عزیزیہ' حیدر آباد دکن) ج ا ص ۱۲۹

۱۱--- احمد رضا بریلوی' امام : فتاویٰ رضویہ (طبع بمبئی) ج ا ص ۷۵۰

۱۲--- محمد سعید دہلوی' حکیم : معارف رضا' کراچی' شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۹۹

۱۳--- محمد سعید دہلوی' حکیم : معارف رضا' شمارہ نہم ۱۹۸۹ء ص ۱۰۰

۱۴--- ابو الحسن علی ندوی : نزہتہ الخواطر (نور محمد کراچی) ج ۸' ص ۴۱

۱۵--- کوثر نیازی : مشاہدات و تاثرات' روزنامہ جنگ' لاہور' ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء

۱۶--- احمد رضا بریلوی' امام : فتاویٰ رضویہ (رضا اکیڈمی' بمبئی) ج ا ص ۳۸۵

۱۷--- احمد رضا بریلوی' امام : فتاویٰ رضویہ (طبع مبارک پور) ج ۶ ص ۱۹۲

۱۸--- محمد ظفر الدین بہاری' مولانا : حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۲۷

علمِ ہندسہ پر امام احمد رضا کی نقد و نظر

علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی (شیخ الحدیث، دار العلوم نور الحق، فیض پور، انڈیا)

علم ریاضی اور بالخصوص علم ہندسہ ایسا علم ہے کہ جس کے شبستان میں وثوق و یقین کا جلتا ہوا چراغ کبھی بجھتا نہیں ــــ یہی وجہ ہے کہ دوسرے علوم عقلیہ خواہ طبعیات ہوں یا الہیات اپنے فلسفیانہ استدلال کی وجہ سے کتنے ہی ٹھوس کیوں نہ محسوس ہوں لیکن کبھی کبھی وقت کی عبقری شخصیت اسے متزلزل کر ہی دیتی ہے۔ اور پھر دل پکار اٹھتا ہے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

لیکن علم ریاضی کا تنومند شعبۂ ہندسہ و حساب ہر دور میں چٹان کی طرح ایک چیلنج بن کر بڑی بڑی شخصیات سے اپنا لوہا منواتا رہا وقت کی عظیم شخصیتیں آنکھیں بھر کر ان دونوں کے جمال جہاں آرا کا نظارہ تو کر سکیں لیکن کبھی بھی انھیں آنکھیں نہ دکھا سکیں۔ لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کے بھی بعض مسائل پر ایسی جرح و تنقید فرمائی ہے جس کی وجہ سے وہ بھی کہیں کہیں دم توڑتا نظر آتا ہے۔ اور اپنے عقیدت کیش سے تعاون کی فریاد کرتا ہے ــــ کاش کوئی ان کی فریاد رسی کا بیڑا اٹھائے۔ آیئے ہم اور آپ امام احمد رضا کی عالمانہ جرأت کا مشاہدہ کریں۔

علم ہندسہ کے مقالہ دوم میں ایک دعویٰ ہے کہ ہر خط کی ایسے دو حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ کہ اس کے جز اکبر کا مربع اس کے جز اصغر اور کل کے حاصل ضرب کے برابر ہو۔ یہ مقالہ دوم کی گیارہویں شکل ہے۔ مہندسین نے اس دعویٰ کے اثبات کے لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا ہے۔

(۱) پہلے اس کی ساخت اور بناوٹ بتائی گئی ہے کہ وہ خط مفروض جسے ہمیں مندرجہ بالا شرط پر تقسیم کرنا ہے۔ اسے ہم خط اب مان لیتے ہیں اور پھر اس خط پر ایک مربع اب رح بناتے ہیں ــــ اور پھر اس مربع کے زاویہ ب سے خط اح کے ٹھیک نصف پر خط ب ہ اس طرح کھینچتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہ اب مثلث قائم الزاویہ بن جائے اور پھر خط ہ ا کو نقطہ ز تک بڑھا کر ب ہ کے مساوی کرتے ہیں۔ اب پھر خط از پر ایک مربع ازع ط تیار کرتے ہیں۔ جس میں خط ع ط کو کھینچ کر سابق مربع کو کاٹتے ہوئے ک تک پہنچا دیتے ہیں ــــ تو مفروضہ خط اب نقطہ ط پر مندرجہ بالا شرط پر منقسم ہو جائے گا۔ یعنی خط اط جز اکبر کا مربع خط اصغر اور کل یعنی ط ب × اب کے حاصل ضرب کے برابر ہو جائے گا۔ اور چونکہ خط اب اور خط ب ر دونوں ایک ہی مربع کے اضلاع ہیں اس لئے دونوں باہم برابر ہیں اس لئے ازع ط کا مربع سطح ط ب ر ک کے برابر ہے۔
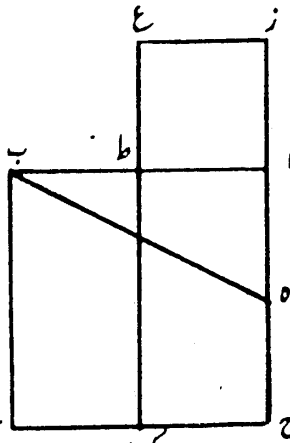
(۲) اس ساخت اور بناوٹ کے بعد اس دعویٰ کے ثبوت پر مہندسین نے اس طرح استدلال قائم کیا ہے۔ کہ چونکہ خط ہ ب مثلث قائم الزاویہ ہ اب کا وتر ہے اس لئے بشکل عروس خط ب ہ کا مربع، خط

اب ا اور خط ہ ا کے مربعوں کے مجموعہ برابر ہوگا اور چونکہ باعتبار ساخت خط د ز خط ب د کے برابر ہے اس لئے اس کا بھی مربع خط ا ب اور خط د ا کے مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا (اسے محفوظ اوّل سمجھیں)

شکل عروسی کے دعویٰ کا الجبرائی اثبات

مقالہ اول کی ۴۷ ویں شکل میں یہ دعویٰ ہے کہ مثلث قائم الزاویہ کے وتر کا مربع باقی دونوں ضلعوں کے مربعوں کے برابر ہوتا ہے۔

اس کا الجبرائی اثبات یہ ہے کہ ہم نے مثلث قائم الزاویہ ABC کے زاویہ قائمہ A کے وتر BC پر AD عمود ڈالا جو مقالہ سادسہ کی آٹھویں شکل کی رو سے مثلث کو دو ایسے مثلثوں میں تقسیم کر دیا جن میں ہر ایک باہم متناسب اور اسی طرح ہر ایک کل سے بھی متناسب ہے اور (BD + DC = BC) ہے اس لئے

$$\because \frac{AB}{BC} : \frac{BD}{AB} \quad \therefore AB^2 = BC \cdot BD$$

اور

$$\because \frac{AC}{BC} : \frac{DC}{AC} \quad \therefore AC^2 = BC \cdot DC$$

$$\therefore AB^2 + AC^2 = BC \cdot BD + BC \cdot DC$$

$$\therefore \quad '' \qquad '' \quad = BC\,(BD + DC)$$

$$\therefore \quad '' \qquad '' \quad = BC^2$$

اور پھر چونکہ مقالہ دوم ہی کی چھٹی شکل میں یہ بھی ثابت ہے کہ کسی مقدار کے نصف پر اگر کچھ مقدار اور بڑھا دیا جائے تو نصف مع زائد کا مربع ـــــ کل مع زائد اور زائد کے حاصل ضرب اور نصف کے مربع کے مجموعہ کے برابر ہوتا ہے "مثلاً ہم نے ۱۰ کے دو نصف ۵، ۵ لئے اور پھر نصف پر ۳ زائد کئے تو نصف مع زائد یعنی ۸ کا مربع ۶۴ ـــــ اور کل مع زائد یعنی ۱۳ اور زائد یعنی ۳ کا حاصل ضرب ۳۹ اور نصف یعنی ۵ کا مربع ۲۵ کا مجموعہ بھی وہی ۶۴ ہی ہوگا ـــــ لہٰذا بناوٹ کے اعتبار سے خط

ح ا کل ہے، خط ہ ا نصف اور خط ا ز زائد ہے ـــــ اور خط ہ ز نصف مع زائد ہے اور خط ح ز کل مع زائد ہے۔ اور چونکہ خط ا ز اور ز ع دونوں ایک ہی مربع کے اضلاع ہیں اس لئے ز ع بھی زائد کے برابر ہے ـــــ لہٰذا مقالہ دوم کی چھٹی شکل کی رو سے خط ہ ز کا مربع یقیناً خط ح ز اور خط ز ع کے حاصل ضرب اور خط ہ ا کے مربع کے مجموعہ کے برابر ہوگا (اسے محفوظ ثانی سمجھیں)

اب پھر غور کریں کہ محفوظ اول میں خط د ز کا مربع خط ا ب اور خط ہ ا کے مربعوں کے برابر ہے اور محفوظ ثانی میں اسی خط ہ ز کا مربع ـــــ خط ح ز اور خط ز ع کے حاصل ضرب اور خط ہ ا کے مربع کے مجموعہ کے برابر ہے ـــــ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ (خط ا ب اور خط ہ ا کے مربعوں کا مجموعہ) یقیناً (خط ح ز اور خط ز ع کے حاصل ضرب اور خط ہ ا کے مربع کے مجموعہ) کے برابر ہے ـــــ خط ہ ا کا مربع ان دونوں برابر مقداروں میں مشترک ہے اس لئے اگر دونوں مقداروں سے خط ہ ا کا مربع ساقط کر دیں تب بھی باقی ماندہ مقدار برابر ہی رہیں گے ـــــ لہٰذا خط ا ب کا مربع یقیناً خط ح ز اور خط ز ع کے حاصل ضرب کے برابر ہے ـــــ اب ذرا بنی ہوئی شکل کی طرف دھیان دیں کہ خط ا ب کے مربع اور خط ح ز اور خط ز ع سے حاصل شدہ سطح (یعنی حاصل ضرب) میں سطح ا ط ک ح چونکہ مشترک ہے اس لئے اس کو دونوں سے ساقط کرنے پر باقی یعنی ا ز ع ط کا مربع اور ح ا ب ا ک کی سطح برابر ہو گئے ـــــ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ خط ا ب نقطہ "ط" پر ایسا منقسم ہوگیا کہ ا ط کا مربع اور خط ا ب ط و خط ا ب ر کا حاصل ضرب دونوں ہی باہم برابر ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ (۱) خط ہ ب اور د ز باعتبار ساخت اور فرض برابر ہے (۲) شکل عروسی سے خط ہ ب کا مربع خط ا ب اور خط ہ ا کے مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہے اس لئے خط ہ ز

کا مربع بھی خط اب اور خط ہ ا کے مربعوں کے مجموعہ کے برابر ہے۔
(۳) مقالہ دوم کی چھٹی شکل سے اسی خط ہ ز کا مربع خط اح ز × خط زع کی سطح اور خط ا ہ کے مربع کے مجموعہ کے برابر ہے اس لئے (۲) اور (۳) سے خط ہ ا کا مربع ساقط کرنے پر باقی خط اب کا مربع اور خط اح × خط زع کی سطح بھی برابر ہے اور باعتبار ملاحظہ شکل ان دونوں باقی ماندہ مربع اور سطح سے اگر ان میں مشترک حصہ سطح اط ک ح ساقط کر دیا جائے تو باقی خط اط کا مربع اور خط طب × ب ر کی سطح بھی برابر ہے۔ یہی دعویٰ تھا جو ثابت ہو گیا۔

اس پر امام احمد رضا نے یوں جرح فرمائی کہ ہم نے خط اب کو "ہ" اور اس کے نقطہ "ط" پہ منقسم ہو جانے پر قسم اکبر کو "ر" فرض کیا تو قسم اصغر لامحالہ (لا - ر) ہوئی۔ ماسبق میں علم ہندسہ سے ثابت شدہ امر کے پیش نظر مساوات یوں ہوگی۔ ر۲ = (لا . ر) لا یعنی ر۲ = (لا۲ - لا ر)۔ بجبر و مقابلہ مساوات یوں ہو جائے گی ر۲ + لا ر = لا۲ اس لئے تکمیل مجذور میں صورت یوں ہو جائیگی (ر۲ + لا ر + لا۲/۴) = (لا۲ + لا۲/۴) یعنی ۵ لا۲/۴ اور یہ مربع کامل ہے کہ مربع کامل کے برابر ہے ــــ اور اقلیدس کے مقالہ ۹ کی شکل اول سے ثابت ہے کہ مربع کو مربع میں ضرب دینے یا مربع پر تقسیم کرنے سے بھی مربع کامل حاصل ہوتا ہے تو لا۲/۴ مربع کامل ہے جس کا جذر لا/۲۔ نیز اسی شکل نے ثبوت دیا ہے کہ مربع کامل کو جس میں ضرب دیئے یا جس پر تقسیم کئے سے مربع کامل حاصل ہو وہ مضروب فیہ یا مقسوم علیہ بھی مربع کامل ہوتا ہے یہاں لا۲/۴ کو ۵ میں ضرب دینے سے مربع کامل حاصل ہوا۔ تو واجب کہ ۵ بھی مربع کامل ہو اور یہ بدیہی البطلان ہے۔

بوجہ دیگر قسم اصغر کو ر فرض کیجئے تو اکبر لا - ر ہے اور مساوات یہ ہوگی لا ر = (لا - ر)۲ = (لا۲ - ۲ لا ر + ر۲) بجبر و مقابلہ (لا۲ - لا ر + ر۲) = صفر بلکہ لا۲ - لا ر = - ر۲ بتکمیل مجذور (لا۲ - لا ر + ر۲/۴) = (ر۲/۴ - ر۲) = - ۳ ر۲/۴ یہاں دو استحالے ہوئے ایک تو بدستور تین کا مجذور کامل ہونا۔ دوسرے منفی کا مجذور ہونا حالانکہ کوئی منفی مجذور نہیں ہو سکتا کہ اس کا جذر مثبت ہو یا منفی بہرحال اس کے نفس میں حاصل ضرب مثبت آئے گا کہ اثبات کا اثبات اور نفی کی نفی دونوں اثبات ہیں ــــ ہاں نفی کا اثبات یا اثبات کی نفی نفی ہے۔ مگر مجذور میں اس کا امکان نہیں کہ مضروبین میں تبدل نفی و اثبات سے شئی کی ضرب اس کے نفس میں نہ ہوئی۔

امام احمد رضا آخر میں فرماتے ہیں "وله جواب ترکناه للاختبار" لیکن آج تک یہ جواب پردۂ خفا میں ہے۔ اے کاش کوئی خواب سے اس پردہ کو ہٹاتا۔ ◻◻

(ماہنامہ اشرفیہ دسمبر ۱۹۹۵ء)

مسئلہ:- از دھرم پور ضلع بلند شہر مرسلہ سیّد پرورش علی صاحب ۸ شعبان ۱۳۲۳ھ

چہ می فرمایند عالمان کتاب مبین کہ الف ذاقا، واستبقا الباب اور دعوا اللہ اور قالا الحمد خوانده شود یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب:- در سجاوندی ایں چہار فتحہ را بقدر خفیف کہ تا الف تام نہ رسد اشباع فرمودہ است، سجاوندی کتاب معتبر ست۔ و در دیگر کتب اگر تصریح بداں نیست خلافش نیز نیست، و وجہش موجہ است کہ تمیز تثنیہ از مفرد است۔ پس عمل بداں محذورے ندارد و نظیرش فصل خفیف در قال اللہ تعالیٰ علی نقول وکیل۔ و قال النار مثوٰکم و امثالہا است تا بمبتدا بفاعل ملتبس نہ شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۲۲)

امام احمد رضا کا نظریۂ سائنس

مولانا جلال الدین قادری (کھاریاں گجرات)

برعظیم پاک و ہند پر مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دور اقتدار کے افسوس ناک خاتمہ' جہاد آزادی میں مسلمانوں کی شکست اور غاصب و ظالم انگریزی تسلط و تغلب ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں مکمل ہونے کے بعد اسلامیان ہند کی معاشی اور معاشرتی بدحالی محتاج بیان نہیں (۱) ۔ جہاد آزادی میں اگرچہ تمام اقوام ہند شامل و شریک تھیں' مگر عیار ہنود نے اس کی تمام تر ذمہ داری مسلمانوں پر ڈال دی اور خود انگریزوں کی نگاہوں میں وفادار بن گئے۔ اقتدار کے اندھے نشے میں انگریزوں نے مسلمانان ہند کو مورد الزام ٹھہرایا۔ اس لئے یہی ان کے مزید ظلم و جفا کا نشانہ بنے۔ انہیں احساس ہوا کہ جب تک مسلمان اپنے مذہبی معتقدات پر کاربند رہیں گے ان کی تسخیر نہ ہوسکے گی۔ اس خطرناک منصوبے پر عمل کے لئے انہوں نے اسلامی معتقدات کو نشانہ اعتراض بنایا۔ عیسائی مشنریوں کی تبلیغ اور سکولوں' کالجوں کی تعلیم و تربیت نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی معتقدات سے دور کرنے کی بھرپور کوشش شروع کردی۔ لارڈ میکالے نے جو نصاب تعلیم تجویز کیا اس کے اغراض و مقاصد یہی تھے۔ اس کی تعلیمی پالیسی کے یہ جملے اس امر کے اظہار کے لئے کافی ہیں :

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے' زبان اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔" (۲)

لارڈ میکالے کی پالیسی پر عمل درآمد کے لئے دینی و مذہبی تعلیمی اداروں کو بند کردیا گیا۔ ان مدارس و مکاتب کے اوقاف کو ضبط کرلیا گیا۔ (۳)

بدقسمتی سے انگریزی پالیسی سے نام نہاد مسلمان متاثر ہوئے اور ایک طبقہ انگریزی تسلط اور تغلب کو "رحمت" تصور کرنے لگا جس کا اظہار انہوں نے جا بجا برملا کیا۔ (۴)

نوبت بایں جا رسید کہ انگریزی آقاؤں کی اطاعت کو "فرض" کا درجہ دیا گیا اور قرآن و حدیث کے احکام میں تحریف کرکے اپنے نئے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کی گئی۔ بشیرالدین احمد پسر ڈپٹی نذیر احمد کے الفاظ میں "نیا فرض" سنئے

"بقا و قیام سلطنت موجودہ کے لئے جس میں سراسر ہمارا ہی فائدہ ہے وفادارانہ کوشش کرنا ہر امن پسند رعایا کا فرض عین ہے اور **یا یھاالذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوالرسول و اولی الامر منکم** حکم الٰہی کا بھی یہی منشا ہے۔" (۵)

لارڈ میکالے کے نصاب تعلیم کا ہمنوا یہ طبقہ اپنے آقاؤں سے بھی دو قدم آگے نکل گیا۔ وفادار ماتحت اپنے آقا کی بات کو ہمیشہ بڑھاکر پیش کرتا ہے جلد ہی ایک وقت آیا کہ بنام مسلمانوں کے اس طبقہ نے کھلم کھلا اسلامی معتقدات کا انکار کرنا شروع کردیا۔ جس سے مقصود اپنے نئے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ بلکہ نصوص اسلامیہ کی تاویل ناروا کا ایسا دروازہ کھولا' جو منشا اسلام کے سراسر اخلاف تھا۔ اس ضمن میں علی گڑھ کالج (بعد میں یونیورسٹی) کے بانی سرسید احمد خان کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر میں تحریف سے کام لیا۔ سید احمد خان کے عقیدت مند الطاف حسین حالی نے لکھا :

"اگرچہ سرسید نے اس تفسیر میں جابجا ٹھوکریں کھائی ہیں اور بعض بعض مقامات پر ان سے نہایت رکیک لغزشیں ہوئی ہیں بایں ہمہ اس تفسیر کو ہم ان کی مذہبی خدمات میں ایک نہایت جلیل القدر خدمت سمجھتے ہیں۔" (۶)

ترقی کرتے ہوئے اس طبقہ نے نئے علم کلام کی بنیاد عقل اور تجربہ پر رکھی۔ تکمیل کے مراحل طے کرنے کے بعد سید احمد خان کے نزدیک مذہب کی صداقت کا معیار صرف تجربہ اور مشاہدہ رہ گیا۔ سید احمد خان کی دینی و علمی خدمات کی وضاحت کرتے ہوئے الطاف حسین حالی نے لکھا :

"اس وقت تمام علمی دنیا میں مذہب کی صداقت کا معیار یہ قرار پایا ہے کہ جو مذہب حقائق موجودات اور اصول و تمدن کے برخلاف ہو وہ مذہب سچا نہیں ہوسکتا۔" (۷)

عقل اور پھر تجربہ و مشاہدہ کو مدار صحت مذہب قرار دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان حقائق دینیہ کا انکار کردیا گیا جو وحی سے ثابت ہیں۔ اللہ تعالٰی کی قدرت کا انکار کیا گیا۔ سکولوں' کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم میں صرف تجربہ اور مشاہدہ ہی حقائق موجودہ کے لئے مدار صحت قرار دیا گیا۔ قدرت الٰہی کو فراموش اور پس پشت ڈال کر نئے علم کو جدید سائنس کہا گیا۔

بدقسمتی سے آزادی ہند اور غاصب انگریز کے چلے جانے کے پچاس برس بعد ہماری جامعات اور مدارس کی تعلیم و تربیت کی نہج آج بھی وہی ہے۔ اس میں اصلاح کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مدارس اور ہماری جامعات اچھے ڈاکٹر' اچھے انجینئر' اچھے وکلاء' اچھے سائنس دان اور اچھے اساتذہ

پیدا کرنے کے کارخانے تو ہیں مگر ان سے اچھے تعلیم یافتہ مسلمان پیدا نہیں ہو رہے ہیں۔ بالعموم یہ تعلیم یافتہ حضرات یقین کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔ تشکیک ان کا مقدر رہتی ہے۔ ان حضرات میں جو اچھے مسلمان نظر آتے ہیں اس کا سبب گھر کا دینی ماحول اور جامعات سے ہٹ کر دینی تربیت کا میسر آجانا ہے۔ اس حقیقت سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ یقین و ایمان کی دولت تو دینی تعلیم و تربیت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں ذہنی تشکیک کی مثال ملاحظہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے :

"والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم" (۸)

"اور زمین میں لنگر ڈالے کہ تمہیں لے کر نہ کانپے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے :

"والجبال اوتادا" (۹)

"اور (ہم نے) پہاڑوں کو میخیں (بنادیا)"

ان آیات قرآنیہ میں بتایا گیا کہ جب زمین کو پیدا کیا گیا تو اس کو ہلنے سے روکنے کے لئے اللہ تعالٰی نے اس پر پہاڑ پیدا کئے۔ یہ پہاڑ زمین کے لئے بمنزلہ لنگر اور میخ کے ہیں تاکہ زمین کو قرار رہے۔ اس کے برعکس ملک کی ممتاز یونیورسٹی' پنجاب یونیورسٹی کے ارباب تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ پہاڑوں کو لنگر اور میخیں بنائے جانے کا تصور "بعض لوگوں کا تصور" ہے۔ قرآنی حقیقت نہیں۔ تحقیق ملاحظہ ہو :

"ایک اور بیان جو اس سے قدرے مختلف ہے' یہ ہے کہ صرف وہ چٹان **(الصخرة)** جس پر اصلی کوہ قاف قائم ہے' ایک قسم کے زمرد کی ہے' اس چٹان کو **الوتد** (میخ) بھی کہا گیا ہے کیونکہ اسے **اللہ تعالٰی** نے زمین کے سہارے کے لئے بنایا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زمین اپنی قوت سے اپنے سہارے پر قائم نہیں رہ سکتی تھی اور اسی لئے اسے اس قسم کے سہارے کی ضرورت ہوئی' اگر کوہ قاف نہ ہوتا تو جیساکہ **الطبری** کے فارسی ترجمے میں ہے' زمین برابر کانپتی رہتی اور کوئی جاندار اس پر زندہ نہ رہ سکتا" (۱۰)

"ارباب تحقیق" کے مطابق زمین کے سہارے کے لئے قاف' وتد (میخ) کا تصور بعض لوگوں کا ہے قرآنی حقیقت نہیں۔ اس قرآنی حقیقت کے بارے میں مزید تشکیک پیدا کرنے کے لئے "**الطبری** کے فارسی ترجمہ" کا حوالہ دیا گیا۔ قرآن مجید کی آیات کو غیر ضروری اور غیر متعلق سمجھا گیا۔

مولوی محمد فیروزالدین نے رائے منشی گلاب سنگھ اور مولوی علی محمد کی امداد سے لغات فیروزی کو تالیف کیا اور اسے سرچارلس امفرسٹن **ایچیسن** صاحب بہادر لیفٹنٹ گورنر پنجاب کی یادگار ٹھہرایا۔ بدقسمتی سے لغت کی اس کتاب میں بھی مغربی تعلیم کے اثرات موجود ہیں۔ کوہ قاف کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے۔

"ایک مشہور پہاڑ کا حصہ ایشیائی جو روس کے شمال کی طرف واقع ہے اگلے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ پہاڑ دنیا کے چاروں طرف محیط ہے اور عالم کے اردگرد اس

کو گھیرے ہوئے ہے۔ چنانچہ شعراء قاف تا قاف سے سارا عالم مراد لیتے تھے۔ لیکن اس کا باعث صرف علم جغرافیہ سے ناواقفیت تھی۔ فارسی شعراء نے کوہ قاف کو دور تک پھیلا ہوا دیکھ کر اور اس کی آخری حد نہ پاکر ایسا خیال کیا ہوگا کہ شاید یہ ساری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن اب یہ خیال غلط نکلا۔" (۱۱)

کوہ قاف کے محیط عالم ہونے کی حقیقت (جس کا بیان آئندہ سطور میں آرہا ہے) غلط قرار دیا۔ لیکن اس کے ہونے کی دلیل کا بیان ضروری نہ سمجھا گیا۔ شاید سمجھ لیا گیا کہ دور انگریزی میں ہمارا فرمان ہی سند ہے۔

ہمارے ادبی سرمایہ کا یہ حال ہوا۔ مذہبی سرمایہ تو اس سے زیادہ بدحال ہوا۔ تاریخ کے اوراق الٹتے جایئے اور پڑھتے جایئے۔ صدی ڈیڑھ صدی قبل کے برعظیم کے مجموعی حالات کو دیکھئے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ملت اسلامیہ کے بنیادی معتقدات اور اجتماعی مفادات کے خلاف سازشوں کے جال بچھائے گئے۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے روشنی نام کی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ اگر کسی کو روشنی کا نام دیا گیا تو وہ بھی سراب ہے۔ تعلیمی ادارے مغربی عقل و دانش اور انگریزی تہذیب کی ترویج میں مصروف ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ ان حالات میں' ان اندھیروں میں' اس جبر و استبداد میں' ان خوشامدیوں میں اور ان نام نہاد مسلمان دانشوروں کی اسلامی معتقدات کو مسخ کرنے کی منحوس کارستانیوں کے جھرمٹ میں امام احمد رضا قدس سرہ پوری مجددانہ عظمت' حکیمانہ فراست' محدثانہ شوکت' ناقدانہ بصیرت' فقیہانہ جلالت' مدبرانہ سطوت اور بے خوف امامت کے ساتھ میدان عمل میں تشریف لائے۔ ایقان و عرفان کے تحفظ' عشق رسالت ماب کی ترویج و اشاعت اور معتقدات اسلامیہ پر دشمنوں کی یلغار کے دفاع کے لئے ایسی کمر ہمت باندھی کہ عرب و عجم میں اس کے اثرات محسوس ہوئے۔ اطراف عالم میں اسی کی مصلحانہ گرجدار آواز پر لوگوں نے کان دھرے۔ عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک کو اساس ایمان اور جان ایمان قرار دینے کی مساعی جمیلہ نے ہر دل میں گھر کرلیا۔ مسلمانوں کے قلب و نظر سے خدا اور مصطفیٰ (**جل و علا وصلی اللہ علیہ وسلم**) کی عظمت کو کم کرنے کی (**نعوذباللہ**) ہر نام نہاد اصلاحی' تعلیمی اور تنظیمی تحریک' تحریر اور تقریر کو اپنی نوک کلک سے تہ تیغ کیا۔ عظمت رفتہ اور شوکت اسلام کے پرچم ہر سمت بلند فرمادیئے۔ آپ نے بتایا کہ جس طرح عبادات میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان جان عبادت ہے اسی طرح تجربات' مشاہدات اور موجودات میں اس کی قدرت پر ایمان فرض ہے۔ فلکیات' ارضیات اور طبیعات کے اصول و قوانین' لیل و نہار کی معمول کی گردش' موجودات اور حقائق کا وجود سبب اسی کے اشارہ قدرت کے محتاج ہیں۔ غرض کہ ہر عیاں و نہاں میں وہی جلوہ گر ہے۔ اس کی قدرت اور منشا کے بغیر کوئی حرکت و سکون ممکن نہیں۔ سائنس کے تجربات و مشاہدات ہوں یا نظری علوم کے اصول' اس کی قدرت و منشا کے بغیر عدم محض ہیں۔ آج وقت کی رفتار اور تاریخ کے اوراق نے آپ کی مساعی کی حقانیت پر مہر

تصدیق ثبت کردی ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں بریلی (انڈیا) کے ایک علمی و روحانی خاندان میں پیدا ہوئے (۱۲)۔ والد ماجد کا نام مولانا نقی علی اور دادا کا نام رضا علی تھا (۱۳)۔ یہ حضرات علم و عرفاں کی اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے۔ ان کے معاصرین میں ان کی شہرت تھی۔ یہ حضرات مرجع و علماء و صلحاء تھے۔ بہت سے خوش نصیب حضرات ان کے دامن گرفتہ تھے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں قدیم دینی علوم اور جدید سائنسی علوم کے ذریعے اسلامی معتقدات کو نشانہ بنایا گیا تھا اس لئے فیاض فطرت نے آپ کو قدیم دینی علوم اور جدید سائنسی علوم میں نہ صرف مہارت تامہ عطا کی تھی بلکہ ان علوم و فنون میں ناقدانہ اور مجتہدانہ بصیرت و قوت عطا فرمائی تھی۔ تاکہ مجددانہ شوکت سے ان غیر اسلامی عقائد و اعمال اور نظریات کی اصلاح کرسکیں۔ آپ کو بے شمار علوم عطا ہوئے۔ جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد ایک سو سے زائد ہے (۱۴)۔ ان میں تفسیر' حدیث' فقہ' اصول' معانی' بیان' بدیع' سلوک' تصوف' طب' ریاضی' طبیعات' فلکیات' ارضیات' ہیئت' منطق' فلسفہ' جبر و مقابلہ' لوگارثم' توقیت' مرایا و مناظر' جفر' جغرافیہ' ارثما طیقی' زیجات اور دیگر علوم شامل ہیں۔ ان علوم میں سے بعض علوم آپ نے اساتذہ سے حاصل کئے اور بعض علوم آپ کے ایجاد کردہ ہیں۔ (۱۵)

درج ذیل سطور میں امام احمد رضا قدس سرہ کی ان مجددانہ خدمات کی ایک جھلک دکھانا مقصود ہے جو سائنس بالخصوص طبیعات' فلکیات اور ارضیات سے متعلق ہیں۔ آپ کے جملہ تجدیدی کارناموں کو بیان کرنے کے لئے مجدات درکار ہیں۔

علوم عقیلہ میں نظریات بالعموم بدلتے رہتے ہیں۔ سائنس خود ترقی پذیر ہے۔ مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں حاصل ہونے والے اصول ایک ہی نہج پر نہیں رہتے۔ ترقی پذیر شے مکمل نہیں ہوتی بلکہ منزل کی تلاش میں رواں دواں رہتی ہے۔ عقل' تجربہ اور مشاہدہ معیار صداقت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جن قوموں نے موجودات اور مشاہدہ کو معیار صداقت بنایا وہ دین سے بیگانہ ہوگئے۔ الطاف حسین حالی کی زبانی سنئے :

"اس معیار نے جو نتائج مذاہب کے حق میں پیدا کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ تمام قومیں جو علم اور تمدنی ترقی کی طرف متوجہ ہوتی ہیں وہ سب رفتہ رفتہ مذہب سے دست بردار ہوجاتی ہیں۔" (۱۶)

اس کے برعکس قرآنی حقائق' حدیث کے ارشادات اور دینی اصول غیر متبدل اور مکمل ہیں۔ معیار حق و صداقت ہیں۔ اس لئے حق یہ ہے کہ علوم فطری' طبیعات' ارضیات اور فلکیات وغیرہ کے تصورات کو غیر متبدل دینی حقانیت پر پیش کیا جائے۔ اگر قرآنی نصوص' حدیث کے ارشادات اور دینی حقائق اس کی تصدیق کردیں تو فبہا' ورنہ ان کو اسلامی حقائق کے مطابق ڈھال لیں۔ (۱۷)

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں یہی معیار بتایا' اسی پر عمل کو راہ ہدایت اور معیار صداقت ٹھہرایا۔ اس کے ماسوا کو ہلاکت اور ضلالت سے تعبیر کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ سائنس کو اسلام کے معیار پر پرکھو۔ ان کی متعدد جلیل القدر تصانیف :

۱۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)

۲۔ فور مبین در رد حرکت زمین (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۳۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

اور فتاویٰ رضویہ میں اس حقیقت کا بیان دیکھا جاسکتا ہے۔

طبیعات' ارضیات' فلکیات اور دیگر سائنسی علوم میں عام تصور یہ ہے کہ ان علوم کے اصول و قواعد فطری ہیں یعنی موجودات از خود موجود ہیں۔ کسی ایجاد کرنے والے کے محتاج نہیں۔ بظاہر یہ اصول سادہ اور بے ضرر ہے مگر اس کو قبول کرلینے سے خالق موجودات و حقائق پر ایمان حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان اصولوں' حقائق اور موجودات کے خالق کی قدرت پر ایمان کو مضبوط کیا جائے۔ خالق باری تعالیٰ کی قدرت پر ایمان و ایقان کی صورت میں پریشان نظری' بے دینی اور الحاد کا رستہ مسدود ہوجاتا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ کی موجودہ بے راہ روی دور ہوگی اور انشاء اللہ العزیز ایک حسین اسلامی انقلاب رونما ہوگا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاویٰ رضویہ اور تصانیف میں جہاں سائنسی علوم کی غلطیوں کی نشن دہی فرمائی وہیں ذہنوں کو خالق باری عزاسمہ کی قدرت کے قریب کیا۔ **عقلیات** پر احادیث طیبہ میں بیان حقائق کو فوقیت دی۔ عقلی و نظری تصورات اگرچہ تجربہ و مشاہدہ سے کتنے ہی موئید ہوں احادیث طیبہ اور اسلامی معتقدات پر کسی طرح فائق نہیں۔ آپ نے پیکر حسن و جمال' مصدر کرم و کمال' منبع جود و نوال' سر جملہ اسرار' علت ہر علت' سبب ہر سبب' مظہر قدرت' جان عالم حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملت کا رخ موڑ دیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے کیا خوب تجزیہ کیا :

"اقبال نے مسلمانوں کے ذہن و فکر کو قرآن پاک کی طرف موڑ دیا اور مولانا احمد رضا خاں نے مسلمانوں کے قلوب کو صاحب قرآن کی طرف موڑ دیا۔" (۱۸)

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دوجہاں تمہارے لئے(۱۹)

برعظیم پر انگریزی تسلط کے دور مغلوبیت میں امام احمد رضا قدس سرہ کی آواز اسلامی غلبہ و تفوق کی علامت ہے۔ انگریز سائنس دانوں کی نظریات کو ناقابل تردید دلائل سے رد کیا اور اس کا برملا اظہار کیا۔ (۲۰)/(۲۱)

زلزلہ کے بارے میں ایک عام مقبول نظریہ یہ ہے کہ سطح زمین کے اندر گرم مواد موجود ہے جب کبھی یہ آتشی مواد زمین کے کسی نرم حصہ کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے تو زمین کی اس جنبش کو زلزلہ کہتے ہیں۔

علم ارضیات کے اس مقبول عام نظریہ سے دو خرابیاں واضح ہیں۔

۱۔ آتشیں مواد کے خارج ہونے سے زمین کی جنبش کو اگر زلزلہ کا سبب مان لیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک براعظم کی پوری زمین پر زلزلہ کیوں نہیں آتا جبکہ سطح زمین باہم متصل ہے۔ زمین کے ایک حصہ پر زلزلہ کا ہونا اور دوسرے پر نہ ہونا کیوں کر ممکن ہے حالانکہ ایسا واقع ہے۔

۲۔ زمین کی جنبش اگر ازخود ہو تو الحاد و دہریت کا دروازہ کھل جائے گا۔ زلزلہ اگرچہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو خالق ارض و سما کی طرف توجہ اور میلان نہیں ہوتا۔ زلزلہ کے مقبول عام نظریہ کا یہ عظیم نقصان ہے۔

سردار مجیب رحمان عطیہ دار علاقہ مجیب نگر، ڈاک خانہ مونڈا، ضلع کھیری (انڈیا) نے ۲۶ صفرالمظفر ۱۳۲۷ھ/مارچ ۱۹۰۹ء کو امام احمد رضا قدس سرہ سے زلزلہ کے سبب کے بارہ میں سوال کیا۔ استفتا میں موصوف نے ایک روایت کا حوالہ بھی دیا جو بعض کتابوں میں بیان کی گئی ہے کہ زمین ایک شاخ گاؤ پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے جب اس کا ایک سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے اس سے جو جنبش و حرکت زمین کو ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں۔ اس روایت کو بعد وہی اعتراض پیش کرتے ہیں کہ زمین کے بعض حصہ کو جنبش ہوتی ہے اور بعض حصے سکون میں رہتے ہیں۔ (۲۲)

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں :

"خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا اور دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں۔ سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے اور عالم اسباب میں باعث اصل بندوں کے معاصی : **مااصابکم من مصیبۃ بما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر** (۲۳) تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے، تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے۔ اور وجہ وقوع (زلزلہ) کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے (۲۴)۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں .... جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الٰہی ہوتا ہے **والعیاذ ثم برحمتہ رسولہ جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** (۲۵) قاف کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔ صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی۔ پھر جہاں خفیف کا حکم ہوگا اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت۔ یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہوجاتا ہے اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در و دیوار جھونکے لیتے اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے یا عنف حرکت سے مادہ کبریتی مشتعل ہوکر شعلے نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے **والعیاذ باللہ تعالیٰ** .... (۲۶)

گویا زلزلہ کے تین سبب ہیں

۱۔ حقیقی سبب ارادہ الٰہی ہے۔ جہاں ارادہ الٰہی ہو گا زمین کے اسی حصہ پر زلزلہ آئے گا۔

۲۔ بندوں کے اعمال، جن کی بنا پر زمین کو حرکت دی گئی اور بندوں کو اپنے کئے کی جزا ملتی ہے۔

۳۔ کوہ قاف کے ریشوں کی حرکت۔ اللہ تعالیٰ زمین کے جس حصہ پر زلزلہ کا ارادہ فرماتا ہے اسی حصہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے نظریہ کی تائید میں دو دلیلیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک حدیث شریف، دوسرا مثنوی مولانا روم کے اشعار

حدیث کی روایت یوں کرتے ہیں :

"امام ابوبکر ابن ابی الدنیا کتب العقوبات اور ابوالشیخ کتاب العظمۃ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس عنہما سے راوی : **قال خلق اللہ جبلا یقال لہ ق محیط بالعالم و عروقہ الی الصخرۃ التی علیھا الارض فاذا اراد اللہ ان یزلزل قریۃ امر ذلک الجبل فحرک العرق الذی یلی تلک القریۃ فیزلزلھا ویحرکھا فمن ثم تحرک القریۃ دون القریۃ (۲۷)**

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے۔ جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے۔ یہی باعث کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔" (۲۸)

مثنوی مولانا روم کے سترہ اشعار نقل فرمائے جن میں اسی حدیث کا مفہوم بیان ہوا ہے ان میں سے چند اشعار یوں ہیں :

من بہر شہرے رگے دارم نہاں
بر عروقم بستہ اطراف جہاں
حلق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا
امر فرماید کہ جنباں عرق را
پس بجنا نم من آن رگ را البقہر
کہ بداں رگ متصل بودست شہر
چوں بگوید بس، شود ساکن رگم
ساکنم وز روئے فعل اندر تگم

امام احمد رضا قدس سرہ نے فتویٰ کے ابتداء میں اس کا جواب دیا زلزلہ کے وقت زمین کے ایک حصہ کو حرکت ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ ساکن رہتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ :

"ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے ہے اور ان کا اتصال محال .... اور جب زمین اجزائے متفرقہ کا نام ہے تو اس حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستعبد نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ہرچیز کا سبب اصلی محض ارادۃ اللہ عزوجل ہے۔ جتنے اجزا کے لئے ارادۂ تحریک ہوا انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے و بس۔ (۲۹)

سوال میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا کہ بیل کے سینگ کے بدلنے سے زلزلہ آتا ہے اس کے بارے میں

فرماتے ہیں کہ قریب قریب ابتدائے آفرینش کے وقت ہوا جب تک پہاڑ پیدا نہ ہوئے تھے۔ لکھتے ہیں :

"عبدالرزاق و فریابی و سعید بن منصور اپنی اپنی سنن میں اور عبد بن حیدر ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابوالشیخ کتاب العظمہ اور حاکم بافادہ تصحیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختار میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی : **قال ان اول شئی خلق اللہ القلم و کان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منہ السموات ثم خلق النون فبسطت الارض علیہ والارض علی ظھرالنون فاضطرب النون فماد امت الارض فاثبتت بالجبال۔** (۳۰)

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا۔ پانی کے بخارات اٹھے۔ ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی۔ اس پر زمین بچھائی۔ زمین پشت ماہی پر ہے۔ مچھلی تڑپی۔ زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جماکر بوجھل کردی گئی۔ **کما قال تعالی والجبال اوتادا وقال تعالی والقی فی الارض رواسی ان تمیدبکم۔** (۳۱)

پروفیسر مولوی حاکم علی نقشبندی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کے استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کچھ لکھا اس کے مطالعہ سے آپ کے نظریات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ چند جملے آپ بھی پڑھیں :

"قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں، جو صحابہ و تابعین و مفسرین و معتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جس کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمانوں کو کیسے حلال ہوسکتا ہے۔" (۳۲)

"بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار و سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ **افضل الصلاۃ والتسلیم** و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے۔ یہ ہے بحمداللہ شان اسلام۔ (۳۳)

محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذاللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سے سائنس کو مردود و پامال کردیا جائے۔ جابجا سائنس ہی اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ ہی جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں۔" (۳۴)

حوالہ جات

۱۔ --- تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :

(ا) الثورۃ الہندیہ (عربی)

مصنفہ شہید آزادی مولانا فضل حق خیرآبادی، ناشر مکتبہ مہریہ، چشتیاں ضلع بھاول نگر

(ب) باغی ہندوستان اردو ترجمہ الثورۃ الہندیہ

مترجم : عبدالشاہد خاں شیروانی ناشر مکتبہ قادریہ، لاہور

۲۔ --- باغی ہندوستان۔ مترجم محمد عبدالشاہد شروانی ناشر مکتبہ قاریہ، لاہور (۱۹۷۴ء) ص ۱۶۱

۳۔ --- ایضاً۔ ص ۲۵۵

۴۔ --- تفصیل ملاحظہ ہو :

(ا) حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی

مطبوعہ انجمن ترقی اردو، دہلی (۱۹۳۹ء) جلد اول ص ۹۶

(ب) واقعات دارالحکومت دہلی، مصنفہ بشیرالدین احمد مطبوعہ اردو اکادمی دہلی (تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۵ء) جلد اول۔ ص ۷۰۲

(ج) مقالات شبلی، ص ۱۶۸

(د) تذکرۃ الرشید، مصنفہ عاشق علی میرٹھی۔ محبوب المطابع دہلی، جلد اول۔ ص ۸۰

(ہ) حیات طیبہ، مصنفہ مرزا حیرت دہلوی، مطبوعہ دہلی، ص ۲۹۶

(و) مخزن احمدی، مصنفہ محمد علی، مطبوعہ مفید عام آگرہ۔ ص ۹۷

(ر) تریاق القلوب، مصنفہ مرزا غلام احمد دیانی

(ح) تبلیغ رسالت، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔ جلد ششم۔ ص ۶۵

(ط) ستارہ قیصرہ، مصنفہ غلام احمد قادیانی

(ی) تاج برطانیہ کی خیر خواہی، مصنفہ الٰہی بخش، رحیم بخش مرزائی۔ مطبوعہ گجرات (۱۹۱۱ء)

۵۔ --- واقعات دارالحکومت دہلی، حصہ اول۔ ص ۷۰۳

۶۔ --- حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین حالی

مطبوعہ انجمن ترقی اردو، دہلی (۱۹۳۹ء)۔ جلد اول، ص ۲۰۴

۷۔ --- ایضاً، جلد دوم۔ ص ۲۷۷

۸۔ --- سورۃ النحل : ۱۵، سورۃ لقمان : ۱۰

۹۔ --- سورۃ النباء : ۷

۱۰۔ --- دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)

شائع کردہ پنجاب یونیورسٹی، جلد ۱۱۔ ص ۴۸، ۴۹

۱۱۔ --- لغات فیروزی (اردو) مصنفہ مولوی محمد فیروزالدین

مطبوعہ مفید عام پریس لاہور (۱۹۱۲ء)۔ ص ۳۵۵

۱۲۔ --- حیات اعلیٰ حضرت۔ مصنفہ مولانا ظفرالدین بہاری

مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، جلد اول۔ ص ۱

۱۳۔ --- ایضاً۔ ص ۲، ۳

۱۴۔ --- قرآن، سائنس اور امام احمد رضا۔ مصنفہ

ڈاکٹر لیاقت علی ڈپٹی کمشنر چکوال مطبوعہ چکوال۔ ص ۱۰، ۱۱

۱۵۔ --- (ا) الاجازات المتینیہ العلماء مکتہ و المدینہ۔ مولفہ مولانا حامد رضا بریلوی

(ب) حیات اعلیٰ حضرت، مصنفہ مولانا ظفرالدین

(ج) حیات امام اہل سنت، مولفہ مولانا ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور۔ ص ۳، ۴

۱۶۔ --- حیات جاوید، مصنفہ الطاف حسین

مطبوعہ انجمن ترقی اردو، دہلی۔ (۱۹۳۹ء)۔ جلد دوم، ص ۲۲۸

۱۷۔ --- مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم، مولفہ محمد جلال الدین قادری

مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور (۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۴ء)۔ ص ۱۷ تا ۷۷

۱۸۔ --- اعلیٰ حضرت، ایک جامع شخصیت، از میاں محبوب احمد چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء ص ۳۳)

۱۹۔ --- حدائق بخشش

۲۰۔ --- "معین مبین بہرور شمس و سکون زمین"

۲۱۔ --- "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں امریکی منندس پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کا رد بلیغ ہے

۲۲۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔ جلد ۱۲ ص ۱۸۹

۲۳۔ --- سورۃ الشوریٰ : ۳۱

۲۴۔ --- اسی کوہ قاف کو لغات فیروزی میں شاعرانہ تصور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

۲۵۔ --- زلزلہ کی آفات سے بچاؤ کے لئے اس کی رحمت اور اس کے رسول کی رحمت کی پناہ مانگتا ہوں۔

۲۶۔ --- فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ بمبئی۔ جلد ۱۲۔ ص ۱۹۱

۲۷۔ --- الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور۔ علامہ جلال الدین سیوطی

مطبوعہ مصر۔ جلد ۶۔ ص ۱۰۲

اسی کے ہم معنی روایات تفسیر خازن، جلد ۴۔ ص ۱۷۴

تفسیر صاوی۔ جلد ۴، ص ۱۱۵، ۱۱۶، ابن کثیر، جلد ۴، ۱

تفسیر رازی جلد ۲۸، ص ۱۵۴

میں ہیں۔ ابن کثیر کا ان روایات کو اسرائیلیات کہہ کر رد کردینا باعث تعجب ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

۲۸۔ --- العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ جلد ۱۲۔ ص ۱۹۱

۲۹۔ --- ایضاً۔ ص ۱۸۹، ۱۹۰

۳۰۔ --- الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور، مطبوعہ مصر۔ جلد ۶۔ ص ۲۴۹، ۲۵۰

۳۱۔ --- فتاویٰ الرضویہ۔ جلد ۱۲۔ ص ۱۹۰

۳۲۔ --- رسالہ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲۔ ص ۲۷۶،

مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی

۳۳۔ --- محکومیت، مغلوبیت اور مرعوبیت کے دور میں اسلامی معتقدات پر ایسا ایمان بالجزم۔ بڑے نصیب کی بات ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ

۳۴۔ --- رسالہ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مشمولہ فتاویٰ الرضویہ

مطبوعہ رضا اکیڈمی، بمبئی۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۸۸

۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام

از: ڈاکٹر محمد ہارون برطانیہ
ترجمہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

امام احمد رضا نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کی بحالی کے لئے جو چار نکاتی پروگرام پیش فرمایا تھا وہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور نہایت ہی جامع اور موثر منصوبہ ہے جس پر مسلمانوں کو عمل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں !

۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کی ہولناک حالت کے بارے میں امام احمد رضا سے سوال کیا گیا تھا۔ مغرب سلطنت عثمانیہ کو بری طرح مغلوب کررہا تھا۔ بہت سے مسلمان سلطنت عثمانیہ کی امداد کے سلسلے میں اسے مالی اعانت بہم پہنچانے اور مغرب (برطانوی حکومت) سے مقاطعہ کا مطالبہ کررہے تھے۔

امام احمد رضا نے کئے گئے سوال کے جواب میں مسلمانوں کی فلاح و نجات اور اصلاح کے لئے منصوبہ بھی پیش فرمایا اور یہ صراحت بھی کردی گئی کہ ان کی موجودہ کوششیں سودمند نہیں۔ مقاطعہ کارآمد نہیں ہوگا۔ امام احمد رضا کی باتوں پر لوگوں نے سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ ترکوں کی امداد کے لئے جمع کردہ رقم ناکافی تھی اور اس کا بیشتر حصہ مسلم سیاست دان اپنے کیریئر پر صرف کررہے تھے اور حقیقتاً" غیر ملکی مسلمانوں کے واسطے کچھ نہیں کررہے تھے۔ امام احمد رضا نے مزید فرمایا کہ سلطنت عثمانیہ کو زیادہ سے زیادہ رقم اور مدد دینی چاہیے لیکن امت مسلمہ کی بحالی اور فلاح و نجات کی یہ اصل کلید نہیں تھی بلکہ وہ اس سے مختلف ہے۔

امت مسلمہ کی فلاح و نجات اور اصلاح کا اصل راستہ تھا' قدوقامت' خود مختاری اور اسلامی تہذیب کے ساتھ اس کی تنظیم و تعمیر اور وہ تھا امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام ! علاوہ اس کے کسی اور کام کی سعی لاحاصل تھی اس لئے کہ قوم کمزور تھی۔ مقاطعہ یا مشترکہ ذمہ داری کے ہم پامالی عطیات کارآمد نہیں جبکہ قومی تنظیم ہی ہو۔ ایک منظم اور طاقتور قوم ہی کے ساتھ یہ تمام کوششیں موثر ثابت ہوسکتی ہیں اور بلاشبہ اسلامی تہذیب میں ڈھال کر ایک طاقت ور اور خود مختار قوم کی تعمیرو تنظیم ہی تجدید اسلام ہے۔ حقیقی مسلم قوم

کے سوا اور اسلام ہے کیا؟ اگر امت مسلمہ مضبوط اور طاقت ور ہے، اسلام مضبوط اور طاقتور ہے۔

امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام سادہ اور آسان تھا۔ اول یہ کہ مسلمانوں کو حکومتی امور عدالت سے قطع نظر کرکے (احتراز کرتے ہوئے) اپنے معاملات شریعت کی روشنی میں باہم فیصلہ کرنا چاہیے جس کا نتیجہ ہوگا سیاسی خود مختاری اور اسلامی سیاسی قیادت کا ارتقاء۔

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے قبل مسلمانوں کی قیادت کی باگ ڈور علماء کے ہاتھوں میں تھی اور وہ شریعت پر عمل پیرا تھے لیکن استعماری حکومت نے علماء کی اس قیادت کو ختم کردیا۔ برطانوی ہندوستان میں علماء کے جاری کردہ شرعی نظام کی جگہ اینگلو محمڈن قانون اور خالص سیکولر آئین والی برطانوی کچہریوں نے لے لی۔

اگر مسلمان برطانوی نظام سے احتراز کرتے تو علماء اور شریعت کی پشت پناہی میں رہتے۔ مسلمانوں کے اصل قائد تو علماء اور اولیاء ہیں۔ امام احمد رضا کی تجویز کردہ خود مختاری و آزادی انھیں حکم شریعت کی پشت پناہی میں رکھتی۔ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کا دوسرا حصہ تھا مسلمانوں کا غیر مسلم معاشیات سے احتراز اور اپنی آزادانہ معاشیات کی تعمیر اور بحالی۔ انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کو آپس ہی میں خرید و فروخت کرنی چاہیے۔

ہندوستان میں سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا جارہا تھا۔ وہ ایک قوم ہونے کے باوجود معاشرہ میں منتشر کئے جارہے تھے اور تجارتی امور میں غیر مسلموں سے خلط ملط ہورہے تھے۔ اس طرح امت مسلمہ بتدریج زوال پذیر ہورہی تھی۔

اگر مسلمان مسلمانوں سے ہی خرید و فروخت کرتے تو قوم کو بحالی حاصل ہوتی اور وہ مضبوطی کے ساتھ اتحاد میں بندھے رہتے۔ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کا تیسرا جزو تھا اپنے آزادانہ بنکاری نظام کا قیام، سرمایہ دارانہ نظام کے تحت مسلمان ذاتی اور تجارتی غرض کے لئے سرمایہ داروں اور بینکوں سے قرض لیتے تھے نتیجتاً تجارت پیشہ طبقہ انتشار میں مبتلا تھا۔ مسلمانوں کے اپنے کسی معاشی نظام کا وجود نہیں تھا۔

امام احمد رضا نے یہ تجویز بھی پیش فرمائی تھی کہ اسلامی قانون کی رو سے غیر سودی، اسلامی بینک کا قیام ممکن تھا اور اسے ضروری سمجھ کر پروان چڑھانے (ترقی دینے) کی سفارش بھی کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان ایک دوسرے سے مل کر کام کرتے اور حقیقی خود مختاری اور معاشی طاقت حاصل کرتے۔

امام احمد رضا کے پروگرام کے دوسرے اور تیسرے نکات پر عمل پیرا ہونے سے مسلمان باہم کام کرتے ہوئے ترقی پذیر ہوتے اور بحیثیت قوم حقیقی زندگی بسر کرتے، اس طرح یہ علماء اور اولیاء کی قیادت فرمائی کی ایک سچی قوم ہوتی۔

اسی طرح امام احمد رضا کے منصوبہ کا چوتھا جزو بھی سادہ تھا۔ مسلمانوں کو علم دین اور اسلامی تہذیب کو پروان چڑھانا چاہیے تھا تاکہ قوم سیاسی اور معاشی معاملات میں خود مختار ہوتی اسی طرح وہ زیادہ سے زیادہ

اسلامی ہوتی۔

علماء کو ہر قیمت ہر چیز پر فوقیت دیتے ہوئے اسلامی تہذیب کی نشوونما اور شریعت پر مبنی اسلامی زندگی کی تشکیل کی رہبری کرنی چاہیے۔ برطانوی ہندوستان میں مسلمان باآسانی اسلامی تعلیم سے دستبردار ہورہے تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمان سیکولر اسکولوں اور یونی ورسٹیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ علماء سے دینی تعلیم حاصل کرنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ یہ بات قوم کو ایک دوسرے سے جدا کررہی تھی۔

امام احمد رضا نے اس کا جواب علم دین کی ترویج و اشاعت اور اسلامی تہذیب کی نشوونما میں دیکھا۔ اس طرح امام احمد رضا کا منصوبہ تھا۔ قوم کی خود مختارانہ' سیاسی' معاشی اور تہذیبی تکمیل و تنظیم اور یہی تھی اسلام کی تجدید اور اس طرح قوم بین الاقوامی سطح پر عمل کارروائی کے لئے طاقت ور بن جاتی۔

اب امام احمد رضا حقیقتاً" یہ تجویز فرمارہے تھے کہ اسلام معاشرہ میں ایک جزیرہ کی حیثیت سے پروان چڑھے اور اس جزیرہ میں (اس علیحدہ اسلامی دنیا میں) قوم پروان چڑھے' مسلمان ایک دوسرے سے مل کر کام کریں' اسلام کو ترقی دیں' بحیثیت پیر و اسلام ترقی کریں اور خود اپنے قائد پیدا کریں۔

امام احمد رضا کا یہ منصوبہ کئی وجوہ سے اہم ہے۔

اول تو یہ کہ مسلمانوں کے لئے یہی واحد منصوبہ تھا جو موثر اور کار آمد تھا۔

امام احمد رضا نے یہ منصوبہ اس لئے تجویز فرمایا کیونکہ دوسرے منصوبے مصیبت خیز حد تک ناکام ہورہے تھے۔ جب برطانوی ہندوستان آکر یہاں کے حکمراں بن بیٹھے تو بہت سے مسلمانوں نے سوچا کہ قوم سے علیحدہ ہوکر کفری ملت میں شمولیت اختیار کرلینا درست منصوبہ تھا۔ انھیں امید تھی کہ اس طرح وہ بہتر حالت میں رہیں گے' اچھی ملازمتیں حاصل کرلیں گے' کافر معاشرہ میں اونچا مقام پاکر برطانوی حصہ دار کی حیثیت سے سماج کے لیڈر بن جائیں گے۔ بعد میں آزاد ہندوستان میں ایسے ہی لوگوں نے سوچا کہ وہ ہندوؤں کے برابر حقوق حاصل کرلیں گے۔ آج برطانیہ میں ایسے ہی لوگ سوچتے ہیں کہ وہ برطانوی حکمراں طبقہ کے رکن بن جائیں گے۔ معاشرہ میں بلند مقام کے حصول کی خاطر یہ لوگ تعلیم دنیا کے لئے سودائی ہورہے تھے۔ ان کی نظر میں ان کی اولاد کا گریجویٹ ہوجانا اشد ضروری تھا تاکہ وہ اچھے عہدے کے ساتھ سماج میں اونچے اٹھ سکیں۔ سرسید احمد خان کے صاحبزادے بھی حصول تعلیم کے لئے کیمبرج گئے لیکن مسترد کردیئے گئے اور شکستہ دل ہوکر موت سے ہمکنار ہوگئے۔ آج ہندوستان میں اس طرح کے خیال پر کوئی مسلمان معاشرہ میں بلند منصب حاصل کرلے' بھارتیہ جنتا پارٹی غضب ناک خفگی کا اظہار کرتی ہے۔ آج اسی طرح برطانیہ میں برطانوی بھی کسی مسلمان کو بلند عہدہ دینا گوارہ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو ملازمت سے دور رکھا جاتا ہے' انھیں ترقی سے روکا جاتا ہے اور اکثر اوقات وہ ملازمت پاتے ہی نہیں۔ میں اس طرح کے بہت سے مسلم

نوجوانوں سے واقف ہوں جن کے پاس اچھی ڈگریاں موجود ہیں۔ وہ برطانیہ میں بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ بے روزگار ہیں۔

۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے غور کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ دانستہ تفریق (تعصب) برتا جارہا ہے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ اس مسئلہ کا حل ہے۔ اگر مسلمان اپنے قوم کی تشکیل و تنظیم کریں۔ اپنوں میں خرید و فروخت کا کاروبار کریں، اپنوں ہی کے بہبود اور روزگار کے لئے عمل کریں تو تمامی مسلمانوں کی ملازمت اور کیرییٔر کے لئے موقع فراہم ہوجائے گا۔ اگر مسلم بینک مسلمانوں کو سرمایہ فراہم کریں گے تو باصلاحیت افراد اپنی تجارت و پیشہ کو تشکیل دے کر ترقی کرسکتے ہیں۔

امام احمد رضا کا منصوبہ امتیازی سلوک کو ناممکن بناتا ہے۔ برطانیہ میں لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جن کی مجموعی آمدنی بہت سے مسلم ممالک سے زیادہ ہے۔ اگر مسلمان ایک دوسرے کی مدد کریں تو ہر مسلمان ایک خوشحال اور کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے بے روزگاری اصل خطرہ نہیں ہے بلکہ اصل خطرہ یہ ہے بھک سے اڑ جانے والی تشدد خیز نسلی امتیاز اور فرقہ واریت پر غیر مسلم مسلمانوں کے اس خیال پر غضب ناک ہوتے ہیں کہ وہ بی۔ اے کرکے (گریجویٹ ہوکر) ملازمت کے لئے ان کے ساتھ مقابلہ آرائی کریں۔ بھارتیہ جنتا پارٹی، برٹش پارٹی اور نیشنل فرنٹ (قومی مورچہ) کا یہی خفیہ منصوبہ ہے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے مقابلہ آرائی سے باز رکھتا ہے لیکن انھیں ان کی قوم اور سماج میں ایک جزیرہ (علیحدہ اسلامی معاشرہ) عطا کرتا ہے جس میں وہ باوقار زندگی گزار سکیں۔

بوسنیا میں مسلمان اس لئے قتل کئے جارہے ہیں کیونکہ سرب اس بات کو منظور نہیں کرسکتے کہ مسلمان ان سے منصب اور عہدہ میں مقابلہ آرائی کریں۔

امام احمد رضا کا منصوبہ نسلی امتیاز کے لئے تریاق ہے کس قدر اہم یہ منصوبہ ہے؟

امام احمد رضا کا منصوبہ اس لئے بھی اہم ہے کہ یہ حکومتی نظام قانون سے احتراز کا درس دیتا ہے۔

امام احمد رضا کے منصوبہ کے مطابق مسلمانوں کو حکومتی نظام قانون سے احتراز کرتے ہوئے خود اپنی قیادت کی نشوونما کرنی چاہیے اور سماج میں تشکیل کردہ اپنے جزیرہ (اسلامی سماج) میں اپنے شرعی نظام کو رائج کرنا چاہیے اور اسے ترقی دینی چاہیے۔

ان مسلمانوں میں بہت سے لوگ جو کفری سماج میں اونچے اٹھنا چاہتے ہیں انھیں حکومتی مدد کی ضرورت پڑتی ہے اور وہ حکومتی نظام پر چلنے پر مجبور ہوتے ہیں اور مساوی حقوق کے لئے آئین کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی مدد کی خاطر حکومتی دخل اندازی اور حکومتی سہارا پانے کے لئے قومی ہم آہنگی اور قومی یک جہتی کی ضرورت پڑتی ہے جسے وہ فروغ دینے پر مجبور ہوتے ہیں اور یہ سب نہایت ہی خطرناک، ایک آتش گیر مادہ (ڈائنا مائٹ) ہے۔

ہندوستان میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی یہی شدید نفرت یا تعصب دراصل مسلمانوں کو حکومتی مدد کے خلاف زبردست احتجاج کا اظہار ہے۔ بی۔ این۔ پی (برٹش نیشنل پارٹی) اور عام انگریز کی شدید نفرت یا تعصب اس خوف سے اور بھی برانگیختہ ہوتی ہے کہ حکومت مسلمانوں کو عہدے و مناصب اور قونصل میں برابر کے درجے فراہم کرتی ہے۔

کچھ لوگوں کو شکایت ہے کہ برطانیہ میں مسلمان نسلی امتیاز و فرقہ واریت اور تعصب سے گھرے ہوئے یہودی باڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ یہودی باڑہ (کٹی ہوئی دنیا) حکومت کی مدد لے کر سماج میں مساوی حقوق وغیرہ کے حصول کی کوششوں کی وجہ سے وجود پذیر ہوا ہے۔

اگر مسلمانوں کی اکثریت نے مسلم قوم کے درمیان زندگی بسر کرنے کا رویہ اختیار کیا ہوتا اور وہ اپنے ہی اسلامی معاشرہ میں رہتے تو ان کے اور دوسروں کے جو وسیع سماج میں رہتے ہیں کے خلاف غیر مسلموں کے تعصب کے جوش و غضب کا یہ عالم ہوتا۔

کچھ لوگ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ مسلمان ایک ایسی مضبوط جماعت کی تشکیل کریں جو زور دباؤ ڈال کر کافر سوسائٹی میں ان کے لئے اونچا مقام حاصل کرنے کا راستہ ہموار کرسکے۔ وہ یہودیوں کی نقل تو کرنا چاہتے ہیں لیکن اس امر کو فراموش کردیتے ہیں کہ اسی سبب سے ہٹلر نے یہودیوں کا قتل عام کیا تھا۔

آج یہودی خود وہی کچھ کررہے ہیں جس سے ان کی قوم معاشرہ کے جزیرہ میں ترقی پذیر ہو اور نفرت اور تعصب کم سے کم ہوتا چلا جائے۔ ہٹلر نے یہودیوں کا اسی وجہ سے قتل عام کیا تھا کہ وہ عیسائی معاشرہ میں اونچے اٹھنے کی کوشش میں یونیورسٹیوں میں جارہے تھے اور ملازتوں و پیشوں میں داخل ہورہے تھے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ کس قدر تدبر و ذہانت سے پر ہے۔ مسلمان حکومتی نظام قانون سے احتراز کرتے ہوئے بغیر کسی نفرت و تعصب اور فرقہ واریت کے خوف و خطر سے اپنے تشکیل کردہ اسلامی سماج میں خوشحال اور پرامن زندگی گزارنے کے لئے آزاد ہوں گے۔

ان دنوں بہت سے مسلمان سوچتے ہیں کہ زیادہ بہتر راستہ ہے اسلامی اسٹیٹ کا نشوونما یعنی مسلمان ایک سیاسی پارٹی کی تنظیم کرکے حکومتی طاقت حاصل کرلیں اور پھر اس اسٹیٹ کے کنٹرول کے ذریعہ خود کو دولت اور طاقت میں اونچے اٹھالیں۔

لیکن بدقسمتی سے یہ منصوبہ اس قدر خطرناک اور پھک سے اڑجانے والا ہے کہ بغیر وسائل کے اسے سر کرنا سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کا قتل و غارت گری ہے۔ سب آسان ہے۔ غیر مسلم حکومتی طاقت سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کی خاطر لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ دراصل جو مسلمان اس اسلامی اسٹیٹ کی تشکیل کے خواہاں ہیں وہ اپنے سوا دوسرے مسلمانوں کو دولت و طاقت نہیں دینا چاہتے اور وہ لوگ دوسرے مسلمانوں کو نہ برداشت کرنے والے وہابی ہیں۔

ایرانی شیعہ ہیں جو پیروں کے معتقدین و مقلدین مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں' اس لئے کہ ہم مسلک و ہم عقیدہ نہیں ہیں لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت اس وجہ سے بھی اس طرح کی اسلامی اسٹیٹوں کی تشکیل کی مخالفت کرتی ہے۔

اسلامی اسٹیٹ کے قیام کا کام امام احمد رضا کا منصوبہ اس سے یکسر مختلف ہے۔ اسلامی معاشرہ یا مسلم جزیرہ کی پالیسی کی حمایت صرف سنی مسلمان اس وقت سے کررہے تھے جب سے خلافت کا خاتمہ ہوا تھا اور وجہ یہ تھی کہ حکومت اور معاشرہ دونوں اسلامی نہیں تھے۔ اگر سماج میں مسلم آئی لینڈ (علیحدہ اسلامی سماج) پنپ جاتا تو دھیرے دھیرے بغیر کسی طاقت یا سیاست کے یہ مسلم معاشرہ پھیل بڑھ کر پورے معاشرہ پر چھاجاتا اور نتیجتاً حکومت اس سے متاثر ہوتی ہے اسے علماء اور اولیاء کی قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے شرعی اصول پر عمل پیرا ہونا پڑتا۔

لیکن یہ اسلامی اسٹیٹ مسلمانوں کے لئے غلبہ و حکومت کا وسیلہ نہیں ہوگا بلکہ وہ اسلامی جزیرے کی نشوونما سے تغلب کے لئے آئیں گے اور گورنمنٹ کو متاثر کریں گے جب انہوں نے معاشرہ میں طاقت کو کچل دینے کا نسخہ تیار کیا تھا۔

امام احمد رضا کا یہ اصول واحد نسخہ تھا جسے تمام عالم اسلام میں ان لوگوں کے حملے کے سبب خلافت کے خاتمہ کے بعد آزمایا جاتا جس کی وجہ سے سلطنت عثمانیہ اور دوسری مسلم حکومتوں کا ظہور ہوا۔

امام احمد رضا نے بالکل فطری طور پر اس منصوبہ کا رخ تبدیل کردیا جبکہ دنیا میں اسلامی حکومتیں ختم ہوچکی تھیں۔ یہ ترکیب پہلے بھی کارگر ہوئی ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوبارہ یہ کارگر نہیں ہوگی۔

اور کیا سبب ہے کہ یہ ترکیب برطانیہ میں کارگر ہو؟ یہ مسلم جزیرہ کوئی یہودی باڑہ نہیں۔ یہودی باڑہ وہ جگہ ہے جہاں لوگ دوسروں سے علیحدہ ہوکر اور کٹ کر رہتے ہیں۔ اگر اصلیت میں سماج میں مسلم جزیرہ قائم ہوتا تو کوئی بھی اس میں آکر رہ سکتا تھا۔ مسلمان جو طبقہ یا قوم سے کٹے ہوئے ہیں وہ بھی اس میں شامل ہوسکتے تھے۔ غیر مسلم بھی مسلمان ہوکر اس میں شمولیت اختیار کرسکتے ہیں اور شادی بیاہ کرسکتے ہیں۔

عالم اسلام کے مسلمانوں کو اکثریت میں ہونے کے لئے صدیاں درکار ہیں۔ برطانیہ میں مسلمان ایک صدی میں اکثریت میں آسکتے ہیں اور فلسطائیت و نسلی تعصب ان سب کو رد کرے گی۔ لیکن جیساکہ میں نے ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا کا منصوبہ اسے زیر کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ کیسا عجیب و غریب ہے؟

حقیقتاً" امام احمد رضا کے منصوبہ کو بہت ہی معمولی سیاسی سرگرمی کی ضرورت ہے۔ اس کا مقصد ہے حکومت سے ہٹ کر اپنے اسلامی معاشرہ میں اسلامی زندگی کو پروان چڑھانا' سیاسی اور سماجی زندگی کی آزادی و خود مختاری کے لئے اور مسلمانوں کے لئے مذہبی رواداری کے حصول کے لئے صرف یہی واحد سیاست

ہے۔

اسٹالن کے روس جیسے مقام پر امام احمد رضا کا منصوبہ کامیاب نہیں ہوتا جہاں ذرا بھی آزادی نہیں حاصل تھی اور بلاشبہ یہ منصوبہ سربیا جیسے مقام پر بھی نہیں کامیاب ہوگا جہاں مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے۔ لیکن ان کے علاوہ ہر جگہ دنیا کے ہر ملک میں یہ منصوبہ کامیاب ہوسکتا ہے۔ آج ہم زیادہ سے زیادہ مذہبی رواداری اور سیاسی آزادی والی ترقی پذیر دنیا میں رہ رہے ہیں اور دنیا کی بیماری کا سبب ہے کنبہ پروری، نسلی و علاقائی تعصب اور فرقہ واریت وغیرہ اور اس کے لئے اس وقت امام احمد رضا کا منصوبہ خاص طور سے برمحل اور اہم ہے اور بلاشبہ اس منصوبہ کو برطانیہ جیسے بے تعصب اور جمہوری روایات والے آزادا پسند مملکت میں بروئے کار لانا بہت زیادہ آسان ہے۔ یہاں پہ ہمارے لئے بھی زیادہ آسان ہے اور عالم اسلام میں مسلمانوں کے لئے اسے بروئے کار لانا بہت آسان ہے جو جابرانہ مملکت میں رہ رہے ہیں۔

دوم یہ کہ امام احمد رضا کا منصوبہ مسلمانوں کے لئے اس لئے بھی اہم ہے کہ یہی واحد منصوبہ ہے جس پر عمل کرنا ممکن ہے۔ دوسرا کوئی منصوبہ مسلمانوں کے لئے کارگر نہیں !

مسلمان کا اپنی قوم کو چھوڑنے کا نتیجہ سماج میں تلچھٹ کی حیثیت سے رہنا ہوتا ہے۔ تعصب اس قدر زیادہ ہے اور بے روزگاری اتنی بڑھی ہوتی ہے کہ اعلیٰ قابلیت سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ! وہ مسلمان جو اسلام سے کٹ جاتے ہیں ان کے لئے اپنوں میں خوش آمدید کی کوئی توقع نہیں اور وہ عام طور سے غیر مسلموں سے صرف نفرت اور امتیازی سلوک کے سوا کچھ اور نہیں حاصل کرسکتے۔

اور سوم یہ کہ امام احمد رضا کا منصوبہ اس لئے بھی اہم ہے کہ دنیا میں اس وقت مسلمان حقیقتاً "کیا کررہے ہیں؟

برطانیہ میں مسلمان صرف اپنے مسلمانوں میں ہی وہ جگہ پاتے ہیں جہاں وہ کام یا ملازمت اور مدد حاصل کرسکتے ہیں۔ واحد مقام جہاں وہ خوش آمدید کہے جاسکتے ہیں وہ اپنا مسلم طبقہ ہی ہے۔ اسلام ہی وہ واحد تہذیب ہے جو انھیں برابری کا درجہ دیتا ہے اور خوش آمدید کہتا ہے۔ وہ قائد جو مسلمانوں کی مدد کریں گے صرف علماء اور اولیاء ہیں۔

بوسنیائی مسلمان ریفیوجی بنائے گئے ہیں۔ ہر جگہ جو طبقہ انھیں خوش آمدید کہتا ہے وہ صرف طبقہ مسلم ہی ہے۔ بوسنیائی مسلمان برطانیہ میں مسلمانوں کے درمیان پورے حوالے سے خوش آمدید کہے جاتے ہیں۔

ایک مسلمان۔۔ مسلم دکانوں، کیفے، مسجدوں اور خانقاہوں سے بھرے ہوئے علاقہ یا ضلع میں بخوبی خوش آمدید کہا جاتا ہے اور اپنے گھر کی طرح محسوس کرتا ہے۔

ایک شخص بی۔ اے پاس ہے لیکن اسے کوئی نہیں جاننا چاہتا لیکن ایک شخص نعت خواں ہے، مسلمان اس سے محبت کریں گے۔

بات آسان ہے ہم سب فطری طور پر امام احمد رضا کے منصوبے پر عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمیں عملاً" اور جان بوجھ کر اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ مسلمانوں کو مسلم جزیرہ (اسلامی سماج) کی تشکیل کرنی چاہیے۔ انھیں مسلمانوں ہی کے درمیان رہنا اور کام کرنا چاہیے، انھیں مسلم پیروں اور عالموں کو اپنا قائد تسلیم کرتے ہوئے ان کی پیروی کرنی چاہیے اور ان کے دامن سے وابستہ ہونا چاہیے۔ انھیں اسلام اور اسلامی تہذیب کے مطالعہ اور اس میں رچ بس جانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جدید معاشرہ کے تمام مشکلات مسلم جزیرہ (مسلم سماج، اسلامی دنیا) حل کرسکتی ہے۔ جیساکہ تعصب اور نسلی امتیاز کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلم قوم یا امت مسلمہ بذات خود ایک بین الاقوامی اور مختلف برادریوں کی مشترکہ قوم ہے جس کا انحصار رنگ و نسل پر نہیں ہے بلکہ بحیثیت مجموعی ایک قوم ہے۔

"مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا"

گھریلو حادثے اور عام بے روزگاری کے سبب علیحدگی بھی ایک مسئلہ ہے اور ایسے خاندان کے لئے مسلم جزیرہ (مسلم معاشرہ) ایک پناہ گاہ ہوگا۔ شراب اور منشیات کا دور دورہ ہے، اسلام ان سب کو شکست دے سکتا ہے۔ روایاتی تہذیب کے زوال کے سبب (اسلامی تہذیب سنت کے قریب قریب خاتمہ کے سبب) آج کی تہذیب بہت ہی مہیب ہوگئی ہے۔ امام احمد رضا کے مسلم جزیرے (اسلامی معاشرہ) کے قیام کا نکتہ اسلامی روایات تہذیب کو زندہ رکھنے کی ضمانت دیتا ہے۔

پورے سماج میں خالص اسلامی معاشرہ ایک خود مختار معاشرہ ہوگا۔ یہ حکومت اور حکومتی کنٹرول سے احتراز کرے گا۔ یہ اپنے اصول و ضابطہ کو جاری کرنے والی سوسائٹی ہوگی۔ اس کے قائد خود عوام کے تسلیم شدہ ہوں گے اور یہ سخت گیرانہ وراثتی یا خاندانی حکومت و قیادت سے پاک سوسائٹی ہوگی۔

اس اسلامی جزیرہ کا سچا حاکم اعلیٰ صرف اللہ وحدہ لاشریک ہوگا۔

یہ مسلم آئی لینڈ ایک عالمی معاشرہ ہوگا اور ہر رنگ و نسل کے افراد اس کے رکن ہوں گے اور دنیا میں کہیں بھی ایک مسلمان اس معاشرہ میں آکر اپنے ہی گھر کی طرح ہوگا جس طرح آج ایک مسلمان ہندوستان یا پاکستان یا الجزائر کہیں سے بھی مانچسٹر یا برمنگھم کے مسلمانوں میں آکر اپنے گھر ہی کی طرح رہتا ہے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ایک عالمی سماج کی کلید ایک مضبوط مقامی سماج ہے۔ ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے اس پر غور کیا۔ یہ مقامی طبقے درحقیقت مسلمانوں کے لئے مالی امداد کا بندوبست کریں گے اور حکومتوں پر سیاسی دباؤ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

بوسنیائی مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ برطانیہ یا دیگر ممالک میں رہنے والے مسلمان انھیں کسی طرح کی سیاسی مدد دینے کے لائق نہیں ہیں لیکن بوسنیا پر سیاسی سرگرمی ان لوگوں نے مسلط کی تھی جو اسلامی سیاسی سوچ کے مسلمان نہیں تھے۔ اس مسلم جزیرہ کی تشکیل

یا اس کا قیام اہلسنّت و جماعت کے لئے اہم ترین ہے۔ دوسرے فرقے (فرقہ وہابیہ یا اس کی شاخیں) مسلم قوم میں کوئی دلچسپی نہ رکھ کر اپنے مفاد میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن اہلسنّت والجماعت کے لئے یہ قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور یہ امت ایک مقدس شے اور اس عالم کے لئے پیغامات الٰہی کو پہنچانے والی ہے اور اس لئے اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے قوت حیات ہے اس سے قطع نظر کہ کیا ہوتا ہے۔

یہ سبب تھا کہ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کا کامل مقصد امت کو زندہ کئے ہوئے تھا؟ امام احمد رضا نے غور کیا تھا اور ہمیشہ علمائے اہلسنّت نے فکر کی ہے کہ امت کو بر قسمت مربوط رکھنا چاہیے۔ بہت سے مسلمان قوم کو مختلف قسم کے غیر متوقع سانحات سے خطرے میں ڈالتے ہیں، بہت سے لوگ امت سے باہر رہنے کے لئے اسے چھوڑ دیئے ہیں لیکن امام احمد رضا نے اسے مربوط رکھنے کا مقصد بنالیا تھا۔ اسی لئے امام احمد رضا کا چار نکاتی منصوبہ بذات خود ایک مقدس عمل ہے۔ کچھ لوگ سوال کرسکتے ہیں کہ کیا یہ مسلم جزیرہ ایک اچھا معاشرہ ہے؟ اس کا جواب اثبات میں ہونا چاہیے۔ اس پر مسلمانوں کو زندگی گزارنے کی سعی کرنی چاہیے جس پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے زندگی بسر کرانا چاہتا ہے۔ یہ سماج مسلم خاندان، مسجد، سلسلہ تصوف و طریقت اور زکوٰۃ و فطرہ و صدقہ و خیرات والا محبت اور رحم دلی سے بھرپور ایک سماج ہوگا۔ یہ علماء اور بزرگوں کے احترام والا سماج ہوگا اور یہ علماء اور اولیاء کی قیادت والا سماج ہوگا۔

ہر شے بالاتر یہ ایک کامل معاشرہ ہوگا۔ وہی معاشرہ کامل ہوتا ہے جو انسانوں کی اکثریت کے لئے زیادہ سے زیادہ ممکنہ خوشیاں فراہم کرتا ہے۔ انسانوں کی سب سے بڑی ممکنہ خوشی اللہ کی رضا پر منحصر ہوتی ہے، دنیا و عقبیٰ اور جنت میں ہر جگہ۔ اہلسنّت والجماعت کا مقصد ہے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حتی الامکان وسیع کرنا۔ یہ مسلم جزیرہ ممکنہ حد تک مسلمانوں کی سب سے بڑی ملت یا امت ہوگی اور ہمیں یقین ہے کہ یہ مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے صدقے میں جنت میں جائیں گے۔

اس طرح امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کے تحت تشکیل شدہ یہ سماج ایک کامل سماج ہوگا جس کے ذریعہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ ممکنہ خوشی میسر آئے گی جو بہشت ہے۔

۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کے چار نکاتی منصوبہ کی اہمیت کی یہی پہلی سب سے بڑی امکانی وجہ ہے۔ اس مقالہ کے اختتام میں آپ پوچھ سکتے ہیں کہ ۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کا چار نکاتی پروگرام کتنا اہم ہے؟ جواب بہت آسان ہے اور دنیا میں اس کے سوا اتنا اہم کوئی اور منصوبہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کی پیروی کریں۔ انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد جنت میں داخل ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اِس منصوبہ کا حیرت انگیز جمال ہی اس کی سچائی کا ثبوت ہے۔ اس منصوبہ پر اب عمل کرنے کا وقت ہے۔

گزشتہ صفحات میں ۱۹۱۲ء میں پیش کردہ امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کی اہمیت کا خاکہ پیش کردیا ہے۔ جبکہ اب مقالہ کو رقم کرنے کا منصوبہ بتانا ہے کہ اس منصوبہ کو عمل میں لانے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟

حقیقتاً" امام احمد رضا کا منصوبہ خود اس امر کی صراحت کرتاہے کہ اس کو عمل میں لانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے؟

اول : مسلمانوں کو حکومتی فیصلوں اور کچہریوں سے احتراز کرتے ہوئے اپنے معاملات باہم فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ وہ علماء اور اولیاء کی آزادانہ قیادت کو پروان چڑھاسکیں۔

دوم و سوم : مسلمانوں کو آپس ہی میں خرید و فروخت اور اسلامی بینکنگ نظام قائم کرتے ہوئے قوم کو وسائل کی فراہمی کی خاطر قومی تشکیل و تنظیم کرنی چاہیے۔

چہارم : مسلمانوں کو علم دین سیکھتے ہوئے' اس کی ترویج و اشاعت کے ساتھ اسلامی قومیت کی تشکیل کرنی چاہیے۔ اس طرح اس وسیع کفری معاشرے میں ایک اسلامی معاشرہ پروان چڑھے گا اور ایک اسلامی جزیرہ کو فروغ حاصل ہوگا۔

امام احمد رضا نے ۱۹۱۲ء میں تصنیف کردہ اپنے رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" میں اس منصوبہ پر عمل کرنے کے سلسلے میں کچھ امور خود بیان کئے۔ انہوں نے فرمایا کہ وسیع پیمانے پر اس منصوبے کی تشہیر کے لئے عوامی جلسے کرنا چاہیے' ہر فرد کو دوسروں کے انتظار کے بغیر خود اس پر عمل کرنا چاہیے اور یہ نہ سوچنا چاہیے کہ فرد واحد کچھ نہیں کرسکتا۔ انھوں نے بتایا کہ معاشی بہتری کے لئے فضول خرچی سے احتراز کرتے ہوئے رقم پس انداز کرنی چاہیے' کاروبار و تجارت کی طرف توجہ دینی چاہیے اور زیادہ منافع خوری کے بجائے تجارت کو مستحکم کرنے پر توجہ مبذول کرنی چاہیے۔ مزید فرمایا کہ مسلمانوں کو علم دین کو بہ نظر حقارت نہ دیکھ کر تعلیم دینا اور کفری یونیورسٹیوں اور ڈگریوں کے پیچھے نہ بھاگنا چاہیے۔ مسلمانوں کو علم دین اور علماء کو حقیر سمجھنے سے باز رہنا چاہیے۔ خود کو دیوالیہ پن سے بچائے رکھنے کے لئے خرچیلے قانونی معاملات اور کفری کچہریوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے اچھا برتاؤ کرنا چاہیے اور اپنے جھگڑوں کو شریعت کی روشنی میں فیصلہ کرنا چاہیے۔

ہم اس بات کو باآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ ہمیں امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کو کس طرح عمل میں لانا چاہیے۔

اول یہ کہ مسلمانوں کو امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرنا اور محبت کا درس دینا چاہیے۔ قوم کو خود اپنی قدر و قیمت کی پہچان سیکھنی چاہیے۔ ہمیں امت مسلمہ کو اپنا اور تمام عالم کا مرکز تصور کرنا چاہیے'

ہمیں اسے اپنا کنبہ اور اس دنیا میں اسے اپنا سہارا اور اساس متصور کرنا چاہیے۔ ہم اس طرح کی سوچ سے اس منصوبہ کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ مسلمان اپنی کمیونٹی کو صرف اسی صورت میں پروان چڑھا سکتے ہیں جب وہ اسے اپنی زیست کا مرکز و محور مان لیں۔ آج بہت سے مسلمان مسلم کمیونٹی کو چھوڑنے کے لائق سمجھتے ہیں۔ دراصل ان کو اصل محبت کفری سماج سے ہے۔ وہ متحدہ ریاست ہائے امریکہ جیسے مقام پر رہنے کے متمنی ہیں اور وہاں بھی مسلمانوں کے درمیان نہ رہ کر خود کو کفار کے مساوی سمجھ کر انہیں کے بیچ رہنا چاہتے ہیں۔

مانچسٹر جیسے مقام پر بہت سے مسلمان جونہی دولت کمالیتے ہیں، اپنے لئے مسلم علاقوں سے دور مکان خریدتے ہیں۔ اپنے آپ کو برطانوی ظاہر کرنے کے لئے وہ اپنے بچوں کو پاشیسٹ (Poshest) اسکولوں میں داخل کراتے ہیں تاکہ وہ کیمبرج تعلیم یافتہ انگریزوں کی حیثیت سے انھیں پروان چڑھا سکیں۔ اگر آپ ان سے ملیں تو وہ انگریزی انداز میں برتاؤ کریں گے۔ آپ ان کے ہاں ایک گھنٹہ بیٹھیں تو صرف ایک بسکٹ پیش کریں گے۔ ان کا برتاؤ صرف اس لئے کہ وہ مسلمانوں اور مسلم معاشرہ کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس سے نجات پانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ مگر افسوس (بدقسمتی سے) ان کے سفید فام پڑوسی اس پر بھی ان سے نفرت کرتے ہیں۔

مقصد اصل کمیونٹی کی قدر و قیمت کی پہچان ہے۔ آخر اس میں کوئی خامی ہے تو اسے دور کرنا چاہیے نہ کہ اس سے دور بھاگنا چاہیے۔ ہمیں اپنے غریب اور جاہل مسلم برادران سے خود کو دور رکھنے کے بجائے انہیں اس پستی سے نکالنا چاہیے کہ کمیونٹی اس وقت تک پروان نہیں چڑھ سکتی جب تک لوگ اس سے محبت نہیں کریں گے۔ یہ کمیونٹی' یہ امت ایک مقدس شے ہے اور خود اسلام کا ایک پیمانہ اور سچائی کی پرکھ کے لئے معاہدہ امت ہے۔

مسلمانوں کو بلاشک و شبہ یہ جان لینا چاہیے کہ وہ اپنی حقیقی زندگی اپنی ملت میں ہی بسر کرسکتے ہیں۔ کفار مسلمانوں کو کفری معاشرہ میں کہیں بھی مقام دینے کو تیار نہیں، ایک مسلمان خود کی زندگی کو اپنی مسلم کمیونٹی سے مرتکز کئے بغیر کبھی کامیابی نہیں حاصل کرسکتا۔ مسلمان کو مسلمان سے محبت کرنا سیکھنا اور سکھانا چاہیے۔ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بہن ہیں اور اللہ ہر مسلمان سے بہت محبت کرتا ہے۔ یوم حشر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح شفاعت فرمائیں گے کہ ہر مسلمان کو دوزخ سے نکالیں گے لہٰذا ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان سے محبت کرنا سیکھنا چاہیے۔ امام احمد رضا کے منصوبہ کے مطابق مسلمانوں کو آپس ہی میں خرید و فروخت کرنا چاہیے اور اپنے سرمائے کو اسلامی بینک میں اپنے مسلم بھائی کی مدد اور معاشی فلاح کی خاطر جمع کرنا چاہیے اور انھیں روزگار دینا چاہیے۔ لیکن اگر مسلمان ایک دوسرے کو ناپسند کرتے ہیں تو امام احمد رضا کے منصوبے سے ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ ہمارا رویہ یہ ہونا چاہیے کہ ایک شخص کیسا بھی ہو وہ

بہرحال ہمارے لئے خاص ہے اس لئے کہ وہ مسلمان ہے۔ اس خیال کا مطلب ہے مسلمانوں کے فکر میں انقلاب۔ بہت سے مسلمان مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ ان کی شکایت کرتے رہتے، غیبت کرتے رہتے ہیں اور انھیں کوڑے کی طرح خود پر بوجھ سمجھتے ہیں۔

گلاسگو کے ایک مسلمان نے بتایا کہ اگر ایک مسلمان کیفے کھولتا ہے اور اس میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو اس کے کاروبار کو ختم کرنے کے لئے دوسرا مسلمان اسی کے برابر اپنا کیفے کھول لیتا ہے۔ اس طرح کی نہ ختم ہونے والی لامتناہی جھگڑوں اور مخالفتوں اور مساجد کے اندر کی مناظرہ بازی وغیرہ سے ہم بخوبی واقف ہیں۔

یہ رویہ نہ صرف کہ گھناؤنا بلکہ غیر اسلامی ہے اور اسلام غیبت کا سخت مخالف اور اس بات کا حامی ہے کہ ہمیں اپنی ہی طرح دوسروں کی بھلائی کی بات بھی سوچنی چاہیے۔ ہمیں مسلمانوں سے تنفر اور مخالفت وغیرہ کا رویہ ترک کرکے اسلامی رویہ اپنانا ہوگا ورنہ ہم منصوبہ امام احمد رضا کو لائق عمل نہیں بناسکتے اور نہ ہی قوم کی تشکیل کو کامیابی سے ہمکنار کرسکتے ہیں۔ ہر مسلم و مسلمہ ایک دوسرے کے بھائی بہن ہیں۔ ہم سب کو ساتھ ہی جنت جانا ہے۔ امام احمد رضا ایک سنی مسلمان تھے اور ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ مسلمانوں میں آپسی نفرت و تعصب وہابیت کا پھیلایا ہوا ہے۔ وہابی عام مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں، انھیں مشرک بناتے ہیں اور قابل گردن زنی سمجھتے ہیں۔ وہ ان مسلمانوں کو اوراد وظائف اور عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کی وجہ سے انھیں ہدف تنقید بناتے ہوئے شرک کا فتویٰ دیتے ہیں۔ وہ پولیس مین کی طرح دوسرے مسلمانوں پر مسلط رہتے ہیں اور عیب و گناہ تلاش کرتے رہتے ہیں، ان سے ہنگامے کرتے ہیں، تعصب و سختی برتتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

وہابیت حقیقی ملت کے امکان کو تباہ کرنا چاہتی ہے، اس کا مقصد حقیقی کمیونٹی کی بربادی اور صرف اپنی طاقت کا حصول ہے۔ ہمیں اپنے مسلم بھائیوں کی خامیوں کو درگزر کرتے ہوئے انھیں برداشت کرنا چاہیے۔ ان کے بارے میں اچھے نظریات رکھنے چاہیے۔ جوانوں پر شفقت کرنی چاہیے یہ سوچتے ہوئے کہ اس شریر دنیا میں ان کی زندگی کس قدر سخت و دشوار ہے۔

ہمیں ان کی بہت سی شرارتوں اور نادانیوں کو نظر انداز کردینا چاہیے۔ ان نوجوانوں کی نادان حرکتوں کی وجہ صحیح مسلم قیادت کا فقدان ہے۔ ہمیں ان سے مسلمانوں کو بتانا چاہیے کہ اسلام خوشی عطا کرنے والا دین ہے اور مسلمان بن کر ہی رہنے میں خوشی اور حقیقی زندگی ہے۔

کمیونٹی سے علیحدہ بھٹکنے والے مسلمانوں کو خاص طور سے مسلمانوں کے ساتھ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ منشیات و جرائم کے ذریعہ اڑائے جانے والے اور گمراہیوں میں بھٹکنے والے نوجوانوں کو واپس لانے کے لئے ہمیں ایسی تنظیمیں بنانی چاہیے جہاں ہم انھیں خوش آمدید کہہ سکیں۔ ہمیں روئے زمین پر بسنے والے

ہر مسلمان کو خواہ وہ عربی، ایشیائی، افریقی، انڈونیشی وغیرہ کوئی بھی ہوں، اپنا دوست اور بھائی سمجھنا چاہیے اور برادری کے ساتھ انھیں خوش آمدید کہنا چاہیے۔ آج مسلمانوں میں ذاتی برادری کا تعصب ہے، ان سے چھٹکارا پانا چاہیے۔ یہ سراسر غیر اسلامی رویہ ہے۔ مثال کے لئے عرب ایشیائیوں سے کس قدر خصوصیت رکھتے ہیں لیکن بلاشبہ یہ سعودی وہابیت ہے جو مسلمانوں کے درمیان نفرت و تعصب پھیلا رہی ہے۔

اگر ہمیں مسلمانوں سے محبت ہوگی تو ہم ان کے ساتھ رہیں گے، اپنی زندگی کو ان کے بیچ مرکوز رکھیں گے۔ انہیں سے کاروبار کریں گے، انھیں روزگار دیں گے۔ امت مسلمہ سے محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہر فرد امت سے محبت کی جائے۔

سوم : مسلمانوں کو خود اپنی ذاتی سیاسی اور قومی قیادت کی نشوونما کرنی چاہیے یعنی قومی قیادت کے لئے علماء اور اولیاء کی تربیت اور نشوونما اور پہلے سے فریضہ قیادت ادا کرنے والے حضرات کا احترام کرنا چاہیے لیکن یہ علماء و اولیاء کی نشوونما اور تربیت کا مرحلہ بہت ہی مشکل اور خاص قسم کا مرحلہ ہے اور اس کے لئے مکمل طور سے اسلامیات کی تعلیم و تربیت دینی پڑے گی اور تب تک ایک شخص تیس یا اس سے زیادہ عمر کا ہوجائے گا اور اس طرح کے سیکڑوں لوگوں کی تربیت دینی پڑے گی۔

آج مناسب قومی قیادت کے لئے ایک نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کی ضرورت ہے جو اس کی حمایت اور مدد کرے۔ علماء کی تربیت کے لئے مدرسہ ضروری ہے زور بعداز فراغت بحیثیت مدرس ملازمت بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے اسلامی کتب کے ناشرین، رسائل و جرائد اور ترجیحا ریڈیو اور ٹی وی بھی چاہیے۔ اپنے نظریاتی کی تشہیر اور پوری قوم تک اپنی باتو کو پہنچانے کے لئے اور ایسی حالت میں مسلمانوں کو نام نہاد لیڈروں سے (اپنا کیریئر بنانے والے، مطلب پرست اور لیس لیڈروں سے) ہٹ کر آگے آنا ہوگا۔ یہ لیڈر اپنے مفاد کی خاطر قوم کا استعمال و استحصال کرتے ہیں۔ ہمارے مسلم برادران اپنا لیڈر اپنی قوم سے باہر تلاش کرتے ہیں یعنی قومی یک جہتی کی خاطر اور نسلی رشتہ کے کارخانے کو برقرار رکھنے کے لئے مزدور لیڈر، جمہوری اور سیکولر ٹائپ لیڈروں کی تلاش کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اسٹیٹ کو نہ دیکھ کر اپنی کمیونٹی کے اداروں کو دیکھنا چاہیے۔ اکثر لیبر پارٹی نے سیکڑون ہزاروں مسلمانوں سے ووٹ حاصل کئے ہیں اور بدلے میں انھیں کچھ نہ کچھ دے کر صرف ہجرت کا قانون دیا ہے اور سلمان رشدی کی تائید کی ہے۔

کمیونٹی کے باہر کی تمام سیاسی سرگرمیاں کمیونٹی کو صحیح مدد دینے کے لئے ہونی چاہیے۔ امام احمد رضا کا مکمل منصوبہ اسٹیٹ سے درگزر اور خودمختاری کا منصوبہ ہے۔ انگلینڈ میں یہ بات ممکن ہے مگر فرانس جیسے ملک میں حکومت کا کنٹرول دم گھونٹ دینے والا ہے۔ وہاں مسلمان جس طرح برطانیہ میں اسلامک ٹائم میگزین نکال رہے ہیں اس طرح کے میگزین کی اشاعت نہیں

کرسکتے۔ آج کے مصر میں کوئی بھی تنظیم اسٹیٹ یعنی پولیس کی اجازت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتی۔ ایسے مقام پر اور ایسے عالم میں امام احمد رضا کا منصوبہ لائق عمل نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مسلمانوں کا سیاسی مقصد ہونا چاہیے درگزر اور خود مختاری۔

امام احمد رضا کے منصوبے کے تمام نکات کا مقصد ہے کہ کیمونٹی خود عمل کرے اسے اسٹیٹ یعنی حکومت سے کسی طرح کی مدد یا حمایت نہیں لینی چاہیے اور اس مقصد کے لئے لیبر اور لبرل پارٹیوں کے نزدیک جانے کی کوئی بڑی وجہ نہیں ہے۔ امام احمد رضا کے منصوبہ کے کل نکات کی غرض ہے قوم کی کود مختاری اور اپنی آزادی۔ اگر آپ معاشی اور معاشرتی طور سے خود مختار ہیں تو سیاسی طور سے بھی آپ کو خود مختار ہونا چاہیے اور تہذیبی طور سے بھی۔ آپ کو کفار کے حالات اور تہذیب کے حصول کے لئے ان کے پیچھے نہیں بھاگنا چاہیے۔ اور یہی ہے علماء و اولیاء کی مناسب قیادت اور تعلیم و ذرائع ابلاغ کی نشوونما کیونکہ یہ مسلمانوں کو ان لی خود مختاری کے لئے ضروری فکر و خیال فراہم کرتے ں۔ بہت سے مسلمان جو سیکولر یونی ورسٹیوں اور فکروں ہی کو لائق تقلید و احترام سمجھتے ہیں اور اسی ینوی ڈگری اور تعلیم کو کامیابی کا اصل نشان سمجھتے ں۔ مسلمانوں کو ان سب سے بھی باز رکھنا چاہیے۔

ہارم : مسلمانوں کو پورے طور سے اسلامی اداروں ی نشوونما کرنی چاہیے۔ ہمیں علماء کی قیادت والی مدالت شرعیہ قائم کرنی چاہیے یعنی جامعہ ازہر مصر کی طرح مسجد و مدرسہ کے نظام کو رائج کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ و فطرہ کے ذریعے غرباء کی امداد اور ان کے سماجی امور کو پورا کرنا چاہیے۔ خواتین اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ کا انتظام ہونا چاہیے۔ طریقت کو فروغ دینا چاہیے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صوفیائے نے طریقت کے نظام کے تحت قومی و ملی تنظیم کا کیسا کارنامہ انجام دیا ہے۔ جب اس طرح کے ادارے کام کریں گے تو امام احمد رضا کے منصوبہ کو عمل میں لانا آسان ہوگا۔

اب یہ چند اہم امور ہیں جنھیں امام احمد رضا کے چار نکاتی پروگرام کو بروئے کار لانے سے قبل کیا جانا چاہیے۔ اگر مسلم کیمونٹی معاشرہ میں ایک آئی لینڈ (جزیرہ) کی حیثیت سے پروان چڑھادی جائے تو امت کا ہر فرد ایک دوسرے سے محبت کرے گا' علماء اور اولیاء کی مناسب رہنمائی ہوگی اور اسلامی اداروں کو کیمونٹی کے اندر فروغ دیا جاسکتا۔

ہمارے قارئین پوچھ سکتے ہیں کہ اس منصوبہ پر کون کس طرح عمل کرے تو جواب آسان ہے۔ اس منصوبہ کو لاکھوں میں سے ہر فرد مسلم کو عمل میں لانا چاہیے۔ امام احمد رضا کا مقصد تھا عمل کرنے والی خودکار قوم۔ انہوں نے چند نمائندوں' حکومت یا سیاسی جماعت پر نہ تو بھروسہ کیا نہ کسی کو اس طرح عمل پیرا ہونے کو کہا۔ انہوں نے ہر فرد مسلم کو اس کی دعوت دی اور بتایا کہ اس کے لئے جلسے کرکے لوگوں سے اس منصوبہ کو چلانے کی اپیل کرنی چاہیے۔

یہ تو ایسا منصوبہ ہے کہ کوئی بھی ابھی اسی وقت یا

آج ہی سے اسے عمل میں لے آئے۔ ایک خاتون خانہ بھی اس کے لئے آج ہی سے بہت کچھ کرسکتی ہے محض یہ فیصلہ کرکے کہ وہ مسلم دکان سے ہی سودا خریدے گی۔ ایک طالب علم یہ طے کرکے کہ اسے اپنا مستقبل سنوارنا ہے اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مسلمانوں کے درمیان بھلائی کا کام کرنا ہے۔ ایک گھرانہ یا خاندان بھی اس سلسلے میں بہت کچھ کرسکتا ہے۔ مثلاً اپنی رہائش کے لئے ایک ایسا مکان منتخب کرے جو مسجد کے نزدیک ہو۔ ایک تاجر یہ فیصلہ کرکے بہت کچھ کرسکتا ہے کہ وہ اپنا سرمایہ مسلمانوں کی مدد اور معاشی ترقی کے لئے کاروبار میں لگائے گا۔ کوئی بھی بحیثیت لیڈر اس منصوبہ کے کسی بھی حصہ پر عمل کرسکتا ہے۔ ایک نوجوان خود کو عالم بنانے کا فیصلہ لے کر، ایک دوسرا نوجوان خود کو میدان تصوف میں اتارنے کا فیصلہ لے کر اور پھر صوفی بن کر بھٹکے ہوئے نوجوانوں کو کمیونٹی میں واپس لانے کا عزم کرکے بھی اس منصوبہ پر عمل کرسکتا ہے۔

امام احمد رضا کے منصوبہ میں ہر مسلم کچھ نہ کچھ کرسکتا ہے اور قومی ہیرو یا قائد بن سکتا ہے۔ اسلامی تجدید شخصی اقتدار و طاقت یا چند منتخب لوگوں یا کسی سیاسی جماعت کی طاقت و اقتدار کا نام نہیں ہے بلکہ پوری قوم کے اقتدار و طاقت کا نام ہے۔

امام احمد رضا کا منصوبہ لاکھوں کی فلاح کا منصوبہ ہے جو ساتھ مل کر اللہ کی اس زمین پر حکومت الہیہ والا معاشرہ اور نظام قائم کریں گے۔ جیساکہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مسلمان اگر اس منصوبہ رضا پر عمل کرتے ہیں تو وہ صرف اپنی مسلم کیمونٹی میں ہی خوش آمدید کہے جائیں گے۔ اس پر عمل کرنے کے لئے شعوری طور پر کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔

اب ہمارے قارئین سوال کرسکتے ہیں کہ اس منصوبہ پر کب عمل پیرا ہوجائے اور اس کے لئے کیا مدت درکار ہوگی؟

جواب آسان ہے۔ اس منصوبہ پر کسی بھی وقت اور کسی بھی رفتار سے عمل پیرا ہوا جاسکتا ہے۔ آپ اس پر آج ہی عمل کرسکتے ہیں کسی بھی مسلم دکاندار سے سودا خرید کر اور کسی بھی مسلم کی معاشی ترقی کے لئے اپنی رقم کاروبار میں لگاکر یا کچھ سال بعد ایسا کرسکتے ہیں۔ آپ آئندہ سال کے لئے کسی مسلم محلّہ میں یا مسلمان کی پڑوس میں مکان خریدنے کی بات سوچ کر بھی اس منصوبہ پر عمل کرسکتے ہیں۔ عالم بننے کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہے لیکن طریقت میں شمولیت فوری ممکن ہے۔

یہ منصوبہ ابھی سے لے کر دہائیوں صدیوں تک کا منصوبہ ہے۔ اگر ہم اس منصوبہ پر عمل کرتے ہیں اور مسلم کیمونٹی کی نشوونما اور اسے فروغ دیتے ہیں تو انشاء اللہ ایک دن انگلینڈ مسلم اکثریتی ملک ہوسکتا ہے۔ لیکن وہ مدت ایک صدی یا پانچ صدی کی بھی ہوسکتی ہے۔ ویسے ہم اسے چلانے کے لئے یا اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے آج سے بھی کام شروع کرسکتے ہیں جیساکہ ایک زمانہ میں صرف چند لوگ انڈونیشیا میں اسلام لائے تھے اور آج وہاں لاکھوں، کروڑوں مسلمان موجود ہیں۔

آپ سوال کرسکتے ہیں کہ اس میں کامیابی کا کیا موقع ہے؟

جواب آسان ہے۔ یہ منصوبہ دراصل وہی تھا کہ مسلم دنیا کا کتنا بڑا حصہ مسلمان بنا اور وہ مسلمان ہی بنائے رکھا گیا۔ گزشتہ ہزار برسوں سے اور اس سے زائد مدت سے کیونکہ ہمارے صوفیاء اور علماء کی امام احمد رضا کی طرح یہی پالیسی تھی۔

لیکن ہم سبھی خریداروں یا دکاندار' قرض دینے والے ہوں یا قرض لینے والے' لیڈر ہوں یا ان کے پیچھے چلنے والے' استاد ہوں یا شاگرد۔ اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔

یہ منصوبہ آج کا ہے اور ہر مسلمان کے لئے ہے۔ ہم نے اب دیکھ لیا کہ امام احمد رضا خاں بریلوی کے منصوبے کو کس طرح کام میں لائیں گے۔ یہ ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ اس کے لئے کچھ نہ کچھ کریں۔ اگر لاکھوں مسلمانوں میں سے ہر ایک اس منصوبہ کے تحت کچھ نہ کچھ کرتا ہے تو جلد ہی مسلمان اپنی کمزوری ناکامی اور بے بسی سے نجات پاکر بحالی حاصل کرسکیں گے۔

اس منصوبہ کی کلید میں سب سے بڑی اور اہم کلید ہے اسلام سے' مسلمانوں سے' شریعت سے اور علماء سے محبت اور ان کے لئے سب سے بڑی کلید ہے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد سے زائد محبت اور ادب و احترام !

اور ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ ہم اس منصوبہ کو بہت سارے لوگوں کو (ممکنہ حد تک) نجات اور آخر میں ان کے حصول جنت کے لئے عمل میں لائیں گے۔

> ''دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام رضا (علیہ الرحمتہ) مقتداء ہیں اور یہ (علامہ اقبال اور قائد اعظم) دونوں حضرات مقتدی' پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ حاصل نہ ہوتا اگر امام احمد رضا علیہ الرحمتہ سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔''
>
> (مولانا کوثر نیازی مرحوم' سابق وفاقی وزیر)

امام احمد رضا کی اردو نعت گوئی

ڈاکٹر ریاض مجید، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد

مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۳۴۰ھ) برصغیر کے معروف عالم دین ہیں، محسن کاکوروی کے بعد اردو کے دوسرے بڑے نعت گو ہیں جنہوں نے اپنے شغف نعت اور اجتہادی صلاحیت سے اردو نعت کی ترویج و ارتقاء میں تاریخ ساز کام کیا۔ اردو نعت کی تاریخ میں اگر کسی فرد واحد نے شعرائے نعت پر سب سے گہرے اثرات مرتسم کئے ہوں تو وہ بلاشبہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود نعت میں دقیع شاعری کی بلکہ اپنے ہمہ مسلک شاعروں، خلفاء اور تلامذہ میں نعت گوئی کو ایک تحریک کی شکل دی۔ اردو نعت میں بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں شاعروں کے ذوق نعت کو جلا مولانا ہی کی نعت گوئی سے ملی۔

"حدائق بخشش" مولانا احمد رضا رضا خاں کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے اس کے مطالعہ سے سب سے پہلا تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ مولانا کے تبحر علمی کا ہے۔ مولانا اردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے وسیع مطالعے کو پوری طرح اپنے فن نعت میں برتا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن و حدیث سے لے کر منطق و ریاضی، ہیئت و نجوم، ہندسہ و مابعد الطبیعیات وغیرہ علوم و فنون کی مختلف اصطلاحوں کو نہایت سلیقے سے برتا۔

یہ ان کا کمال فن ہے کہ ان کی نعتوں میں مختلف علمی و فنی اصطلاحات و حوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر نہیں آتے۔ انہوں نے اپنے وسیع مطالعہ کو تخلیقی انداز میں اپنی نعت گوئی کا جزو بنایا ہے اور ان کی نعت میں ان کو تبحر علمی خارج ہونے کی بجائے ترسیل فکر میں ممد ثابت ہوتی ہے۔ نعتیہ مضامین کے اظہار میں انہوں

نے مختلف علوم و فنون کو سمو کر جہاں اپنی نعت گوئی کو وقیع بنایا ہے وہاں اردو نعت کے علمی و فکری دائرے کو بھی وسیع کیا ہے۔

تبحر علمی کے شانہ بشانہ مولانا کے نعتیہ کلام میں ملنے والی دوسری خصوصیات ان کا زور بیان ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ شاعری میں اصطلاحات اور علمی حوالوں کا کثرت استعمال اظہار میں رکاوٹ پیدا کرکے فن پارے کے فطری بہاؤ کو مدھم کردیتا ہے۔ مگر مولانا کی نعت گوئی میں اظہار کسی ایسی دقت یا مشکل سے دوچار نظر نہیں آتا۔ مولانا کی نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی و عقیدت اور صاحب موضوع سے شیفتگی و محبت کی شدت کی جولانی ان کے کلام میں شروع سے آخر تک یکساں اور موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتی ہے' تبحر علمی' زور بیان اور وابستگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں یوں گھل ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔

ذیل میں ان کی نعتوں سے چند متفرق(۱) شعر پیش کئے جاتے ہیں جن سے مولانا احمد رضا خاں کی غیر معمولی ذہانت اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان اشعار میں انہوں نے جن اصطلاحات و حوالہ جات کو برتا ہے ان علوم و فنون اور حوالہ جات کی نشاندہی کردی گئی ہے۔

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو
کیا کفایت اس کو اقرار ربک الا اکرم نہیں
---------(قرآن' سورۃ علق)

لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
---------(قرآن' سورۃ القدر)

من زار تربیت وجبت ولہ شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید اس بشر کی ہے
---------(الحدیث)

مولانا نے بعض جگہ قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالوں کو ایک ہی شعر اور کہیں کہیں ایک ہی مصرعہ میں یکجا کردیا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھئے :

ان پر کتاب اتری بیانا لکل شئی
تفصیل جس میں ما عبر و ما غبر کی ہے
---------(قرآن-حدیث)

معنی قدرائی مقصد ما طغٰی!
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام
---------(قرآن-حدیث)

مولانا کے کلام میں اس قبیل کی بیسوؤں نہیں سینکڑوں مثالیں نظر آتی ہیں۔ بعض نعتوں میں تو ایسے حوالے تسلسل سے نظر آتے ہیں جو ان کی قرآن و حدیث پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ ان کی شعری استعداد اور مہارت کا ثبوت ہیں۔ مولانا کے انداز بیاں اور ذوق نعت گوئی کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی نعت کی تزئین کے لئے قرآن و احادیث کے حوالے محض قصیدا" ہی نہیں دیئے بلکہ ان کے استعمال میں ایک تحقیقی شعور کارفرما ہے۔ قرآن و احادیث کا مطالعہ کرنے اور شعری باریکیوں کو سمجھنے والے جس طرح ان مقالات سے خط اٹھاسکتے ہیں ایک قاری نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے سبب ایسے اشعار سے ان کے دلوں میں بھی اہتزاز کی کیفیات پیدا ہوجائیں۔

قرآن و احادیث کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کے حوالے اور اصطلاحیں بھی ملاحظہ فرمائیں :

سعدین کا قرآن ہے پہلوے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے
---------(علم نجوم)

سراغ این و متی کہاں ہے نشان کیف والی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
---------(مابعد الطبیعیات)

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
---------(ہندسہ)

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغری کو کبری نور کا
---------(علم منطق)

وہ گراں سنگی قدر مس وہ ارزانی جود
نوعیہ بدلا کئے سنگ ہاتھ میں
---------(فلسفہ نظری)

ان مثالوں(۲) کے علاوہ مولانا کے کلام میں سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں مباحث دینی اور مصطلحات علمی کے حوالے، فلسفہ و ہیئت، منطق و نجوم، ہندسہ و مابعد الطبیعیات اور معانی و نحو کی اصطلاحیں نظر آتی ہیں۔ نعت کے ذیل میں مصطلحات کا یہ استعمال مولانا کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنے عمیق مطالعے اور وسیع مشاہدے سے اخذ کردہ صلاحیت اور صفت کو حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے بیان میں استعمال کردیا ہے۔ اگر ان کی نعت کا اس حوالے سے جائزہ لیا جائے تو ان کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شغف نعت کا ایک اور احسن پہلو ہمارے سامنے آتا ہے اور ان کی نعت ان کے تمام علمی، فقہی، مذہبی اور فنی تجربات و مشاہدات کا نچوڑ اور ان کے مطالعہ ظاہری اور مشاہدہ باطنی کا ماحصل نظر آتی ہے۔

دوسری خصوصیت نعت جس کا پہلے حوالہ دیا جاچکا۔ مولانا احمد رضا رضا خاں کا زور بیان ہے۔ مولانا کی نعتوں (خصوصاً سلام مشتمل برسراپائے اطہر درتہنیت شادی اسری اور درودیہ) میں قصیدوں کا سا شکوہ مگر مثنوی کی سی روانی ہے۔ علمی وجاہت کے ساتھ ربط و تسلسل کا التزام ان طویل نعتوں کی خوبی ہے۔

قصیدہ سلامیہ اردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ ہے۔ یہ ۱۶۷۔ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے چند مشہور شعر درج ذیل ہیں :

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغ قمر جھلملائے
ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

ریش خوش معتدل، مرہم ریش دل
ہالہ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام(۳)

اس سلام میں سراپائے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحسین درود کے ساتھ ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ نہ صرف مولانا کے نعتیہ کلام بلکہ اردو نعت میں اس سلام کو بہت شہرت نصیب ہوئی۔ نعت و میلاد کی مجلسوں کے علاوہ مساجد میں خصوصاً جمعہ کی نماز کے بعد اس سلام کو اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔

اس کے پڑھنے کا ایک خاص لحن اور آہنگ ہے جو کیف و تاثیر کا حامل ہے۔ کئی نعت گو شعراء نے اس اسلام کی تقلید میں نعتیہ سلام لکھے۔ بعض شاعروں نے قافیہ میں تبدیلی کے ساتھ سلام کہا۔ اس سلام کی تضمین میں خمسے بھی لکھے گئے۔ (۴) اس سلام میں سراپائے سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کا ایک منفرد انداز ملتا ہے۔ سراپائے اطہر کے ساتھ ساتھ اوصاف و صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ شاعر بنی نوع انسان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کو بھی سلام کا حصہ بنالیا ہے۔ آخر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی منقبت کا عنصر بھی شامل سلام ہے۔ یوسف سلیم چشتی اس قصیدے کی شہرت و مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ :

"اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہوگیا کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہوگا جس نے اس کے دوچار شعر حفظ نہ کرلئے ہوں۔" (۵)

قصیدہ معراجیہ مولانا کا دوسرا مشہور قصیدہ ہے جو تہنیت شادی اسری کے عنوان سے موسوم ہے۔ یہ نظم "سبتا" طویل اور مترنم بحر میں ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں : (۶)

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

وہاں فلک پر، یہاں زمیں پر، رچی تھی شادی، مچی تھیں دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نغمات اٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی انکے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگارہی تھی، جگہ جگہ نصب آئینے تھے

خدا ہی دے صبر، جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب انکو جھرمٹ میں لیکے قدسی جناں کا دولہا بنارہے تھے

وہی تو اب تک جھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھرلئے تھے

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن، مہکتے گلشن ہرے بھرے لہلارہے تھے

یہ قصیدہ ۶۷۔ اشعار پر مشتمل ہے۔ شروع سے آخر تک یہی زور بیان اور تسلسل ہے۔ معراج کی مناسبت سے قصیدے کی پوری فضا رنگ و نور میں ڈوبی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے الفاظ کے انتخاب اور تشبیہ استعارہ میں خوشی کے عنصر کو ملحوظ رکھا ہے۔ بحر کا ترنم اور نشاطیہ آہنگ اس پر مستزاد ہے۔ اس معراجیہ نظم میں اشارہ کنایہ سے موضوع کی اس خوبصورتی سے

ترجمانی کی گئی ہے کہ مولانا کی شعری استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً قرب الٰہی کی کیفیت اس کیفیت کا عالم محسوسات سے و را ہونا اور اعراض یعنی این متیٰ، کیف و کم کا اس عالم قرب میں گم ہونا زمان و مکان اور ابتدا و انتہا نیز اطراف و حدود کے تعینات سے در معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت و مشاہدہ کا اظہار مولانا نے جس ایمان و کنایہ سے کیا ہے وہ ان کی معجز بیانی کا شاہکار ہے۔

مولانا کا تیسرا مشہور قصیدہ درودیہ (۷) ہے۔ یہ قصیدہ مولانا کے مشہور سلامیہ قصیدے کی بحر میں ہے۔ قافیہ و ردیف میں تصرف کے باوصف اس کی مجموعی فضا بھی قصیدہ سلامیہ ہی کی سی ہے۔ یہ قصیدہ ۵۹۔ اشعار پر مشتمل ہے۔ چند شعر دیکھیے :

کعبے کے بدرالدجے تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحے تم پہ کروڑوں درود

جان و دل اصفیا تم پہ کروروں درود
آب و گل انبیاء تم پہ کروروں درود

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود

کرکے تمہارے گناہ، مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں دورو

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا بھی چھپا تم پہ کروروں درود

ذات ہوئی انتخاب، وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفےٰ ﷺ تم پہ کروروں درود

تم سے کھلا باب جود تم سے ہے سب کا وجود
تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروروں درود

خلق تمہاری جلیل، خلق تمہارا جمیل
خلق تمہاری گدا تم پہ کروروں درود

اس قصیدے سے میں اور خوبیوں کے علاوہ ایک خاص صفت کا التزام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر مصرع کا آخری حرف، حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ یہ صنعت شاید ہی کسی اور شاعر نے اپنی نظم میں برتی ہو نیز یہ پورا سلام صنعت لزوم مالا ملیزم اور اس کا مصرع اول صنعت ذوقافتین میں ہے۔ حروف ہجا کی قید کے ساتھ ذوقاقافتین مصرع کہنا اردو نعت میں پہلی مثال ہے۔

مولانا کا کمال فن یہ ہے کہ اس صنعت گری میں

تخلیق کا رنگ جھلکتا ہے اور کہیں آورد یا تصنع کا گمان نہیں ہوتا۔ درود کے ساتھ ساتھ اس نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع الصفات ہستی کے مختلف پہلوؤں کی تعریف کا بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و برکات کا تذکرہ بھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا بیان بھی ہے۔

ان نعتوں کے علاوہ مولانا نے متعدد طویل نعتیں لکھیں چونکہ وہ رسما شعر نہیں کہتے' جذبہ دل کے ہاتھوں بے اختیار ہوکر کہتے ہیں اس لئے ان کی اکثر نعتیں طویل ہیں۔ ایک ایک نعت پندرہ پندرہ' بیس بیس' اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود کہیں زور بیان میں کمی یا ترسیل و اظہار لکنت کا احساس نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی داخلی کیفیات کے بیان اور اظہار شیفتگی کے باوصف فنی شکوہ سے عبارت ہے۔ ناقدین نے نعت نے مولانا کے جذبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تو اکثر کیا ہے مگر ان کی نعت کے فنی محاسن شعری پختگی اور قادرالکلامی کا تذکرہ بہت کم ہوا ہے۔ حدائق بخشش کا جوہر اگرچہ مولانا کی داخلی کیفیات اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ پن ہی ہے لیکن اگر فنی محاسن و صفات کے نقطہ نظر سے مولانا کی نعت گوئی کا تجزیہ کیا جائے تو ان کے تبحر علمی' شعری صلاحیت' تخلیقی استعداد' صنعت گری اور زور بیان کے متعدد نمونے ملتے ہیں جن کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱۔ ان کی اکثر نعتیں طویل اور زور بیان کا نمونہ ہیں۔

۲۔ ان کی کئی نعتیں سنگلاخ زمینوں میں ہیں جن سے ان کی مشکل پسندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ مطلع دیکھئے :

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

۳۔ ان کے ہاں صنائع بدائع کا استعمال بکثرت ملتا ہے مثلاً صنعت عزا شفتین (یعنی کلام میں ایسے حروف لانا جن کے پڑھنے کے وقت ہونٹ آپس میں نہ ملیں) صنعت تجنیس' صنعت اقتباس' صنعت تنسیق الصفات (ممدوح کے متعدد صفات ایک یا دونوں مصرعوں میں پیش کرنا) صنعت تضاد کے علاوہ متعدد صفت و صنعتوں کا استعمال ہوا ہے۔ علم بیان و بدائع اور صنائع کی خوبیاں ان کے کلام میں جابجا دیکھنے میں آتی ہیں جن میں تشبیہ' استعارہ' کنایہ' ایجاز' تلمیح' مجاز مرسل' الف و نشر' حسن تعلیل' مراعاۃ النظیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔

شمس بریلوی نے مولانا کی نعت گوئی کے خارجی محاسن کا ذکر کرتے ہوئے ان صنائع بدائع کا بطور خاص

ذکر کیا ہے اور "حدائق بخشش" کے اشعار نعت سے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔(۸)

۴۔ مولانا کے ہاں عربی فارسی کے الفاظ اور مصرعے تو عام ہیں مگر ان کی قادر الکلامی کا اندازہ اس کثیرا للسان نعت سے ہوتا ہے جس میں عربی' فارسی' ہندی اور اردو زبانوں کے جملے استعمال ہوئے ہیں۔ اس کا مطلع درج ذیل ہے :

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

مختلف زبانوں کے باوجود یہ نعت عوام میں بہت معروف و پسندیدہ ہے اور مجالس نعت و میلاد میں ذوق و شوق سے پڑھی جاتی ہے۔

۵۔ مولانا کے کلام میں محاورے بکثرت ملتے ہیں۔ ان کے قصیدہ نوریہ کا مطلع ہے :

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس ایک قصیدے میں بیسیوں محاورے استعمال ہوئے ہیں مثلاً باڑا بٹنا' توڑا ہونا' توڑالینا' کلمہ پڑھنا' صدقہ لینا' سونا جڑھنا' سہرا ماتھے پر رہنا' بخت جاگنا' ستارہ چمکنا' دن دونا ہونا' بول بالا ہونا' لہرا بجنا' کلیجا ٹھنڈا ہونا' مچلکا لکھ دینا' لو لگانا' ذرا سا منہ نکل آنا' چھینٹا پڑنا' آنکھیں مانگنا' ماتھے ٹیکا ہونا' آئینہ اندھا کرنا' گرمی کا جھلکا لانا' دل کے کنول کھلنا' انہی قدموں پھرنا' اشاروں پہ چلنا' بے حکم پر مارنا' دو ورقہ لکھنا۔ وغیرہ وغیرہ۔(۹)

۶۔ مولانا کے ہاں شکوہ الفاظ و ترکیب اور صوتی ہم آہنگی کے نمونے ملتے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے :

فرشتے خدم' رسول حشم' تمام امم' غلام کرم
وجودوعدم' حدوث وقدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

اصالت کل' امامت کل' سیادت کل' امارت کل
حکومت کل' ولایت کل' خدا کے یہاں تمہارے لئے

ایک بات جو مولانا کی نعت گوئی کے فنی محاسن کے ضمن میں کہنا ضروری ہے وہ ان کا تخلیقی استعمال ہے۔ مولانا کی نعت جن خارجی خوبیوں سے مزین ہے وہ کہیں بھی مولانا کے اظہار جذبات یا ترسیل فکر میں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ ان کی صنعت گری اور پیکر آرائی نعت کے مضامین کو اور موثر انداز میں پیش کرتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی خصوصیات نعت اور فنی محاسن میں جو جوہر روح کی طرح جاری و ساری ہے وہ ان کا جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت و شیفتگی کے معترف ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام کی جان اور اصل ان کا یہی سرمایہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان کے لئے نعت گوئی شوق قافیہ پیائی نہیں بلکہ روحانی واردات ہے۔ ان کی نعتوں میں ان کا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد عبدالسمیع ضیاء چشتی مولانا احمد رضا خاں کی نعت کے اس پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

حدائق بخشش کے معروضی طرز اظہار اور حضرت رضا بریلوی کے انداز شیفتگی کا انحصار شدت جذبہ دل پر ہے۔ یہ انداز سخن نہ صرف فطری ہے بلکہ ابدی صداقتوں اور شعری کیفیتوں کا پیغامبر بھی۔ اس کا تاثر انفرادی اور مقامی نہیں بلکہ شدید اور ہمہ گیر نوعیت کا ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہین بلکہ داخلی کیفیات اور باطنی رجحانات پر مشتمل وہ جذبہ صادق اور خلوص کامل ہے جو ایک شعلہ بداماں دل کے اندر موجود مصروف کار رہتا ہے۔ اس لئے وہ جذبہ صادق و خلوص کامل قاری کے گوشہ جاں میں اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ اتر جاتا ہے۔(۱۰)

جذب و مستی کے عناصریوں تو ہر بڑے نعت گو کے کلام میں نظر آتے ہیں لیکن مولانا کی نعت میں عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وارفتگی و شیفتگی بہت نمایاں ہے۔ ان کا سلیقہ نعت ان کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے۔ حضور اکرم اور ان کے متعلقات (روضہ مبارک، مدینہ منورہ وغیرہ) کا ذکر آتے ہی ان کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں۔ سوز و درد اور جذب و اثر میں ڈوبی ہوئی متعدد نعتوں میں سے چند کے مطالعے اور درج ذیل ہیں۔ ان نعتوں کی پوری فضا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہے۔ اخلاق و تاثیر کا یہی جوہر ان کی نعتوں کی شہرت کا سبب ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلادیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسادیئے ہیں

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

حاجیو ! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

مدینہ منورہ سے محبت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی علامت ہے۔ مولانا کو مدینے سے جو محبت و وابستگی ہے وہ ان کی نعتوں سے جھلکتی ہے۔ خاک پائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خار طیبہ، سگان کوچہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم، غرض یہ کہ مدینہ منورہ کا ذرہ ذرہ ان کے لئے قبلہ مراد ہے۔ درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں :

اے خار طیبہ دیکھ کے دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدہ تر کو خبر نہ ہو

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے ہیں یہ جا، چشم و سر کی ہے

خوف ہے سمع خراشی سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالہ افغاں ہم کو

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچہ دلدار ہم

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں(۱۱)

مدینہ کا والہانہ تذکرہ مولانا کی نعت کا ایک مستقل موضوع ہے اور ایک جداگانہ باب کا محتاج ہے۔(۱۲) اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف اس امر کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ خاک مدینہ کی عظمت و توقیر ان کا جزو ایمان ہے۔ وہ نہ صرف یہ کہ مدینہ کی فضا اور اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے خوشی اور محبت محسوس کرتے ہیں بلکہ وہ ان پر دل و جاں سے فدویت کا اظہار کرتے ہیں۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی فضا ان کے طویل سلاموں اور نعتوں میں بھی نظر آتی ہے جو بظاہر زور بیان، سراپا نگاری اور منظر نگاری کا نمونہ ہیں۔ جذبہ دل کی بے ساختگی مولانا کے نعتیہ کلام سے پھوٹی پڑتی ہے۔ حسن و دلآویزی سوز و گداز اور اخلاص و شیفتگی کے عناصر نے ان کے نعتیہ اشعار کو کیف اور تاثیر کے اس مرتبہ پر پہنچادیا ہے جہاں بہت کم نعت گو پہنچتے ہیں۔

اس وارفتگی و شیفتگی کے باوجود مولانا نے نعت گوئی میں آداب شرعیہ کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفور عقیدت اور فرط محبت میں انہوں نے الوہیت اور نبوت کے فرق کو گڈمڈ نہیں ہونے دیا۔ انہیں نعت گوئی کے فن کی باریکیوں کو پورا پورا احساس ہے۔ ایک جگہ خود کہتے ہیں :

"حقیقت میں نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور

کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلا" کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

اپنی نعت گوئی میں آداب و احترام نعت کے اس پہلو کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں :

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنتہ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ(۱۳)

مولانا احمد رضا خاں اپنے بھائی حسن رضا اور مولانا کافی کا کلام اسی سبب پسند کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی نعت گوئی میں آداب شریعت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اس ضمن میں مولانا کے ملفوظات میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ کسی نے آپ کو نعت سنانا چاہی۔ آپ نے جواب میں فرمایا :

"سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام میں قصدا" نہیں سنتا۔ مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے۔ باقی اکثر دیکھا گیا ہے کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے(۱۴)

مولانا کے سوانح میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جہاں آپ نے آداب شریعت کو ملحوظ نہ رکھنے والے شعراء کی نعت گوئی کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اگر کوئی خیال یا لفظ احترام رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اور شان نعت کے منافی دیکھا تو اس کی اصلاح فرمائی۔(۱۵)

نعت کے باب میں اگر مولانا احمد رضا خاں کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی نے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ اعلیٰ معیاری نعتیں تخلیق کیں بلکہ ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔ ان کی نعت گوئی کی مقبولیت اور شہرت نے دوسرے شاعروں کو نعت گوئی کی ترغیب دی عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آج بھی ان کا کلام ایک موثر تحریک نعت کا درجہ رکھتا ہے۔

(بشکریہ' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور)

حوالہ جات

۱--- حدائق بخشش (احمد رضا بریلوی)

۲--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) میں مرتب نے تفصیل سے مولانا کے کلام کے فکری و فنی پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔ یہ مثالیں اسی کلام سے لی گئی ہیں۔

۳--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۴۳۲، ۴۵۳

۴--- مولانا کے نعتیہ سلام میں بھی مشہور نعت گو مولانا کفایت علی کافی کے سلام کا رنگ جھلکتا ہے۔ کافی نے بھی سلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کیا ہے۔ چند شعر دیکھیں۔

خاص محبوب خدا ختم رسالت پر سلام
عین رحمت شافع روز قیامت پر سلام
مبتدا صلی علیٰ چین جبین باصفا
نور کی دریائے امواج لطافت پر سلام
مصحف رخسار حضرت مظہر انوار غیب
روئے قدسی مطلع صبح صداقت پر سلام

(دیوان کافی ۔ ص ۳۲)

قافیہ اور موضوع کی یکسانیت کے باوجود کافی اور مولانا کے سلام میں بہت فرق ہے۔ مولانا احمد رضا کا سلام زیادہ تفصیلی موثر اور شعری و فنی محاسن و صنائع سے لبریز ہے۔

۵--- نوائے وقت لاہور ۲۲ نومبر ۷۳ء

۶--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۴۱۲-۴۲۰

۷--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۴۲۴-۴۳۲

۸--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۱۲۱-۱۹۱

۹--- اردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ۳۸۲

۱۰--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی)

۱۱--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) مختلف صفحات

۱۲--- اس موضوع پر "اعلیٰ حضرت مدینے کی گلیوں میں" کے عنوان سے اقبال فاروقی نے ایک مضمون لکھا ہے جو ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ مارچ (۱۹۷۳ء میں ص ۶۰-۶۵) پر شائع ہوا ہے۔

۱۳--- حدائق بخشش (مرتبہ شمس بریلوی) ص ۴۵۷

۱۴--- ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی (حصہ دوم) ص ۴۸-۴۹ (حاشیہ نمبر ۱ والا اقتباس میں اس واقعہ کے ضمن میں آیا ہے۔)

۱۵--- امام نعت گویاں، مولانا اختر الحامدی نے "مولانا رضا کی نعت گوئی اور پاس شریعت" کے عنوان سے جو ذیلی باب لکھا ہے۔ اس میں اس طرح کے کئی واقعات درج ہیں۔

امام احمد رضا کی اردو نعت نگاری

پروفیسر ڈاکٹر مظفر عالم جاوید صدیقی، صدر شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، فیصل آباد

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اردو نعت کی تاریخ میں عصر حاضر کے نعت گویوں پر سب سے گہرے سے نعت مرتب کئے ہیں۔ انہوں نے اپنے شغف نعت اور اجتہادی صلاحیت سے نعت کی ترویج و ارتقاء میں عہد ساز کام کیا۔ اپنے وسیع مطالعہ کو بھرپور انداز میں فن نعت میں سمویا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن و حدیث، منطق و ریاضی، ہیئت و نجوم، ہندسہ و مابعدالطبیعیات اور مختلف علمی و فنی اصطلاحات و حوالہ جات کو نہایت نفاست اور تخلیقی انداز سے اپنی نعت گوئی کا جزو بنایا۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے اظہار میں مختلف علوم و فنون کے بیان سے نہ صرف اپنی نعت گوئی کو وقیع بنایا ہے بلکہ اردو نعت کے علمی و فکری دائرے کو بھی وسعت دی ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں تبحر علمی کے علاوہ دوسری خوبی ان کا زور بیان ہے حالانکہ شاعری میں علمی حوالوں کی کثرت اور بھرمار سے بیان میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے اور اثر و تاثیر کا انداز مدھم پڑجاتا ہے مگر ان کے کلام میں کوئی ایسی دقت یا دشواری نظر نہیں آتی۔ اعلیٰ حضرت کی نعت گوئی کی تیسری خوبی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے والہانہ عشق ومحبت اور شیفتگی و وابستگی ہے جس کی لو پورے کلام میں یکساں طور پر جاری و ساری نظر آتی ہے۔ ان جملہ عناصر نے مل کر ایسا خوشگوار امتزاج پیدا کردیا ہے جو صرف انہی کا خاصہ ہے۔ ان اثرات کے زیر اثر ان کے خلفاء و تلامذہ اور ہم مسلک شعراء نے نعت گوئی کو ایک تحریک کی شکل دی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں شعراء کے ذوق نعت کو جلا ان کی نعت گوئی سے ملی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیتوں، ذہانت اور علوم و فنون پر کامل دسترس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے، جب ہم ان اشعار کا مطالعہ کرتے ہیں، جن میں انہوں نے اصطلاحات اور حوالہ جات کو بیان کیا ہے :

لیلتہ القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(قرآن، سورۃ القدر)

من زار قبرتی، وجبت، لہ، شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

(حدیث مبارکہ)

ان پر کتاب اتری **"بیانا لکل شئی"**
تفصیل جس میں **ماعبر و ماغبر** کی ہے

(قرآن و حدیث)

مولانا کے کلام میں قرآن و حدیث کے حوالے ان کی گہری نظر، شعری استعداد اور مہارت فن کا کامل ثبوت ہیں۔ ان میں ان کا تخلیقی شعور کار فرما ہے اور اس سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے والے اور شعری نزاکتوں اور لطافتوں کو سمجھنے والے پوری طرح لطف اندوز ہوسکتے ہیں۔ چند دیگر علوم و فنون کے حوالے ملاحظہ ہوں :

علوم نجوم :

سعدین کا قران ہے پہلوے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے !

علم منطق :

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

مابعدالطبیعیات :

سراغ این و متی کہاں تھا نشان کیف و الی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے کلام میں علمی، فقہی، مذہبی، فنی تجربات و مشاہدات اور سینکڑوں اصطلاحات اور مباحث دینی کے حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کے بیان میں استعمال کردیا ہے۔ اس لحاظ سے مولانا کے عشق و محبت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوق نعت کا ایک درخشندہ پہلو سامنے آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سلام بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں قصیدوں کا سا شکوہ، مثنوی کی سی روانی، ربط و تسلسل اور علمی وجاہت کے ساتھ ساتھ جذبہ عشق و محبت کی فراوانی نے اسے اردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ سلامیہ بنادیا ہے۔ یہ ۱۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ محافل میلاد و نعت میں اس سلام کو اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے پڑھنے کا ایک خاص انداز ہے جو کیف و وجدان کی تاثیر کا حامل ہے۔ اس سلام کو اس صدی میں بہت شہرت ملی ہے۔ اس کی تقلید میں کئی شاعروں نے سلام لکھے ہیں۔ اعجاز اشرف انجم نے علامہ اختر الحامدی، ناصر زیدی، مولانا ضیاء القادری، ریاض سہروردی، سید حبیب احمد تلہری اور رفیق احمد کلام رضوی کے اس انداز پر لکھے گئے سلاموں کو شامل کیا ہے۔ مولانا یوسف سلیم چشتی نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے سلام کی شہرت اور مقبولیت کے بارے میں لکھا ہے :

"مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سلام کو یقیناً شرف قبولیت حاصل ہوگیا کیونکہ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی ایسا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا، جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کرلئے ہوں۔ "

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۷۳ء)

اردو زبان و ادب کے ہر بڑے نعت گو کے کلام میں جذب و کیف کے عناصر نظر آتے ہیں لیکن اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی نعت میں عشق رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی وارفتگی و شیفتگی پوری طرح نمایاں ہے۔ ان کا انداز سوز و درد اور جذب و اثر میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس جوہر خاص کی وجہ سے ان کی نعتوں کی فضا سراسر عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار نظر آتی

ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی نعت کا ایک مطلع ملاحظہ ہو :

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

جہلم کے خواجہ محمد اعجاز اشرف نے اپنے مقالہ "ثنائے مصطفیٰ بہ انداز امام احمد رضا" میں اس نعت کے انداز پر تین حمدیں اور پچیس نعتیں جمع کی ہیں جو مولانا حسن رضا خاں، رند لکھنوی، حسرت حسین، عبدالرحمٰن فارغ، مولانا ضیاء القادری، احمد ندیم قاسمی، سید نصیرالدین نصیر گولڑوی، نظیر لدھیانوی، پروفیسر عارف عبدالمتین، خواجہ عابد نظامی، حضرت احسان دانش، وحید خیال، مقصود علی شاہ، عزیز حاصل پوری، ارم حسانی، محمد یعقوب حاکم، اقبال سحر، ساقی گجراتی، امامی بنگلوری، شبیر شاہد، قمر جلالوی، فدا کھیم کرنی، عبدالستار نیازی، ہلال جعفری، عاصی کرنالی، حنیف رضا اور پیرزادہ انیس الرحمٰن کا منظوم ہدیہ نعت ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے درج ذیل نعتیہ مطالعے ملاحظہ ہوں۔ ان نعتیہ اشعار کے انداز پر اعجاز اشرف انجم نظامی نے دیگر شعراء کا ہدیہ نعت بھی اپنے اس مجموعہ میں شامل کیا ہے :

محمد مظہر کامل ہے، حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

پاٹ وہ کچھ دھار یہ کچھ زار ہم
یاالٰہی کیوں کر اتریں پار ہم

رشک قمر ہوں، رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرہ تیرا جوائے شہہ گردوں جناب ہوں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلادیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

اٹھا دو پردہ دکھادو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہورہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

تیرے ہی ماتھے رہا ہے اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

متذکرہ بالا اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ کے نعتیہ اشعار کے انداز پر جن شعراء کا نعتیہ کلام اس میں شامل ہے۔ ان میں مولانا حسن رضا خاں، کامل جونا گڑھی، اثر صہبائی، ذکی قریشی، عابد نظامی، مولانا غلام محمد ترنم، شائق دہلوی، نظیر لدھیانوی، انور فیروز پوری، راز کاشمیری، منیر قصوری، خواجہ اکبر وارثی میرٹھی، اعظم چشتی، محمد علی ظهوری، تبسم رضوانی، نعیم صدیقی، ممتاز العیشی، حافظ مظہرالدین، مسرور بدایونی، حفیظ تائب اور مولانا ضیاء القادری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان شعراء نے امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی

سنگلاخ زمینوں میں سخن تراشی کی ندرت کے جوہر دکھائے ہیں۔ نیز دلستان نعت میں تضمین کی صورت میں ایک بڑے وسیع اور وقیع سرمایہ کی تخلیق کے موجب بنے ہیں، جس سے نعت گوئی میں بلحاظ معیار و مقدار اضافہ ہوا ہے۔

نعت گوئی بڑا مشکل اور نازک فن ہے۔ نعت گو شعراء کو آداب شرعیہ اور وفور شوق و عقیدت میں الوہیت اور نبوت کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پہلو سے فنی باریکیوں کو مد نظر رکھا ہے، وہ لکھتے ہیں :

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

حدائق بخش کا تحقیقی و ادبی جائزہ
(مرتبہ شمس بریلوی) ص ۴۵

مزید برآں فن نعت کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول

"نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے۔ اس کی عظمت و وسعت کی حدیں ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔ شاعر کے پائے فکر میں ذراسی لغزش ہوئی اور وہ نعت گوئی کی بجائے گیا حمد و نعت کی سرحدوں میں۔ اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔"

اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)
ص۔ ۱۳

نعت کا فن دوسری بہت ساری اصناف سخن کے برعکس بعض مخصوص لوازمات و مقتضیات سے مشروط ہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کو اساس و بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ جس قدر شاعر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ عشق و شیفتگی ہوگی اسی قدر اس کے کلام میں اثر و تاثیر اور کیف و وجدان پیدا ہوگا۔

نعت میں حدود شریعت کی پاسداری اور حفظ مراتب کا ادراک ہونا از بس ضروری ہے۔ مزید برآں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نعت گو شعراء سے انتہائی ادب و احترام کا تقاضا کرتی ہے جو امت مسلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے ہے اور جس کی تاکید قرآن و احادیث میں کئی موقع پر آئی ہے :

ادب گاہیت زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید بایزید اینجا!!

نوٹ : (یہ مضمون خواجہ اعجاز اشرف انجم کے مقالہ "ثنائے مصطفےٰ بہ انداز امام احمد رضا" پر ڈاکٹر صاحب موصوف کی تقدیم سے اخذ کیا گیا ہے جو خواجہ صاحب کے شکریہ کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق ابڑو (سابق ناظم تعلیمات برائے کالجز، حیدرآباد۔ سندھ)

مسلمانان برصغیر کو بیدار کرنے اور ان کی دینی تربیت کرنے والی جامع الصفات شخصیت امام احمد رضا خان کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ اپنی ذات میں ایک تحریک تھے اور ساری عمر سنت کی اشاعت اور بدعت کے رد میں مصروف رہے۔ علمی اور روحانی لحاظ سے آپ کے بلند مقام کی وجہ سے آپ کو "اعلیٰ حضرت" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی سینکڑوں تصانیف اور بلند پایہ مذہبی اور علمی مضامین سے مسلمانوں کو بہت متاثر کیا۔ آپ کی ذات ایک روشن چراغ کے مانند تھی جس کی روشنی برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پھیلی۔ آپ کے جانشینوں، طلبا اور خلفاء نے بڑے خلوص کے ساتھ آپ کی تعلیمات کو متعارف کرایا اور آپ کے مشن کو جاری رکھا ہے۔

مولانا احمد رضا خان ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء میں بریلی کے مردم خیز شہر میں پیدا ہوئے اور یہیں سنہ ۱۹۲۱ء کو اس دار فانی سے کوچ کرکے اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔

تذکرہ علمائے ہند کے بیان کے مطابق آپ کے والد مولانا نقی علی بریلوی جید عالم تھے اور شاہ آل رسول سے تمام سلسلوں کی بیعت کی۔ ان کے نامور فرزند اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بھی سلوک و طریقت میں سید آل رسول سے فیض حاصل کیا اور سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ یہ خاندان علم و فضل کے اعتبار سے نہایت ممتاز تھا۔

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے علوم دینی کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ اعلیٰ حضرت بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اخلاق میں بزرگانہ شان تھی۔ آپ جیسے درویش صفت انسان صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ شاعر، ادیب، فقیہ، مفتی، مفسر، مرد مومن، سادگی اور خلوص کے یہ پیکر بنی نوع انسان کی کھلے دل سے خدمت کرتے اور لوگوں کے ساتھ خلق، تواضع اور کشادہ پیشانی سے پیش آتے۔ آپ کے علمی اور اصلاحی، دینی اور روحانی فیوض و برکات پر ہمیں بجا طور پر ناز ہے۔ آپ قرآن

پاک کے مترجم اور متعلقہ علوم کے شارح ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ آپ کی تعلیم و تربیت، تصنیف و تالیف، مواعظ و ملفوظات کی بدولت برصغیر میں دینی تعلیم کا بندوبست ہوا، سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احیا ہوا، غافلوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا درس دیا، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سینے گرمائے اور حنفیت کی تبلیغ و اشاعت کا اہتمام ہوا۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں کہ "ان کی تالیفات اور کتب دینیہ پر ان کے حواشی بڑی تعداد میں ہیں۔ بیشتر دینی تصانیف عربی یا اردو میں ہیں جن کی فہرست "حیات اعلیٰ حضرت" میں دی گئی ہے۔ فارسی کی کتابیں زیادہ تر علوم ریاضی وغیرہ سے متعلق ہیں جن میں ان کی دسترس غیر معمولی تھی۔ عربی، اردو کتابیں متعدد موضوعات پر ہیں۔ مثلاً تفسیر، حدیث، حواشی بحدیث، عقائد و کلام، فقہ، تجوید، تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر، تاریخ، سیرت، مناقبت، ادب، نحو، لغت، عروض، علم زیجات، جفر، تکسیر، جبرو مقابلہ، علم مثلث، لوگارثم، توقیت، نجوم، حساب، ہیئت، ہندسہ، ریاضی، فلسفہ اور منطق۔" اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے متعلق حضرت شمس بریلوی لکھتے ہیں کہ "ان کے فضل و کمال کا شہرہ صرف اس برصغیر پاک و ہند تک ہی نہ تھا بلکہ حرمین شریفین کے محدثین اور فقہا نے بھی ان کے کمال کا اعتراف کرتے ہوئے سند اعتبار عطا فرمائی تھی۔" پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں کہ "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو "پچپن علوم و فنون میں مہارت تھی۔ انہوں نے ہر فن میں علمی یادگار چھوڑی ہے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ ان کا ترجمہ قرآن اردو تراجم کے سارے ذخیرے میں امتیازی شان رکھتا ہے۔ تفسیر میں امام احمد رضا کی شان یہ تھی کہ صرف سورۂ والضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۶۰۰ صفحات سے بھی تجاوز کرگئی۔ ان کا تحقیقی معیار دور جدید کے تحقیقی معیار سے بھی بلند ہے۔ وہ اپنے علمی مقالات و رسائل اور کتب کو عقلی اور نقلی دلائل و شواہد سے ایسا مزین کرتے ہیں کہ قاری مطمئن ہوجاتا ہے اور تشنگی محسوس نہیں کرتا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمی فضیلت کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت کی طبیعت ہمہ گیر تھی اور علم کے ہر شعبے سے ان کو گہری دلچسپی تھی۔ آپ ایک بڑے مفکر اور جید عالم ہی نہ تھے بلکہ ساتھ ساتھ قلندر صفت انسان بھی تھے۔ آپ کی تمام عمر فقیرانہ طریقے پر بسر ہوئی۔ طبیعت میں خودداری اور بلند ہمتی کے ساتھ انکسار تھا، فروتنی حد سے زیادہ تھی۔ نیکی اور خیر کا یہ پیکر ایک ایسا عظیم انسان تھا جس کا سر خداوند قدوس کے سوا کسی فانی ہستی کے سامنے کبھی نہیں جھکا۔ وہ بطل حریت جس نے برطانوی سامراج سے نفرت کی اور ہندو قیادت کو للکارا وہ امام احمد رضا تھے جن کے رگ و پے میں حسن عمل کی بجلیاں جاری و ساری تھیں۔ الغرض وہ ایک دلاویز شخصیت کے حامل، ایک خود دار فقیر، مرد مومن اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریز سامراج کے دور حکومت میں جب انگریزی تہذیب و تمدن نے زور پکڑا تو اعتزالی تحریکوں نے جنم لیا جس سے مسلمانوں کے دینی جذبہ میں کمی واقع ہونے لگی۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان

نے اس موقع پر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی زور دیا۔ چنانچہ جب مسلمان علماء اور سیاست دان ہندوؤں سے ترک موالات کے سلسلے میں اتحاد کرنے لگے تو اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے اس اتحاد کی سختی سے مخالفت کی اور ایسے لوگوں کو "فرقہ گاندھیہ" کے حواری کہا۔ اسی طرح جب مسلمان اپنے کاشانہ کو چھوڑ کر ہندوستان سے ہجرت کرکے افغانستان کو جانے لگے تو ہمارے رہبرو رہنما مولانا احمد رضا نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چال سے آگاہ کیا۔ اسی مسلک پر مولانا بریلوی شدت سے قائم رہے۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں "علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث سے مناظرانہ انداز سے نزاع کا سلسلہ جاری رہا۔ اس مناظرانہ انداز میں مولانا احمد رضا کی سخت گیری اور شدت کی پالیسی بڑی شہرت رکھتی ہے، حتیٰ کہ مولانا احمد رضا خان کی طرف بعض ایسے عقائد منسوب کردیئے گئے جن کا انہوں نے خود اپنی تالیفات میں رد کیا ہے۔"

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بلند پایہ شاعر اور نعت گو بھی تھے۔ "رضا" تخلص کرتے تھے۔ ان کا اردو کلام بڑا پر تاثیر ہے۔ ان کے کلام میں اخلاص ہے، درد ہے، سوز و گداز ہے۔ جرات اور بے باکی کی ایک بنیاد ہے۔ "رضا" نہ صرف شاعر ہے بلکہ مفکر بھی۔ انہوں نے اپنے افکار عالیہ سے اپنے کلام میں انسان سازی کا کام کیا ہے۔ جس کی مثال بمشکل ملے گی۔ ان کے افکار میں ذکر و فکر اور نظر و خبر کا بہترین امتزاج ہے۔ الغرض ان کے کلام کے موضوعات دینی ہیں اور ان کی شاعری کا مقصد دینی تعلیم، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ارتقاع بشریت ہے۔ فارسی میں بھی منظوم کلام کا ایک بڑا حصہ موجود ہے جو رباعیات، قصائد، قطعات اور مثنویوں پر مشتمل ہے۔ آپ کا دیوان "حدائق بخشش" کے نام سے مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے بڑے اہتمام صحت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ ہم علامہ حضرت شمس بریلوی کے ممنون ہیں جنہوں نے بڑی ادبی کاوش کے ساتھ نہ صرف ۲۳۰ صفحات پر کلام رضا کا تحقیقی اور ادبی جائزہ پیش کیا ہے بلکہ ان صدہا اغلاط سے کلام کو پاک و صاف کرکے صحت و ترتیب نو سے آراستہ کیا ہے جن کی طرف اب تک ناشرین کلام رضا نے توجہ نہیں کی تھی۔ یہ بے انصافی ہوگی اگر دینی کتب کے ناشرین مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کے ارباب اختیار فریدالدین اور محمد مبین کی ان مساعی جمیلہ کا اعتراف نہ کیا جائے جو انہوں نے اعلیٰ حضرت کی کتب کی طباعت کے لئے کیں۔ ان مساعی کی بدولت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے کچھ شاہکار ہم تک پہنچے ہیں جن میں حدائق بخشش اور فتاویٰ رضویہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کتب کی طباعت کا انتظام علامہ حضرت شمس بریلوی کی زیر نگرانی کیا گیا جنہوں نے قارئین کے مطالعے کے لئے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی علمی اور مذہبی خدمات کا مفید مواد پیش کیا ہے۔

امام احمد رضا خان کی امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے نظم و نثر کی ہر صنف سے کام لیا اور ہر صنف میں ان کا پایہ سب سے برتر نہیں تو کسی سے کمتر بھی نہ رہا۔ لیکن ان کی نعتیہ شاعری بے مثال ہے اور

اس ضمن میں ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ جس فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ نے اردو' فارسی اور عربی میں شاعری کی وہ حقیقت میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرمستیوں اور رعنائیوں کا نتیجہ ہے۔ اس بات میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ ان کا فارسی کلام حسن بیانٔ معنی پروری اور پختگی ذوق کے لحاظ سے بہت بلند پائے کا ہے۔ ان کے فارسی کلام میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ' تصوف' اخلاق' حرکت و عمل کی دعوت' اسلامی تعلیمات' حقائق حیات' منظر نگاری' سیاست اور اپنے جذبات و احساسات کا ذکر ہے۔

اگرچہ اعلیٰ حضرت' ان کے خاندان اور دیگر بہی خواہان ملت نے مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئی لہر پیدا کردی تھی مگر خود غرض اور فتنہ پرور لوگوں نے اپنی خواہشات کو دین سمجھ لیا اور اسی راستہ میں ہزاروں رخنے ڈال دیئے۔ لہٰذا راہ نجات ابھی دور نظر آرہی تھی۔ چونکہ مسلمانوں اور دین اسلام کے لئے اعلیٰ حضرت کے دل میں زندگی بخش تڑپ موجود تھی اسی لئے انہوں نے خود ساختہ دینی رہنماؤں کے لئے عالم مایوسی میں کہا :

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ
آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ
مرد مان شہوات را دین ساختند
صد ہزاران رخنہا' اندا ختند
ہر کہ نفسش رفت راہی از ہوا
ترک دین گفت و نمودش اقتدا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس مرد مومن کو نظم و نثر کی ہر صنف میں دستگاہ کامل سے نوازا تھا۔ انہوں نے فارسی کلام میں واضح و صریح اور ساتھ ہی فصیح و بلیغ اور موثر اسلوب میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اور ایسے متاثر شعرا بہت قلیل ہیں جنہیں تمام اصناف سخن میں نشان امتیاز حاصل ہو۔ انہوں نے تضمین و تنقید' لفظ و معنیٰ' فکر و نظر' بیان و اقتباس غرض کہ ہر معاملے میں ایک خاص انداز اپنایا ہے۔ ان کے کلام میں رومی اور عطار کے عمق کا بھی احساس ہوتا ہے تو سعدی اور حافظ کی حلاوت بھی محسوس ہوتی ہے۔ وہ کسی خاص صنف کے قائل نہیں تھے بلکہ یہ چاہتے تھے کہ اپنا پیغام بصیرت افروز اور اثر انگیز طریقے سے تمام رعنائیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ لوگوں تک پہنچائیں۔

ذرا دیکھئے کس طرح ان کے کلام میں اصلیت اور صداقت جھلکتی نظر آرہی ہے۔ یہ روایتی شاعری نہیں' دلی کیفیت کا اظہار ہے۔ چونکہ ان کے کلام میں نہ دور از کار تشبیہات اور استعارے ہیں نہ مشکل تراکیب و الفاظ۔ ان کے خیالات کے اظہار میں بڑی روانی ہے' سلاست ہے' صداقت ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :

ای خدا ای مہربان مولائی من
ای انیس خلوت شبہائی من
ای بیادت نالہ مرغ سحر
ای کہ ذکرت مرہم زخم جگر
ای کہ نامت راحت جان و دلم
ای کہ فضل تو کفیل مشکلم

ما خطا آریم و تو بخشش کنی
نعرہ "انی غفور" می زنی
اللہ اللہ زین طرف جرم و خطا
اللہ اللہ زان طرف رحم و عطا
از طفیل آن صراط مستقیم
قوتی اسلام راہ دہ ای کریم
بہر اسلامی ہزاران فتنہا
یک مہ و صد داغ فریاد ای خدا
ای خدا بہر جناب مصطفیٰ
چار یار پاک آل باصفا
پرکن از مقصد تہی دامان ما
از تو پذرفتن زما کردن دعا
کیست مولائی بہ از رب جلیل
حسبنا اللہ ربنا نعم الوکیل

اعلیٰ حضرت، حافظ شیرازی کے اسلوب میں بھی لکھتے ہیں، چنانچہ فارسی کی پہلی غزل میں دیوان حافظ کی پہلی غزل کا تتبع کیا ہے۔ حافظ شیرازی کی پہلی غزل اس طرح ہے :

الا یا ایہا ساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلہا

اعلیٰ حضرت، حافظ شیرازی کا تتبع کرتے ہوئے رد وہابیہ کا اظہار کرتے ہیں :

الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا
کہ برباد شہ کوثر بنا سازیم محفلہا
بلا بارید حب شیخ نجدی بر وہابیہ
کہ عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلا
وہابی گرچہ اخفا می کنذ بغض نبی لیکن
نہاں کے ماند آن رازی کزو سازند محفلہا
توھب گاہ ملک ہند اقامت رانمی شاید
جرس فریاد می دارد کہ بربندیہ محملہا

احمد رضا خان کی رباعیوں میں تصوف کا رنگ نظر آتا ہے۔ بعض رباعیاں جو سیدنا عبدالقادر جیلانی کے متعلق ان کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہیں، ان میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذکر ہے۔ اسی چیز نے ان کے کلام کو آفاقیت کا جوہر عطا کیا۔ ان میں فن رباعی نگاری کی جملہ خصوصیات موجود ہیں۔ چاروں مصرعوں کا ربط اور مصرع بہ مصرع خیال کی چڑھتی ہوئی لے اور آخری مصرعے میں خیال کا نقطہ عروج، اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ان کی رباعیات کی ایک خاص اہمیت ہے۔ نمونے کے طور پر دو رباعیاں پیش کرتا ہوں :

بارد ز خدا بر جد عبدالقادر
محمود خدا حامد عبدالقادر
باران درودے کہ چکیدہ ز رخش
بارد بسر سید عبدالقادر

ردیف میم میں یہ رباعی سیدنا عبدالقادر جیلانی کے شان میں کہی گئی۔

صدیق صفت حلیم عبدالقادر
فاروق نمط حکیم عبدالقادر
مانند غنی کریم عبدالقادر

زر رنگ علی، علیم عبدالقادر

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت اہل بیت آپ کا شعار زندگی تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے کلام میں امیرالمومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدالشہداء کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں کہ "تزک مرتضوی" کے نام سے فارسی زبان میں آپ نے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب و خصائل بیان کئے ہیں اور اس میں جناب امیر کے زمانہ خلافت کے فیصلہ جات بھی شامل کردیئے ہیں۔ کتاب غیر مطبوعہ ہے اور تقریباً دو سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔" اپنے کلام میں امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں سرشار ہوکر اعلیٰ حضرت نے کہا :

مرتضیٰ شیر خدا مرحب کشا خیبر کشا
سرور لشکر کشا مشکل کشا امداد کن
ای تنت در راہ مولیٰ خاک و جانت عرش پاک
بوتراب ای خاکیان را پیشوا امداد کن
ای شب ہجرت بجائی مصطفیٰ بر رخت خواب
ای دم شدت فدائی مصطفیٰ امداد کن

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے کربلا کے میدان میں آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ذکر اپنے فارسی کلام میں بڑے درد انگیز انداز میں کیا ہے۔ جگر گوشہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل قربانی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں : "وہ حسین رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہوئے تھے اسے لعینوں نے اپنے گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا، وہ حسین جس کے ہونٹوں اور گردن کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ گاہ بنایا اسے ظالموں نے لہولہان کردیا۔" دیکھئے اس واقعہ جانسوز کا کس درجہ آہ و فغاں اور رنج و الم سے ذکر کیا جاتا ہے۔

یا شہید کربلا یا دافع کرب و بلا
گلرخا شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن
ای گلویت گہ لبان مصطفیٰ را بوسہ گاہ
گر لب تیغ لعین راحسرتا امداد کن
ای تن تو کہ سوار شہسوار عرش ناز
گہ چناں پامال خیل اشقیا امداد کن

"رضا" کی عظمت کی حقیقی بنیاد دراصل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لئے ان کے کلام میں نعتوں کا خاص مقام ہے۔ اردو، عربی اور فارسی میں نعتوں کا بڑا ذخیرہ ہے اور بڑے بڑے شاعروں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تحت اس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر "رضا" کی شاعری کا ایک خاص رنگ ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہوکر بارگاہ شہنشاہ کونین، صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح گلہائی نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں :

یا خدا بہر جناب مصطفیٰ امداد کن
یا رسول اللہ از بہر خدا امداد کن
یا شفیع المذنبین یا رحمت اللعالمین
یا امان الخائفین یا ملتجی امداد کن
نیر نورالھدی بدرالدجی شمس الضحی
ای رخت آئینہ ذات خدا امداد کن

از: صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر نقشبندی (پرنسپل) رکن الاسلام جامعہ مجددیہ۔ حیدرآباد

اس صدی میں "امام احمد رضا فاضل بریلوی" کے نام سے ایک ایسا شخص بھی گزرا ہے جو اپنے نبی کا سچا عاشق اور محب صادق تھا۔ عشق مصطفٰے اس کے رگ و پے میں رچا بسا ہوا تھا۔

کہنے کو تو ہر شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے نبی سے سچا عشق ہے۔ لیکن یاد رکھئے "عشق و محبت" کی کچھ نشانیاں اور کچھ علامتیں ہوتی ہیں اگر کسی میں وہ نشانیاں پائی جائیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ سچا عاشق ہے۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ عشق و محبت کی کون کونسی علامتیں اور نشانیاں اس عاشق رسول میں پائی جاتی تھیں۔

بے چینی و بے قراری

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی یاد میں ہر وقت بے چین و بے قرار رہتا ہے، اسے محبوب کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ حضرت امام (بغوی رحمتہ اللہ علیہ) نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد کردیا تھا۔ ان کے عشق کا یہ عالم تھا کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس حال میں کہ ان کا رنگ متغیر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تمہارا رنگ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ عرض کرنے لگے کہ مجھے نہ کوئی مرض ہے اور نہ کوئی تکلیف بس صرف بات یہ ہے کہ جب آپ کو نہیں دیکھتا تو گھبرا جاتا ہوں۔ پریشان ہوجاتا ہوں اور جوں ہی آپ کی زیارت کرلیتا ہوں میری حالت یکدم سنبھل جاتی ہے۔ آج جب مجھے خیال آیا کہ آخرت میں آپ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ہوں گے۔ میں نہ معلوم جنت میں جا بھی سکوں گا یا نہیں اگر گیا بھی تو کسی نچلے درجے میں ہوں گا وہاں اگر آپ کی زیارت مجھے نہ ہوسکی تو کیا کروں گا۔ خالق کون و مکاں نے قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ فوراً نازل فرماکر اپنے محبوب کے ایسے عشاق کے لئے فرحت و

مسرت کا سامان فرمادیا اور عشق رسول میں تڑپنے والوں کو خوشخبری سنادی کہ جو میرے محبوب کی اس دنیا میں اطاعت کرے گا وہ آخرت میں انہی کے ساتھ ہوگا۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔(۱)

یہ عاشق رسول احمد رضا بھی اپنے محبوب کے دیدار کے لئے تڑپ رہا ہے۔ دوسری مرتبہ جب زیارت حرمین شریفین کے لئے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تو شوق دیدار میں مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر روتے رہے، درود و سلام پیش کرتے رہے اور یہ امید لگائے کھڑے رہے کہ آج حضور ضرور نگاہ کرم فرمائیں گے اور اپنی زیارت سے ضرور مشرف فرمائیں گے۔ لیکن اس شب زیارت نہ ہوسکی، آپ کا دل بہت ٹوٹا اور اسی ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ ایک نعت آپ نے لکھی جس کے پہلے چند اشعار یہ ہیں۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

اسی کے مقطع میں اپنی قلبی آرزو پورا نہ ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوتے بڑی عجز و انکساری کے ساتھ درد بھرے انداز میں آپ نے فرمایا۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت لکھ کر مواجہ شریف کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکر اپنی قلبی کیفیات حضور کے سامنے عرض کردیں۔ آقا کو اپنے اس عاشق کی یہ دل شکستگی گوارا نہ ہوئی، پھر کرم فرمایا اور ایسا کرم فرمایا کہ عالم خواب میں نہیں بلکہ عالم مشاہدہ میں بچشم سربیداری کی حالت میں اسی رات اپنی زیارت سے مشرف کردیا۔ اس طرح اس دل بے قرار کو چین آتا چلا گیا، آپ نے اسی چین اور قرار کو اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا۔

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دوجہاں کی
انس کا انس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

ہر ادا پیاری

سچے عاشق کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ عاشق کے لئے اپنے محبوب کی ہر ادا پیاری، ہر انداز دلکش اور ہر طرز دلنشیں اور دلربا ہوتا ہے اور وہ اسی انداز کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کے اتباع اور اس کی ذات کی مرافقت کو اپنے لئے لازم کرلیتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اپنے دعوی محبت میں جھوٹا ہے۔ (۲) اسی مضمون کی تائید اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جسے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنتہ (۳)

ترجمہ : "جس شخص نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت

کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔"

امام احمد رضا، عشق کی اس منزل سے بھی کامیابی کے ساتھ گزر جاتے ہیں، تمام عبادات، معاملات، رہن سن، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، الغرض آپ کی ایک ایک ادا اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جو دعائیں جن جن اوقات اور مقامات پر منقول ہیں آپ انہی اوقات میں ان دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے کمال اتباع کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں پسند ہے۔ یعنی ہر اچھے کام کی ابتداء دائیں طرف سے کی جائے۔ اس عاشق رسول نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند پر اسے کامل طریقہ سے عمل کرکے دکھایا۔ ایک روز فجر کی نماز ادا کرنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ تمام نمازیوں کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی تھیں کہ عین انتظار میں آپ جلدی جلدی مسجد کے اندر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے ایک خادم قناعت علی نے ایک دوسرے ساتھی سید ایوب علی سے کہا کہ اب دیکھتے ہیں کہ اس جلدی کے اندر آپ "دائیں" کا خیال رکھتے ہیں یا نہیں۔ یعنی مسجد میں پہلے دایاں قدم رکھتے ہیں یا نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ مسجد کے پہلے زینے پر آپ کا پہلا قدم پڑا تو سیدھا۔ پھر مسجد کے اندر فرش پر پہلا قدم پڑا تو سیدھا۔ صحن میں ایک صف بچھی تھی اس پر پہلا قدم پڑا تو سیدھا۔ پھر ہر صف پر جو پہلا قدم پڑتا گیا وہ سیدھا۔ پھر دالان میں پہلا قدم پڑا تو سیدھا۔ حتیٰ کہ محراب پر جب بیٹھے تو محراب میں پہلا قدم جو پڑا وہ بھی سیدھا تھا۔ اسی طرح ہر اچھا کام آپ سیدھے ہاتھ سے فرماتے تھے۔ اگر کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کوئی چیز لیتا تو آپ اس کو دینے سے ہاتھ روک لیا کرتے اور اس کو سیدھے ہاتھ سے لینے کا سبق دے کر پھر عطا فرماتے تھے۔ حتیٰ کے خط وغیرہ لکھتے وقت جب (۷۸۶) لکھتے تو وہ بھی سیدھی طرف سے لکھتے تھے حالانکہ اعداد تو عام طور پر بائیں طرف سے لکھے جاتے ہیں۔ تعویذ لکھتے وقت بھی خطوط سیدھی طرف سے کھینچتے تھے۔ سبحان اللہ ! اپنے محبوب کی محبوب اداؤں کا اتنا پاس وہ ہی رکھ سکتا ہے جو سچا عاشق ہو اور جس کی نظر میں ادائے محبوب سے زیادہ کوئی شے پیاری اور محبوب نہ ہو۔

دیار محبوب

سچی محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہوتی ہے کہ محبوب کا دیار، اس کا ملک، اس کا شہر، اس کی گلی اور اس کا گھر بھی اس کو پیارا لگنے لگتا ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں سارے جہاں سے اچھا اس کے محبوب کا شہر ہوتا ہے۔ چنانچہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجنوں سے کسی نے پوچھا

بس کدامی شہرہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ دروے دلبر ست

کہ تجھے سب سے زیادہ کونسا شہر اچھا لگتا ہے تو اس نے کہا کہ جس شہر میں میرا محبوب رہتا ہے۔ مجھے تو وہ شہر سب سے زیادہ پیارا لگتا ہے۔

اسی لئے خدا کو بھی اپنے محبوب کا شہر "مکہ" بہت محبوب ہے اور اس نے قرآن میں اس کی قسم یاد فرمائی ہے

"**لااقسم بھذاالبلد وانت حل بھذاالبلد**۔ اور اس شہر کی محبوبیت اور عظمت کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ "**وانت حل بھذاالبلد**" کہ یہ شہر مجھے اس لئے محبوب اور عزیز ہے کہ میرے محبوب نبی کے قدم اس کو لگ گئے ہیں۔

اس عاشق رسول امام احمد رضا کو بھی اپنے محبوب کا شہر "مدینہ" سب سے زیادہ پیارا تھا۔ چونکہ محبوب یہاں قیامت تک کے لئے آرام فرما ہیں اس لئے وہ اس کو تمام جہان سے بھی زیادہ حتیٰ کہ مکہ مکرمہ سے بھی زیادہ افضل و اعلیٰ جانتے تھے اگرچہ اپنے اس دعوے پر اس کے پاس بہت سے وزنی علمی دلائل بھی تھے مگر کوئی خشک زاہد اس کی بات کو ماننے کے لئے کسی طرح سے بھی تیار نہیں ہوتا تو وہ یہ شعر کہہ کر بات کو ختم کردیا کرتا کہ :

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

کسی نے اس عاشق رسول سے پوچھا کہ مدینہ منورہ کی مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ جبکہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے' تو اس حدیث سے تو مکہ کا مدینہ سے افضل ہونا ثابت ہوا۔ تم یہ کیسے کہتے ہو کہ مدینہ' مکہ مکرمہ سے بھی افضل ہے۔ اس عاشق نے اپنے عشق میں کئے ہوئے اس دعوے کو "علم" کی روشنی سے ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیھم کا یہی مسلک اور مذہب ہے کہ مدینہ افضل ہے لہٰذا میرا بھی یہی مسلک ہے۔ اس کے علاوہ خود حدیث مبارکہ میں بھی آیا ہے کہ "**المدینتہ خیرلھم لوکانوا یعلمون**" کہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ بلکہ دوسری حدیث میں تو نص صریح ہے کہ "**المدینتہ افضل من مکہ**" کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ جہاں تک ہمارے اعتراض کا تعلق ہے اور دونوں جگہ پر تفاوت ثواب کا معاملہ' تو اس کا جواب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے خوب دیا کہ مکہ میں کمیت زیادہ ہے اور مدینہ میں کیفیت زیادہ ہے یعنی وہاں مقدار زیادہ اور یہاں قدر زیادہ ہے جیسے یوں سمجھئے کہ لاکھ روپے زیادہ ہیں یا پچاس ہزار اشرفی زیادہ ہیں۔ ظاہر ہے گنتی میں تو لاکھ روپے ہی زیادہ ہوں گے لیکن مالیت میں یہ اشرفیاں اس سے کئی گناہ زیادہ ہیں۔ فرمایا اس کے علاوہ مکہ میں ایک نیکی کی لاکھ نیکیاں' جیسے یوں ہی ایک گناہ کے لاکھ گناہ ہیں بلکہ وہاں تو گناہ کے ارادہ پر بھی گرفت ہے جس طرح وہاں نیکی کے ارادے پر ثواب ہے جبکہ مدینہ منورہ میں نیکی کے ارادے پر ثواب تو ہے لیکن گناہ کے ارادے پر عذاب نہیں' پھر ایک گناہ کرے تو ایک ہی گناہ کی سزا جبکہ ایک نیکی کرے تو پچاس ہزار نیکیوں کا ثواب پھر فرمایا کہ عجب نہیں کہ حدیث مبارکہ میں "**خیرلھم**" (کہ تمہارے لئے مدینہ بہتر ہے) کے جو الفاظ آئے ہیں وہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

ذکر دیار محبوب

محبوب کے لئے نہ صرف محبوب کا ذکر بلکہ اس

کے شہر اور دیار کا ذکر بھی اس کے لئے قلبی فرحت و انبساط کا باعث ہوتا ہے۔ دیار محبوب کے ذکر سے بھی اس کے تن مردہ میں جان پڑجاتی ہے۔

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ ایک بہت خوبصورت لڑکی کے حسن پر فریفتہ ہوگیا۔ اس نے اس سے شادی کرلی لیکن وہ لڑکی کسی اور سے محبت کرتی تھی جب وہ بادشاہ کے محل میں آئی تو اپنے محبوب کا فراق اور جدائی برداشت نہ کرسکی، بیمار پڑگئی، بادشاہ نے مملکت کے تمام عمدہ سے عمدہ معالجوں کو طلب کرلیا سب نے علاج شروع کردیا لیکن اس کو کوئی افاقہ نہ ہوا اور حال یہ ہوا کہ

"مرض" بڑھتا گیا جوں جوں "دوا کی"

بادشاہ سخت پریشان تھا، آخر ایک روز ایک اللہ کے ولی سے اس کی ملاقات ہوئی۔ اپنا مدعا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ کل ہم آکر اس کا علاج کریں گے۔ دوسرے دن آکر آپ نے اس لڑکی کا علاج اس طرح فرمایا کہ ایک شخص کو کہا کہ دنیا میں جتنے ممالک ہیں ان کے نام اس کے سامنے لئے جائیں۔ جب نام اس کے سامنے لئے جانے لگے تو ایک نام پر وہ چونکی۔ آپ نے فرمایا رک جاؤ۔ اب اس ملک کے جتنے شہر ہیں ان کے نام لو اس ملک کے تمام شہروں کے اس کے سامنے نام لئے جانے لگے تو ایک شہر کے نام پر نبض اور دل کی رفتار تیز ہوگئی۔ آپ نے فرمایا رک جاؤ اب اس شہر میں جتنے محلے ہیں ان کے نام لو جب اس شہر کے تمام محلوں کے اور علاقوں کے نام لئے گئے تو ایک نام پر اس کے دل کی دھڑکن بے قابو ہوگئی اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ آپ نے فرمایا اس محلہ میں جتنے لوگ رہائش پذیر ہیں ان کے نام لو جب نام لئے گئے تو ایک نام پر اس کا چہرہ کھل اٹھا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ آپ نے بادشاہ سے فرمایا یہ فلاں ملک کے فلاں شہر کے فلاح باشندے کے عشق میں مبتلا ہے اس کو اس کے محبوب سے ملادو۔ بس یہی اس کی بیماری کا علاج ہے۔

اس عاشق رسول کا بھی یہی حال تھا کہ اس کے سامنے محبوب کے شہر مدینہ کا نام آجاتا تھا تو اس کے دل کی کلی کلی کھل اٹھتی اور وہ اپنے قلبی جذبات کو اپنے اس شعر میں یوں بیان کرتا تھا :

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

حور جناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا
چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

تعظیم و تکریم

عشق و محبت کا ایک تقاضہ "ادب و احترام" بھی ہوتا ہے، محب نہ صرف اپنے محبوب کی تعظیم و تکریم کرتا ہے بلکہ محبوب کو جس چیز سے ادنی سی نسبت اور تعلق بھی ہوجائے، محب کے لئے وہ شے بھی لائق صد احترام ہوجاتی ہے۔ ذرا دیکھئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عشاق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین نے ادب و احترام کی کیسی کیسی مثالیں قائم فرمائیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں

نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ بال سنوارا کرتے تھے تو صحابہ کرام آپ کے چاروں طرف کھڑے ہوجاتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ حضور کا کوئی بال مبارک ان کے ہاتھوں کے سوا کسی اور جگہ نہ گرنے پائے۔

(مسلم شریف ج ۲، ص ۲۵۶)

اسی طرح حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مبارک ایک صحابی کے پاس دیکھا کہ وہ سرخ رنگ کا تھا۔ میں نے اس کے سرخ ہونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس کو خوب خوشبو لگاکر رکھتے ہیں اس لئے اس خوشبو کی وجہ سے یہ سرخ ہوگیا ہے۔

(صحیح بخاری ص ۵۰۲)

معلوم یہ ہوا کہ محبوب سے جس شے کی نسبت ہوجائے عاشق اس کا بھی ادب و احترام کرتا ہے۔ آیئے ذرا دیکھیں یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محبوب سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا کس طرح ادب و احترام کرتا ہے۔

(الف) سب سے پہلے مدینہ منورہ کو لے لیجئے، اس عاشق کی نظر میں محبوب سے تعلق اور نسبت کی بناء پر اس پاک سرزمین کا یہ مقام تھا کہ ؎

ہاں ہاں رہ مدینہ ہے غافل، ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہر دم ہے جان نو
یہ راہ جان فزا میرے مولیٰ کے در کی ہے
اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک
حسرت ملئکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

(ب) اس عاشق رسول کے ادب کا تو یہ عالم تھا اس کے محبوب کے پاک دیار کا نام بھی اس کے سامنے آجاتا تھا تو ادب سے اس کا سر جھک جاتا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے دیار پاک کے نام پاک کا بھی پورا پورا ادب کیا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ کا شعر ہے۔

بہ ادب جھکالو سر ولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گل تر محمد مصطفےٰ چمن اس کا پاک دیار ہے

(ج) محبوب کے پاک شہر کی بھی کیا تعظیم ہے کہ جو وہاں سے ہوکر آجائے وہ بھی اس عاشق کے لئے لائق احترام بن جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی حاجی حج کرکے آتا تھا تو آپ سب سے پہلے اس سے یہ پوچھتے تھے کہ مدینہ شریف حاضری دی یا نہیں۔ اگر وہ ہاں کردیتا تو فوراً اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کر اس کے قدم چوم لیا کرتے تھے کہ یہ وہ پیارے قدم ہیں جو میرے پیارے محبوب کی پیاری سرزمین کو چھوکر آئے ہیں اور اگر کوئی نفی میں جواب دیتا تو پھر اس کی طرف کوئی التفات نہیں فرماتے تھے۔

(د) یہ تو ان آدمیوں کا ادب ہے جو مدینہ کی پیاری سرزمین سے ہوکر آئے تھے، اس عاشق صادق کے عشق کا تو یہ عالم ہے کہ اس محبوب کے پاک دیار کی گلیوں کے کتے بھی اس کے لئے لائق احترام ہیں۔ شہر مدینہ

سے نسبت رکھنے کے باعث وہاں کے کتے بھی اس لائق ہوگئے ہیں کہ ان کے بھی قدم چومے جائیں۔ چنانچہ اسی مقام عشق کی طرف اپنے اس شعر میں آپ نے یوں اشارہ فرمایا :

رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

(س) اس عاشق رسول کا عشق تو اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اس کے محبوب کے شہر کے کسی پرند کو بھی پریشان کیا جائے کیونکہ اس کو بلاوجہ ستا کر پریشان کرنا عاشق کے نزدیک یہ بھی اس دیار کی بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے۔

چنانچہ زیارت حرمین شریفین کے لئے جب آپ تشریف لے گئے تو سید عمر رشیدی آپ کو اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گئے۔ وہاں آپ نے ان کے گھر کے درمیانی دروازہ کی سمت میں اپنی نشست رکھی۔ ان دروازوں پر جو طاق تھی ان میں کبوتروں کا ایک جوڑا رہتا تھا جو تنکے لاتے تھے اور نیچے گرایا کرتے تھے جو اس طرف بیٹھنے والوں پر آکر گرا کرتے تھے لیکن جب اس دروازہ کے پاس اس عاشق رسول کا بستر لگایا گیا تو اس وقت سے ان کبوتروں نے اس طاق میں بیٹھنا ہی چھوڑ دیا کہ کہیں تنکوں وغیرہ کے گرنے سے اس عاشق رسول کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ ان کبوتروں نے اس طاق کو چھوڑ کر دوسری طاق کو آباد کرلیا۔ اب جو لوگ اس دوسرے دروازے کے پاس بیٹھتے ان پر خوب تنکے وغیرہ آکر گرا کرتے تھے۔ مولانا سید اسماعیل نے یہ صورت حال دیکھ کر اس عاشق رسول سے کہا کہ آپ کا تو یہاں کے وحشی کبوتر بھی بڑا لحاظ کرتے ہیں اس عاشق نے جواب دیا "**صالحناھم فصالحونا**" کو ہم نے اس سے صلح کرلی ہے تو انہوں نے ہم سے صلح کرلی ہے۔ اس پر حاضرین میں سے بعض علماء نے کہا کہ یہ کبوتر ہم پر کیوں تنکے وغیرہ پھینکتے ہیں۔ ہم نے ان سے کونسی جنگ کر رکھی ہے۔ اس عاشق نے عشق و محبت سے بھرپور جواب عطا فرمایا کہ میں نے یہاں کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ یہ کبوتر جہاں آکر بیٹھتے ہیں لوگ انہیں اڑادیتے ہیں، انہیں ستاتے ہیں، کنکریاں مارتے ہیں، سلامی کی جب توپیں چھوٹتی ہیں تو یہ خوف سے تھرتھرا جاتے ہیں۔ یہ سب میرا مشاہدہ ہے حالانکہ یہ حرم محترم کے جانور ہیں انہیں اڑانا، ڈرانا، دھمکانا یہ سب منع ہے۔ کسی پیڑ کے سایہ میں حرم محترم کا ہرن بیٹھا ہو تو کسی آدمی کو یہ اجازت نہیں کہ اسے اٹھاکر خود بیٹھ جائے۔ اس عالم نے جواب میں فرمایا کہ یہ کبوتر ہمیں ایذاء دیتے ہیں اوپر سے کنکریاں تنکے وغیرہ پھینکتے ہیں جس سے چمنی وغیرہ ٹوٹ جاتی ہے۔ آپنے **فقیہانہ** استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابتدابالایذا کرتے ہیں یعنی تکلیف پہنچانے میں پہل کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا پھر تو انہیں "فاسق" کہئے اور اس صورت میں مارنا جائز ہونا چاہئے لیکن علماء کے نزدیک بالاتفاق کبوتر غیر فاسق جانور ہے۔ ہاں البتہ چیل کوے فاسق جانور میں شمار ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو جانور بغیر اپنے نفع کے بالقصد ایذاء پہنچائے ایسے جانور کا قتل حرم شریف میں بھی جائز ہے جیسے چیل، کوا، بندر، چوہا۔ چیل کوے

زیور اٹھاکر لے جاتے ہیں' بندر کپڑے پھاڑ ڈالتا ہے' چوہے کتابیں کترتے ہیں جس میں ان کا کوئی نفع نہیں محض برائے شرارت کے وہ ایسا کرتے ہیں اور ایذا دیتے ہیں' لہٰذا فاسق ہیں۔ برخلاف بلی کے کہ وہ مرغی کو پکڑتی ہے' کبوتر کی گردن توڑ دیتی ہے مگر اپنی غذا کے لئے نہ کہ تمہاری ایذاء کے لئے اسی طرح کبوتر کے کنکریاں طاق پر موجود ہوں تو اس کے چلنے پھرنے سے ضرور گریں گی لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ چمنی پر کنکریاں مارنا اور اس کو توڑنا ان کو مقصود ہے۔ لہٰذا کبوتر جیسے جانور کو مارنا اور تکلیف دینا جائز نہیں۔ یہ سن کر وہ عالم خاموش ہوگئے۔

(ص) دیار محبوب کی خاک کی کس قدر عظمت اس عاشق رسول کے قلب و نظر میں بسی ہوئی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ حضرت قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی کے والد گرامی اور اس عاشق صادق کے خلیفہ صادق مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ جب حرمین شریفین سے واپس ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ مولانا ! میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں۔ اپنے عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا جو بہت قیمتی تھا کہ اگر اس عمامہ کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے آرہے ہیں کہ یہ عمامہ بھی آپ کے قدموں کے لائق نہیں۔ البتہ میرے کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت اٹھ کر اپنے کاشانہ سے سرخ رنگ کاشانی مخمل کا جبہ مبارک لاکر عطا فرمایا جو اس زمانہ میں کم از کم ڈیڑھ سو روپے سے کم کا نہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اس کو قبول کرتے ہوئے اپنے سر آنکھوں پر رکھا اور اس کو خوب چوما اور بہت دیر تک سینے سے لگائے رکھا۔

سبحان اللہ یہ ہے سچا عاشق کہ محبوب کے شہر کی زمین اور خاک سے جو قدم لگ جائیں محب کے لئے وہ قدم بھی اتنے معزز و مکرم ہوجاتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں اس کو اپنا قیمتی سے قیمتی عمامہ اور جبہ بھی ہیچ نظر آتا ہے۔

(ط) یہ عاشق مصطفےٰ نبی کی آل یعنی سید زادوں کا بھی بڑا ادب و احترام کرتا تھا خواہ وہ سید کیسے ہی اعمال رکھتے ہو لیکن نسبت مصطفےٰ کے باعث اولاد رسول ہونے کے ناطے وہ بھی اس عاشق کے لئے نہایت محبوب اور انتہائی لائق احترام تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کے عقیدت مند آپ کو پالکی میں بٹھاکر کہیں لے جارہے تھے۔ کہاروں نے پالکی اٹھائی ہوئی تھی ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ پالکی کے اندر سے آپ نے فرمایا کہ پالکی روکو پالکی نیچے رکھ دی گئی۔ آپ اضطراب کے عالم میں پالکی سے نیچے تشریف لے آئے اور کہاروں کو قریب بلاکر بھرائی ہوئی آواز میں ان سے پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آل رسول تو نہیں ہے جب کسی نے نہ بتایا تو آپ نے فرمایا میں تم سے تمہارے جد اعلیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے صحیح جواب دو کیونکہ میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کررہا ہے۔ ان کہاروں میں سے ایک نے نہایت شرمندگی کے ساتھ کہا کہ حضور میں ہی اس چمن کا پھول

ہوں جس کی خوشبو سے آپ کے مشام جاں معطر ہوئے ہیں لیکن کیا کروں شرم کی وجہ سے بول نہیں پارہا تھا تنگ دستی سے تنگ آکر یہ پیشہ اختیار کرلیا تھا اس شہر میں نیا آیا ہوں میرے خاندان کے متعلق کسی کو علم نہیں تھا اس پالکی کے ذریعہ روزی کمارہا ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ نے اپنی دستار مبارک اتار کر اس کہار سید زادے کے قدموں میں رکھ دی اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اس سے التجا کرنے لگے کہ اے معزز شہزادے میری غلطی معاف کردیجئے' لاعلمی میں خطاء سرزد ہوگئی غضب ہوگیا جن کی کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے ان کے کندھوں پر سواری کروں۔ قیامت کے دن اگر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ اے رضا ! کیا میرے فرزند کا دوش نازنین اس لئے تھا کہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا؟ حاضرین عشق کی ناز برداریوں کا یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر آپ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس سید زادے کہار سے فرمایا' اے شہزادے میری ایک التجا قبول کرلیجئے کہ اب آپ پالکی میں بیٹھئے اور میں اپنے کاندھوں پر آپ کو اٹھاؤں گا۔ ہزار انکار کے باوجود آخر اس سید زادے کو جنون عشق کی یہ ضد پوری کرنی پڑی اور دنیا نے دیکھا کہ اہل سنت کا جلیل القدر امام کہاروں میں شامل ہوکر اپنی عالمگیر شہرت و عزت کا سارا اعزاز اپنے محبوب کے لئے ایک گم نام مزدور کے قدموں پہ نثار کررہا تھا۔ کیونکہ اس کا عقیدہ تھا۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اس عاشق مصطفےٰ کا عقیدہ تھا کہ یوں تو ہر وہ شے جس کو سرکار دوعالم سے نسبت ہوجائے وہ لائق تعظیم ہوجاتی ہے لیکن سادات کرام تو "جز رسول" ہونے کے باعث تعظیم و تکریم کے زیادہ لائق ہیں۔

چنانچہ ایک کم عمر سید زادے آپ کے گھر میں کام کاج کے لئے ملازم ہوگئے بعد میں جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سید زادے ہیں تو آپ نے فوراً گھر والوں کو حکم دیا کہ خبردار اس سید زادے سے گھر کا کوئی کام نہ لیا جائے یہ مہمان ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے خادم نہیں۔ بلکہ ہمارے مخدوم ہیں کھانا وغیرہ جس چیز کی ضرورت ہو فوراً ان کے لئے حاضر کردیا جایا کرے اور جس تنخواہ کا ان سے وعدہ ہے وہ بطور نذرانہ ہر ماہ ان کو پیش کردیا جائے کرے۔ چنانچہ حسب ارشاد ایسا ہی کیا گیا لیکن وہ بھی سید زادے تھے ان کی خودداری کو بھلا یہ کب گوارا تھا کہ بغیر کسی کام کے تنخواہ لیے جائیں آخر وہ خود ہی شرم کے باعث وہاں سے تشریف لے گئے۔

تعظیم سادات سے متعلق آپ کے عشق رسول کا ایک اور واقعہ تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے جگمگارہا ہے کہ ایک سید زادہ صاحب بہت ہی غریب الحال تھے اور بڑی مشکل سے زندگی بسر فرمارہے تھے اس لئے بعض دفعہ سوال بھی کرلیا کرتے تھے مگر ان کے سوال کی عجب شان تھی جہاں جاتے وہاں یہ فرماتے تھے کہ دلواؤ سید کو۔ اتفاقاً" یہ سید زادے ایک روز اس عاشق رسول کے دروازہ پر آگئے۔ آپ زنان خانہ میں اندر تشریف فرما تھے' انہوں نے وہی صدا لگائی کہ دلواؤ سید کو۔ آپ کے پاس اس ہی دن کچھ ذاتی اخراجات

کے لئے دو سو روپے آئے تھے جس میں کچھ تو نوٹ تھے اور کچھ اٹھنیاں اور چونیاں تھیں، آپ نے یہ تمام پیسے اور رقم اکھٹی کی اور سید زادہ کی صدا سن کر فوراً باہر تشریف لے آئے اور ساری رقم اس سید زادے کے سامنے پیش کردی۔ سید صاحب نے اس رقم میں سے صرف ایک چونی لی۔ لیکن یہ عاشق رسول اس سید زادے کے سامنے ادب سے کھڑا رہا اور اصرار کرتا رہا کہ حضور یہ سب کچھ آپ کے نانا کا صدقہ ہے جو ہم کھارہے ہیں یہ سب آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ لیکن سید صاحب نے فرمایا کہ بس مجھے تو اتنا ہی کافی ہے۔ وہ یہ کہ کر جب چل دیئے تو آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ جب بھی ان صاحب کو دیکھا کرو تو فوراً ایک چونی ان کی خدمت میں پیش کردیا کرو اور یہ خیال رکھنا کہ ان کو مانگنے اور صدا دینے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس سے پہلے ان کی خدمت کردیا کرو۔

نام محبوب

الغرض یہ وہ سچا عاشق رسول تھا جو عشق و محبت کی ہر منزل، ہر معیار اور ہر کسوٹی پر پورا اترتا تھا۔ اس کو اپنے محبوب کے نام سے بھی اتنا ہی پیار تھا کہ جب سوتے تھے تو اپنے جسم کو اس ہیئت میں کرلیا کرتے تھے کہ اس سے محبوب کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن جایا کرتا تھا۔ اس کی استراحت بھی نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تھی۔

آپ عشق کی اس منزل پر پہنچ گئے تھے جس کو عارف رومی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

کہ عشق وہ آگ ہے جو ماسوائے محبوب کو جلاکر خاکستر کردیتی ہے۔ اس کے قلب و دل پر سوائے محبوب کے اور کچھ نہیں رہتا۔ آپ نے اپنے اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک دن فرمایا کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو اس میں سے ایک ٹکڑے پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے ٹکڑے پر **محمد الرسول اللہ** لکھا ہوا ملے گا۔ اس کی نظر میں دل وہ ہی دل کہلانے کے لائق ہے جو محبوب کی یاد سے معمور ہو۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

"محبت رسول اور فروغ عشق مصطفیٰ ﷺ ہی وہ مرکزی نکتہ ہے جس کے گرد امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے مسلمانان برصغیر پاک و ہند کو جمع کیا جو آگے چل کر تحریک پاکستان کا پیش خیمہ ثابت ہوا...... امام احمد رضا پاکستان کے اولین محسنین میں سے تھے۔"

(سید یوسف رضا گیلانی، اسپیکر قومی اسمبلی، پاکستان)

تحریکِ پاکستان پر امام احمد رضا کے اثرات

اقبال احمد اختر القادری، کراچی

ملت اسلامیہ پر جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو علماء حق اور مشائخ نے اس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔۔۔ دین کے فروغ و نفاذ کی ہر کوشش میں وہ ہمیشہ آگے آگے رہے۔۔۔ اسلام اور اس کے شعائر کے خلاف جب کسی نے ہرزہ سرائی کی، انہوں نے للکارا۔۔۔ الغرض غیر ملکی تسلط سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی تحریک ہو یا اسلامی مملکت کے حصول کی جدوجہد، ہمارے اسلاف اور ان کے لاکھوں عقیدت مندوں نے اپنے خون جگر سے ایسی تحریکوں کو پروان چڑھایا اور اس کے ثمرات سے قوم کو متمتع ہونے کا موقع فراہم کیا۔۔۔(۱)

۱۸۷۵ء میں علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی کفایت علی کافی، مولانا امام بخش صہبائی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد شاہ مدراسی، سید وہاج الدین مراد آبادی، مولانا نقی علی خان (والد ماجد امام احمد رضا) اور مولانا رضا علی خان (جد امجد امام احمد رضا) جیسے بے شمار اکابر علماء و مشائخ اور ان کے ارادت مندوں نے انگریز سامراج کا تختہ الٹنے میں جو بیش بہا قربانیاں دیں ان کے بغیر جنگ آزادی اور تحریک پاکستان کا تصور بھی ممکن نہیں۔۔۔(۲)

تحریک جنگ آزادی ۱۸۵۷ء محض ایک وقتی اور ہنگامی جذبہ نہ تھا بلکہ اسلامی حکومت کے قیام کے لئے ایک منظم پروگرام کی بنیاد تھی جس نے آگے چل کر تحریک پاکستان کا روپ دھارا۔۔۔

تحریک پاکستان۔۔۔!

یہ وہی تحریک ہے جسے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے سرگرمی سے عہد اکبری میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل کر آگے بڑھایا۔۔۔ جس کی حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے خاموش تائید کی، جسے مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد زندہ رکھنے میں شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،

مولانا رضا علی خان جیسے اکابر نے دن رات ایک کر دیا اور اس تحریک کو آگے بڑھایا۔۔۔۔

عہد اکبری میں جب غیر مسلم اکثریت نے حکومت اسلامیہ پر چھا جانے کی کوشش کی اور اسلام کے خلاف محاذ قائم کیا تو حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے دو قومی نظرئے کی بنیاد پر سخت جدوجہد کی۔۔۔۔(۳)

یہ وہی نظریہ ہے جو قرآن حکیم نے پیش فرمایا۔۔۔۔

لکم دینکم ولی دین (4)

"تمہیں تمھارا اور مجھے میرا دین"

پھر حضرت شیخ احمد سرہندی کی پیروی کرتے ہوئے امام احمد رضا نے "دو قومی نظریہ" کا احیاء کیا۔۔۔۔۔(۵) اور اس ضمن میں تحریری دستاویز ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں پیش کی۔۔۔۔(۶) دو قومی نظریہ یہ وہی نظریہ ہے جس کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔۔۔۔

عہد امام رضا اوراس کا ماضی قریب اور مستقبل قریب جو ایک صدی پر پھیلا ہوا ہے' انقلابات کا دور تھا۔۔۔ امام احمد رضا انقلاب ۱۸۵۷ء سے ایک سال قبل بریلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تحریک ترک موالات کے ہنگامی دور میں انتقال ہوا۔۔۔۔(۷) اپنی ۶۵ سالہ زندگی میں جو علمی' دینی' ملی اور سیاسی خدمات انجام دیں وہ تاریخ میں نمایاں طور پر سنہری حروف سے رقم کرنے کے لائق ہیں۔

افسوس ! کہ آج تاریخ جس انداز میں پیش کی جارہی ہے اس میں تعصب کا عنصر نمایاں ہے۔ اس حقیقت کو پاکستان کے شہرۂ آفاق مؤرخ پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جب محسوس کیا تو ان سے رہا نہ گیا اور ایک عام محفل میں بر ملا اظہار فرمایا کہ

"اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تاریخ میں اب تک جو کچھ لکھا گیا' وہ سب یک طرفہ ہے"۔۔۔۔(۸)

اس حقیقت کا ادارہ تحقیق تاریخ و ثقافت پاکستان' اسلام آباد کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر اسلم سید نے بھی گزشتہ برس(۱۹۹۴ء) اسلام آباد میں ہونے والی ایک ایسی علمی مجلس میں بر ملا اظہار فرمایا' جس کی صدارت پاکستان کے سب سے بڑے قانون ساز ادارہ قومی اسمبلی کے اسپیکر فرما رہے تھے۔۔۔۔(۹)

اصل حقائق کو مسخ کرنا' یہ تاریخ کا المیہ ہے۔۔۔۔ یہ تاریخ نگاری کا المیہ ہے۔۔۔۔ یہ اسلاف سے بے وفائی اور آنے والی نسلوں سے دھوکہ اور بغاوت نہیں تو کیا ہے۔۔۔۔ شاہراہ پاکستان' کہ جس پر تحریک پاکستان چلی اور ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام ممکن ہوا' کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو امام احمد رضا' ان کے خلفاء و تلامذہ اور معتقدین کے گہرے نقوش جا بجا نظر آتے ہیں۔۔۔۔

۱۸۸۴ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا۔۔۔۔ ۱۹۰۵ء میں تحریک ریشمی رومال کا آغاز ہوا' اسی زمانہ میں جمعیت انصار الاسلام قائم ہوئی۔۔۔۔ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔۔۔۔۱۹۱۱ء میں

جنگ طرابلس ہوئی--- ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان ہوئی---۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی--- ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت شروع ہوئی---اسی سال جمعیت العلماء ہند بنی--- ۱۹۲۰ء میں گاندھی جی نے تحریک ترک موالات شروع کی جس کا مقصد انگریزوں کا بائیکاٹ کر کے ان پر دباؤ ڈالنا اور ہندوستان کی آزادی کے لئے راستہ ہموار کرنا مشہور کیا گیا--- اسی زمانہ میں تحریک ہجرت اور تحریک ترک گاؤ کشی چلی--- ان تمام تحریکوں کا مقصد مسلمانوں کو کمزور سے کمزور کرنا تھا--- امام احمد رضا کی دوربین نگاہ ان تحریکوں کے مضمرات کو دیکھ رہی تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں---

"دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے' اول اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو'دوئم' یہ نہ ہو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے' سوئم' یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری ' کہ عاجز بن کر رہے---(۱۰)

تحریک خلافت کے ذریعہ ہندوستان کے بے دست و پا مسلمانوں کو انگریزوں سے لڑا کر ختم کرنے کی کوشش کی گئی--- تحریک ہجرت میں مسلمانوں کو ہندوستان سے جلا وطن کرکے دور رکھنے کی کوشش کی گئی--- تحریک ترک موالات میں مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کچھ لٹاکر عاجز اور بے پر بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی--- امام احمد رضا کے بتائے دشمنان اسلام کے تینوں عزائم ان تحریکوں میں نمایاں جھلک رہے ہیں--- امام احمد نے ۱۹۱۲ء میں مسلمانوں کے معاشی استحکام کے لئے رسالہ

"تدبیر فلاح و نجات و اصلاح"

پیش کیا--- سیاسی استحکام اور دو قومی نظرئے کے پرچار کے لئے ۱۹۲۰ء میں معرکتہ الاراء دستاویز بصورت رسالہ

"المحجتہ المو تمنہ فی آیتہ الممتحنہ"

پیش کی--- تحریک خلافت اور تحریک ہجرت کے ضمن میں رسالے

دوام العیش فی ائمتہ من القریش

اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام

پیش کرکے رہنمائی کی--- تحریک ترک گاؤ کشی کے رد میں رسالہ

"انفس الفکر فی قربان البقر"

پیش فرمایا---

اس سے کس کو انکار ہے کہ پاکستان دو قومی نظرئے کے تحت وجود میں آیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ امام احمد رضا نے اس وقت دو قومی نظرئے کا پرچار کیا جب قائد اعظم اور علامہ اقبال بھی غافل تھے' اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان کے ممتاز ادیب و دانشور سابق سینیٹر' سابق وفاقی وزیر' چیرمین اسلامی نظریاتی کونسل آف پاکستان' مولانا کوثر نیازی مرحوم فرماتے ہیں---

"انہوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب علامہ اقبال اور قائد اعظم بھی اس کی زلف گیرہ گیر کے اسیر تھے' دیکھا جائے تو دو قومی نظریے کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی--- پاکستان

کی تحریک کو کبھی فروغ نہ حاصل ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے"----(۱۱)

۱۹۱۵ء میں چودھری رحمت علی نے بزم شبلی' لاہور کے اجلاس میں اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت پر زور دیا تھا---- ۱۹۱۷ء میں دہلی کے عبدالجبار خیری اور عبدالستار خیری نے اسٹاک ہوم (STOCK HOME) میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی---- امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے چار سال بعد ۱۹۲۵ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے عبدالقدیر نامی ایک بزرگ کا رسالہ شائع ہوا' جس میں تقسیم ہند کی مفصل تجویز پیش کی گئی اور جغرافیائی حدود کی نشاندہی کی گئی اور ساتھ ہی تقسیم کے طریقہ کار کی وضاحت بھی کی گئی---- (۱۲)

پاکستان کے مشہور مؤرخ خواجہ رضی حیدر نے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ امام احمد رضا کے تلمیذ و خلیفہ صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی غالبا پہلے عالم دین ہیں جنھوں نے واشگاف الفاظ میں تقسیم ہند کی تجویز ان الفاظ میں پیش کر کے پاکستان کا مطالبہ کیا----

"ملک تقسیم کرکے ہند و مسلم علاقے تشکیل دیئے جائیں' ہر علاقے میں اسی علاقے والے کی حکومت ہو"----(۱۳)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے امام احمد رضا کے پیش کردہ دو قومی نظریئے کے تحت یہ تجویز پیش فرمائی اور پھر اس تحریک کو تیز کرنے کے لئے ۱۹۲۵ء میں ایک تنظیم **"الجمعیتہ العالیہ المرکزیہ"** کی بنیاد ڈالی----

امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں دو قومی نظریئے کی دستاویز **"المحجتہ الموتمنہ فی ایتہ الممتحنہ"** کی صورت میں پیش کی اور اس کے ایک سال بعد ۱۹۲۱ء میں وہ رحلت فرما گئے مگر اپنے پیچھے وہ ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے اس مشن کو آگے بڑھایا بلکہ آپ کی حیات ہی میں یہ حضرات سرگرم ہوگئے تھے---- ۱۹۱۹ء سے قبل جماعت رضائے مصطفیٰ' قائم ہو چکی تھی- (۱۴) اس جماعت نے **"اتمام حجت نامہ"** کے عنوان سے ستر سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ ترک موالات کے حامی علماء کو پیش کیا----(۱۵) امام احمد رضا کے خلیفہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر سید سلیمان اشرف (صدر شعبئہ دینیات) نے مسئلہ ہند و مسلم متحدہ قومیت پر صدر جمعیت العلماء ہند مولانا ابوالکلام آزاد سے مذاکرات کئے اور ۱۹۲۰ء کے ایک جلسہ عام میں جو جمعیت کے زیر اہتمام بریلی میں ہو رہا تھا' اپنے موقف کا بیباکانہ اظہار کیا----(۱۶)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے مولانا محمد علی جوہر سے ملاقات کر کے انہیں مشرکین ہند کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط و اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا---- مولانا موصوف نے ترک موالات کے نتیجے میں ہونے والی ہند و مسلم اخوت کے خلاف دو مقالات بھی لکھے جو ماہنامہ السواداعظم کے شمارہ شوال ۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئے جب کہ امام احمد رضا حیات تھے----(۱۷)

۱۹۲۵ء مراد آباد میں امام احمد رضا سے عقیدت رکھنے والے علماء و مشائخ کی چار روزہ کانفرنس ہوئی، جس میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" قائم کی گئی---- پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری صدر اور مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے---- آل انڈیا سنی کانفرنس نے پورے ہندوستان میں جگہ جگہ بڑے بڑے اجتماعات منعقد کئے اور لوگوں کو ایک اسلامی ریاست پاکستان کی حمایت و تائید پر آمادہ کیا---- اس کا ایک بہت بڑا اور تاریخی اجلاس ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء کو "جامعہ نعیمیہ" مراد آباد میں ہوا جس کی صدارت امام احمد رضا کے بڑے صاحبزادے حجتہ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے کی، یہاں آپ نے اپنے تاریخی خطبہ صدارت میں ان تمام امور کی نشاندہی فرمائی جو ۱۹۴۶ء تک منظر عام پر آئے----(۱۸)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے بحیثیت ناظم اعلیٰ آل انڈیا سنی کانفرنس، لاہور کے مولانا ابوالحسنات محمد احمد کے استفسار پر جو مکتوب روانہ کئے اس سے ان کے عزم و حوصلے کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے تربیت یافتہ یہ حضرات تحریک پاکستان کے لئے کتنے پر جوش اور مخلص تھے، موصوف کے مکاتیب کے بعض اقتباس پیش کئے جاتے ہیں----

○----آل انڈیا سنی کانفرنس کا نام جمہوریت اسلامیہ مرکزیہ ہے، یہ دو ایوان پر مشتمل ہوگی، ایک ایوان عام اور ایوان علماء ---- ایوان علماء کا نام جمہوریت عالیہ ہوگا----(۱۹)

○----پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں، خواہ جناح (محمد علی جناح) اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں----

○----الیکشن کے موقعہ پر کانگریس کے حق میں رائے دینے سے مسلمانوں کو روکنا بالکل بجا ہے اور اس میں کچھ بھی تامل نہیں----(۲۰)

۱۹۴۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی سرگرمیاں عروج پر تھیں، کانفرنس نے ایک بہت بڑا اجلاس طلب کیا، چناچہ ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو بنارس میں چار روزہ اجلاس منعقد ہوا جس میں پاک و ہند مشترکہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے تقریباً پانچ ہزار علماء و مشائخ نے شرکت کی جب کہ عام اجلاس میں حاضرین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی تجاوز تھی---- اس عظیم الشان اجتماع میں امام احمد رضا کے تلمیذ اور خاندان اشرفیہ کے آفتاب مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی نے جو خطبہ صدارت پڑھا اس کے بعض اقتباسات یہ ہیں----

○----جن سینوں نے لیگ (مسلم لیگ) کے اس پیغام کو قبول کیا ہے اور جس مسئلے میں لیگ کی تائید کرتے ہیں وہ صرف اس قدر ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ پر اسلام کی، قرآن کی آزاد حکومت ہو----

○----ہم سے مسلم لیگ کو اسی کی امید رکھنی چاہئے کہ اس کا جو قدم سینوں کے سمجھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہوگا (یعنی اسلام اور قرآن کی آزاد حکومت)

اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہوگا' آل انڈیا مسلم لیگ یا سنی کانفرنس کی تائید اس کو بے دریغ حاصل ہوگی اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے آل انڈیا یا سنی کانفرنس کی رہنمائی اس کو قبول کرنا ہوگی اور ضرور کرنا پڑے گی---(۲۱)

آل انڈیا سنی کانفرنس کا ایک اجلاس ۱۹۴۶ء ہی میں اجمیر شریف میں ہوا جس کی صدارت بھی حضرت محدث کچھوچھوی نے فرمائی اس اجلاس کے خطبۂ صدارت کے چند اقتباسات قابل توجہ ہیں---

○---اب بحث کی لعنت چھوڑو اب غفلت کے جرم سے باز آؤ' چلے چلو' ایک منٹ بھی نہ رکو---- پاکستان بنالو تو جاکر دم لو کہ یہ کام اے سینو سن لو! کہ صرف تمہارا ہے---(۲۲)

آل انڈیا یا سنی کانفرنس کے اجلاس ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء منعقدہ بنارس میں پیش کردہ یہ قرارداد خاص طور پر قابل توجہ ہے---

"یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء ومشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں---"(۲۳)

تحریک خلافت کے آغاز میں عدم تعاون کے فتوے پر دستخط لینے کے لئے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام احمد رضا نے فرمایا کہ مولانا آپ کی اور میری سیاست میں فرق ہے آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف--- امام احمد رضا کی اس بات کا ان کے دل پر اثر ہوا--- پھر مولانا محمد علی جوہر ۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جانے سے پہلے امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے ملنے آئے تو انہوں نے بھی ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج کی جانب توجہ دلائی' اس پر مولانا محمد علی جوہر نے کہا کہ

"اگر زندہ رہا تو اس کی تلافی کی کوشش کروں گا"

اس کے بعد مولانا شوکت علی جوہر' مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے ملنے مراد آباد حاضر ہوئے اور ان کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کی حمایت و تائید سے دستبرداری کا اعلان کیا--- (۲۴)

قائد اعظم محمد علی جناح نے اکابر علماء اہل سنت کی اس فکر کو آگے بڑھایا اور پاکستان کے لئے جو کار ہائے نمایاں انجام دیئے وہ تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں' ان کا سب سے بڑا کار نامہ اور کمال یہ ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے سیاستدانوں کے شیش محل کو آن واحد میں توڑ کر رکھ دیا--- اس سے ان کی با کمال سیاسی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے--- تحریک پاکستان سے پہلے جب قائد اعظم محمد علی جناح ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے اور یہ فرمارہے تھے کہ---

"میں طبعی طور پر راسخ کانگریسی ہوں اور کانگریس کی تائید و حمایت میرے لئے باعث اطمینان ہے تو مواد اختلاف کسی صورت میں برداشت نہیں کرسکتا"---(۲۵)

اس وقت امام احمد رضا دو قومی نظریہ پیش فرما چکے تھے اور امام احمد رضا کے تربیت یافتہ علماء و مشائخ اسلام کی بقاء اور آزاد اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جدوجہد میں مصروف تھے اور مسلمانوں کو دین اسلام کی روشنی میں بڑی دل سوزی سے دعوت عمل دے رہے تھے----

قائد اعظم محمد علی جناح نے ۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے مسئلے پر کانگریس سے علیحدگی اختیار کی---- یہ وہی سال ہے جب امام احمد رضا کا ترک موالات پر مفصل رسالہ **"المحجتہ الموتمنہ فی ایتہ الممتحنہ"** شائع ہوا---- حقائق کی روشنی میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے اس رسالے کے مندرجات سے جس طرح ڈاکٹر محمد اقبال باخبر تھے اسی طرح قائد اعظم محمد علی جناح بھی باخبر تھے---- امام احمد رضا کے افکار نے ان دونوں کو متاثر کیا اسی لئے ترک موالات کے سلسلے میں ان دونوں کا موقف غیر منقسم ہندوستان کے دوسرے سیاستدانوں سے مختلف اور امام احمد رضا کے موقف کے مطابق تھا---- فکر رضا سے ان کا اسلامی ضمیر بیدار ہوا اور پھر ترک موالات کے مسئلے پر وہ کانگریس سے علیحدہ ہوگئے---- امام احمد رضا اور ان کے رفقاء کی کوششوں کے نتیجے میں انہوں نے تحریک ترک موالات کے دوران گاندھی جی کے عزائم کو بھانپتے ہوئے بمبئی کے ایک اجلاس میں فرمایا کہ----

"میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ گاندھی جی نے جن کی میں عزت کرتا ہوں جو پروگرام اختیار کیا ہے وہ قوم کو غلط راستے پر لیئے جارہا ہے ان کا پروگرام قوم کو صراط مستقیم کی بجائے گڑھے کی طرف لے جارہا ہے"----(۲۶)

----پھر علماء و مشائخ کی مساعئی جملیہ کے آئینہ میں ہنود کے معاندانہ سلوک اور اسلام کی حقیقت کو مزید قریب سے دیکھا اور پہچانا تو فرمایا کہ----

"میرا نصب العین یہ ہے کہ انگریز ہندوستان پر قبضہ رکھنا چاہتا ہے گاندھی جی مسلمانوں پر مسلط ہونے کے تمنائی ہیں' لیکن ہمیں دونوں کی محکومی منظور نہیں' ہم آزاد رہنا چاہتے ہیں' ہم نہ انگریز کی غلامی پر قناعت کر سکتے ہیں نہ ہندو کی غلامی چاہتے ہیں"----(۲۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانان ہندوستان کی موثر رہنمائی فرمائی' لیکن یہ حقیقت بھی قابل توجہ ہے کہ امام احمد رضا اور دیگر علماء و مشائخ نے اس سے بہت قبل مسلمانان ہندوستان کو اسلام اور ایک الگ اسلامی ریاست کی جانب متوجہ کیا----

مسلم لیگ کی بنیاد ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں پڑی مگر ۱۹۳۶ء ر ۱۹۳۷ء تک اس نے مسلمانوں کے لئے خصوصیت سے کوئی مثبت کردار ادا نہ کیا---- قائد اعظم محمد علی جناح جو کہ پہلے ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے' بعد میں دو قومی نظریئے کے حامی ہوئے---- ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے تو ان کے انداز فکر میں انقلابات نے جنم لیا پھر ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرار داد پاکستان منظور کر کے مسلمانوں کے لئے ایک

علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کر دیا--- ان کے اس مطالبے سے بہت قبل امام احمد رضا اور دیگر علماء و مشائخ دو قومی نظریہ پیش کر کے اسلامی ریاست کا مطالبہ کر چکے تھے---

امام احمد رضا نے ۱۹۲۰ء میں دو قومی نظریہ کی تحریری دستاویز پیش کر کے مسلمانان ہندوستان میں اسلام اور اسلامی ریاست کا سچا جذبہ پیدا کیا---(۲۸)

امام احمد رضا کے تلمیند و خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے واشگاف الفاظ میں تقسیم ہند کی تجویزان الفاظ میں پیش کر کے پاکستان کا مطالبہ کیا---

"ملک تقسیم کر کے ہندو، مسلم علاقے تشکیل دیئے جائیں ہر علاقہ میں اسی علاقے والے کی حکومت ہو"---(۲۹)

۱۹۲۴ء میں مولانا حسرت موہانی نے بھی یوں مطالبہ کیا--- "ہندوستان کو تقسیم کر کے دو علیحدہ ریاستیں یعنی "ہندوستان" اور مسلم ہندوستان قائم کی جائیں تاکہ ہندو مسلم جھگڑے کا خاتمہ ہو"---(۳۰)

مولانا عبدالقدیر بدایونی یا عبدالقدیر بلگرامی نے ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر علامہ اقبال سے پانچ برس قبل تقسیم ہند کا مفصل لائحہ عمل تجویز کرتے ہوئے فرمایا---

"ہندوستان کی تقسیم ہندو مملکت اور مسلم مملکت میں اس طرح ہونا چاہئے کہ مذہبی تحفظ حاصل رہے"---(۳۱)

تاریخ کا بغور مطالعہ ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ غالباً" امام احمد رضا اور ان کے رفقاء کی انہی تجاویز نے ڈاکٹر علامہ اقبال کو تقسیم ہند کی جانب متوجہ کیا--- ڈاکٹر موصوف ایک قومی نظریہ کے حامی اور تحریک خلافت کے وقت صوبائی خلافت کمیٹی کے عہدیدار تھے--- انہوں نے امام احمد رضا کے فتاویٰ کا مطالعہ فرمایا تھا--- اسی لئے ایک موقع پر فرمایا کہ---

"وہ (مولانا احمد رضا) بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہہ تھے--- ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہہ مشکل ملے گا"---(۳۲)

جب ہندوؤں کی سازشوں کو محسوس کیا تو فرمایا---

"اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھ بک جانا گوارہ نہیں ہوسکتا، افسوس اہل خلافت اپنی اصلی راہ سے بہت دور جا چکے، وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دیکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص ایک منٹ کے لئے بھی قبول نہیں کر سکتا"---(۳۳)

اس کے بعد آپ نے صوبائی خلافت کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا--- پھر ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہ آباد میں تقسیم ہند کا تصور پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ---

"میری آرزو ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ملا کر ایک واحد اسلامی ریاست قائم کر دی جائے"---(۳۴)

انہی تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے ۱۹۴۰ء کو تصور پاکستان پیش کیا--- قائد اعظم محمد علی جناح کوئی مذہبی رہنما اور صوفی و عالم دین

نہ تھے---- جس ماحول میں انہوں نے پرورش پائی اس کا تقاضا تھا کہ وہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشش کریں---- چنانچہ وہ کانگریس میں شریک ہوئے اور ہندو مسلم اتحاد کی بھرپور کوشش کرتے رہے----

پھر رفتہ رفتہ جب انہوں نے ہنود کی ہندی مزاجی اور مسلمانوں کے اسلامی مزاج کو سمجھا تو اپنے طرز عمل اور انداز فکر پر نظر ثانی کی---- پھر ڈاکٹر علامہ اقبال کے طفیل اسلامی مزاج کے اور قریب ہوئے تو فکر کا وہ دھارا جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور امام احمد رضا سے ہوتا ہوا ڈاکٹر علامہ اقبال تک پہنچا تھا'(۳۵) قائد اعظم محمد علی جناح کے فکر و شعور میں سرایت کر گیا---- اب ہندو مسلم اتحاد کے داعی جناح' دو قومی نظریہ اور اسلام کے زبردست علمبردار بن کر ابھرے اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ہندوستان پر چھا گئے---- انہوں نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اسلام اور اسلامی ریاست کا نعرہ بلند کیا تو پورا ہندوستان لپک بڑا---- یہاں یہ بات خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ وہ کونسی قوت تھی کہ جس نے الگ اسلامی ریاست کے مطالبہ پر ہندوستان کی فضاء کو اتنا ساز گار کیا---- ظاہر ہے اتنی عظیم تبدیلی اچانک نہیں ہوتی' جب کہ ماضی قریب میں ہندو مسلم اتحاد کے سلسلے میں وہ کچھ ہوا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا---- اوراق تاریخ شاہد ہیں کہ یہ سب علماء و مشائخ ہی تھے---- جنہوں نے مسلمانوں کے دل میں جذبہ اسلامی تازہ رکھا---- امام احمد رضا کے رفقاء' خلفاء اور تلامذہ نے پورے ہندوستان میں بڑے بڑے اجلاس و کانفرنس منعقد کر کے پاکستان اور نظریہ پاکستان کی تائید و حمایت کی---- تحریک پاکستان اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے پر زور قراردادیں منظور کیں' جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا گیا----

تحریک پاکستان کے زمانے میں اس کے خلاف پروپیگنڈہ کی غرض سے جب کانگریسی لیڈر اور علماء بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو امام احمد رضا کے خلیفہ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی اور علامہ عبدالحامد بدایونی نے بیرون ہندوستان' انگلینڈ' مصر اور دنیا کے دیگر ممالک کا دورہ کر کے نظریہ پاکستان کی وضاحت کی اور ببانگ دہل تحریک پاکستان کی نہ صرف خود حمایت و تائید کی بلکہ دوسروں کو بھی اس کا قائل کر کے شاہراہ پاکستان ہموار کی---- یہ وہی مبلغ اسلام تھے کہ جنہیں قائد اعظم محمد علی جناح نے قیام پاکستان کے بعد اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بنا کر بھیجا----(۳۶)

امام احمد رضا کے ایک اور خلیفہ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری نے ہندوستان کے دیگر خطوں کے علاوہ صوبہ سندھ اور سرحد کے دور دراز علاقوں میں جا کر نظریہ پاکستان کی حمایت و تائید میں بڑے بڑے اجتماعات کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی----(۳۷)

الغرض تحریک پاکستان میں امام احمد رضا ان کے رفقاء' خلفاء و تلامذہ اور دیگر علماء و مشائخ نے بہت ہی اہم کردار ادا کیا---- ان کا سب سے اہم کارنامہ ملت اسلامیہ کو بیدار کرنا تھا اور یہ صرف اور صرف انہی

حضرات کے بس کی بات تھی----

۱۹۳۳ء میں چودھری رحمت علی نے ایک علیحدہ اسلامی ریاست کے قیام کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے غالباً" سب سے پہلے اس جدید اسلامی ریاست کا نام "پاکستان" تجویز کیا---- ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی----

۱۹۴۶ء میں امام احمد رضا سے عقیدت رکھنے والے علماء و مشائخ نے بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں قرار داد پاکستان کی زبردست حمایت و تائید کی اور یوں قائد اعظم محمد علی جناح، ڈاکٹر علامہ اقبال، امام احمد رضا کے رفقاء، خلفاء و تلامذہ اور دیگر قائدین کی مشترکہ کوششوں سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کے نقشہ پر ابھرا----

قائد اعظم محمد علی جناح جانتے تھے کہ اگر علماء و مشائخ تحریک پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو قیام پاکستان مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا، چنانچہ قیام پاکستان کے بعد جب پرچم کشائی کا وقت آیا تو قائد اعظم محمد علی جناح نے انہی کو منتخب کیا---- قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس جدید اسلامی ریاست کے لئے دستور اسلامی کی تدوین پر توجہ دینا شروع کردی---- چنانچہ ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء میں ناظم اعلیٰ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی نے پورے پاکستان کا دورہ کیا اور اس ضمن میں علماء و مشائخ سے تبادلہ خیال کیا---- طے یہ پایا کہ مولانا موصوف پاکستان کے لئے اسلامی دستور کا خاکہ بنا کر پیش کردیں جو قومی اسمبلی سے منظور کرالیا جائے---- ابھی مولانا نعیم الدین مراد آبادی گیارہ دفعات ہی تحریر کر پائے تھے کہ اچانک علالت جان لیوا ثابت ہوئی اور اکتوبر ۱۹۴۸ء میں وصال فرمایا----(۳۸)

تاریخی حقائق و واقعات اس جانب متوجہ کرتے ہیں کہ بلاشبہ امام احمد رضا مسلمانان ہند کی نشاۃ ثانیہ کے نقیب، دو قومی نظریہ کے موسیس ہیں اور تحریک پاکستان پر ان کے گہرے اثرات ہیں۔

تحریک پاکستان میں آپ اور آپ کے معتقدین کے کردار و عمل کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا---- حقائق کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں کوئی **جھجھک** محسوس نہیں کرتے کہ تاریخ تحریک پاکستان جس کی اساس دو قومی نظریہ ہے، میں جب تک امام احمد رضا کے شاندار مثالی کردار اور ان کے رفقاء کے کارناموں کو نمایاں جگہ نہیں دی جاتی---- اس وقت تک تحریک پاکستان کی تاریخ نامکمل و ادھوری رہے گی----

ہم اپنے ان حقیقت پر مبنی شواہد و معروضات کی حمایت میں پاکستان کے صوبہ سندھ کی عدالت عالیہ کے سابق چیف جسٹس اور سابق وزیر اعلیٰ سندھ جسٹس (ریٹائرڈ) سید غوث علی شاہ کے تاریخی اور حقائق پر مبنی کلمات پیش کرتے ہیں جو حقیقت پسند مورخین کو پکار پکار کر دعوت انصاف دے رہے ہیں----

"امام احمد رضا کی شخصیت روشنی کا ایسا مینار ہے جس نے اتھاہ تاریکی اور انتہائی مایوسی کے دور میں مسلمانان ہند کی

رہنمائی اپنے علم و عمل کے ذریعے فرمائی' پاکستان کا قیام بھی امام احمد رضا جیسی ہی شخصیات کی قربانیوں کا ثمر ہے۔"

"آج بھی مسلمانان عالم پر خطرات کے سائے منڈلا رہے ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ امام صاحب کی تعلیمات کو دنیا کے گوشے گوشے تک پھیلایا جائے"----(۳۹)

"امام احمد رضا بریلوی نے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے باہمی نفاق کے خاتمے اور انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف ان کے جذبہ حریت کو بیدار کرکے قائد اعظم محمد علی جناح کے عزم و ارادوں کو بڑی تقویت پہنچائی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ محترم امام اور ان کے معتقدین کے تعاون نے حصول مملکت خدا داد کو کسی حد تک ممکن بنایا"---(۴۰)

امام احمد رضا کے متبعین اور دیگر علماء و مشائخ نے پاکستان کی حمایت کی اور پاکستان کے لئے بھرپور جدوجہد کی---- اس میں کوئی شک نہیں----

مگر---- !

ان حضرات کے سامنے پاکستان کا جو عظیم تصور تھا' آج وہ خواب و خیال بن کر رہ گیا---- قائد اعظم محمد علی جناح اور دیگر مسلم لیگی سیاستدانوں نے جو وعدے کئے تھے پورے نہ ہوسکے---- ہم کسی اور ہی راہ پر چل نکلے---- آج جس پاکستان میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ہمارے ان بزرگوں کے خواب سے بہت مختلف ہے---- انہوں نے اسلام کی بات کی تھی مگر آج اوپر سے لے کر نیچے تک ہمارے مزاج میں اسلام ہی نہیں اور سب کچھ ہے---- محض سیاسی منافع حاصل کرنے کے لئے تو اسلام کی بات کی جاتی ہے اور وہ بھی اس لئے کہ ہزاروں منفی کوششوں کے باوجود آج بھی پاکستانی عوام کا مزاج اسلامی ہے---- اہل سیاست اس مزاج سے مجبور ہو کر اسلام کا نام لیتے ہیں اور غریبوں کی اکثریت کی وجہ سے غریبوں کا نام لیتے ہیں----

کاش----!

ہمارے سیاستدانوں میں اخلاص اور فکر و عمل پیدا ہوجائے---- جب تک ہمارے اندر نفاذ اسلام کے لئے سچا اور سرفروشانہ جذبہ پیدا نہ ہوگا ہم اس پاکستان کی تعمیر نہ کرسکیں گے جس کے لئے ہمارے بزرگوں نے تن' من' دھن کی بازی لگا دی تھی' جس کے لئے ہزاروں مسلمان خون کے دریا میں بہہ گئے' ہزاروں عورتوں کی ناموس و عزت خاک میں ملادی گئی---- ہزاروں' لاکھوں بچے نیزے کی نوکوں پر چڑھا دیئے گئے---- کاش ہم ماضی کے ان خوں چکاں شب و روز کو یاد کرکے اپنے حال کی تعمیر میں لگ جائیں---- اسلاف سے بیوفائی اور جفا شعاری کا راستہ چھوڑ کر وفا شعار بن جائیں اور پاکستان کو صحیح معنوں میں پاکستان بنائیں----!

"آمین"

حواشی و حوالے

○

۱۔۔۔۔ محمد صادق قصوری، اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور۱۹۷۶ء

۲۔۔۔۔ ایضاً

۳۔۔۔۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، سیرت مجدد الف ثانی، مطبوعہ کراچی۱۹۷۶ء

۴۔۔۔۔ قرآن حکیم سورہ الکافرون، آیت۔۶

۵۔۔۔۔ لاہور کے رائے محمد کمال نے اپنے ایک مقالہ میں انکشاف فرمایا ہے کہ امام احمد رضا نے ۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے ایک جلسہ میں دو قومی نظریہ پیش کیا۔ یہ مقالہ سالنامہ معارف رضا، شمارہ نہم، مطبوعہ ۱۹۸۹ء کراچی میں شائع ہوا۔

۶۔۔۔۔ ماہنامہ فیض رضا، لائلپور، شمارہ مارچ ۱۹۷۴ء، صفحہ ۱۳

۷۔۔۔۔ ظفر الدین رضوی، ملک العلماء، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ بریلی

۸۔۔۔۔ ہفت روزہ افق کراچی، بحوالہ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، اجالا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء صفحہ ۵۱

۹۔۔۔۔ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۴ء منعقدہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۴ء ہوٹل ہالی ڈے ان، اسلام آباد سے خطاب

۱۰۔۔۔۔ (الف) احمد رضا خاں، امام، دوام العیش فی ائمتہ من القریش، مطبوعہ لاہور

(ب) محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، رہبر و رہنما، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۴

۱۱۔۔۔۔ اخباری کالم "مشاہدات و تاثرات" مطبوعہ روزنامہ جنگ، راولپنڈی شمارہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء

۱۲۔۔۔۔ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، رہبر و رہنما، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۷

۱۳۔۔۔۔ خصوصی اشاعت، روزنامہ جنگ کراچی، شمارہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء

۱۴۔۔۔۔ مولانا شہاب الدین رضوی مدیر ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی، جماعت رضائے مصطفیٰ کے حوالے سے تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں، موصوف اب تک ۴۰۰ صفحات تحریر کر چکے ہیں، اس مقالہ کی اشاعت کے بعد مزید حقائق سامنے آنے کی توقع ہے۔

۱۵۔۔۔۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ترک موالات کے حوالے سے ایک تفصیلی مقالہ "فاضل بریلوی اور ترک موالات" تحریر فرمایا ہے جو کہ پاک و ہند سے متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ رئیس احمد جعفری نے بھی اپنی کتاب "اوراق گم گشتہ" میں فاضل بریلوی کا ترک موالات کے حوالے سے تفصیلی ذکر کیا ہے۔

۱۶۔۔۔۔ ہمدرد یونیورسٹی، دہلی کے ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم اور جامع ملیہ نیو دہلی کے ڈاکٹر سید اسلم جمال الدین نے اس موضوع پر تفصیلی مقالات تحریر کئے ہیں جنہیں کراچی سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے کتابی صورت میں شائع کیا

ہے۔

۱۷---- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ماہنامہ السوادالاعظم' مراد آباد کے شماروں کی روشنی میں ایک تحقیقی و تاریخی مقالہ "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" تحریر فرمایا ہے جو کہ لاہور اور ہندوستان سے شائع ہوا۔ اس مقالے کی اشاعت سے امام احمد رضا' ان کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر علماء و مشائخ کی مساعئی جمیلہ مزیدواضح ہوئی ہے۔

۱۸---- (الف) خطبہ صدارت حجتہ الاسلام' مطبوعہ بریلی۔

(ب) مولانا جلال الدین قادری' کھاریاں گجرات (پاکستان) نے "خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس" کے نام سے ایک نہایت ہی اہم تالیف فرمائی جو ۱۹۷۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا نے اس کا انگریزی ترجمہ کرایا ہے جو کہ اس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ جسے وہ کتابی صورت شائع کرنے کا پروگرام رکھتا ہے۔

۱۹---- غلام معین الدین نعیمی' مولانا' حیات صدرالافاضل' مطبوعہ لاہور' صفحہ ۱۸۳

۲۰---- ماہنامہ فیض رضا' لائلپور' شمارہ مارچ ۱۹۷۴ء' صفحہ ۱۴

۲۱---- محمد محدث کچھوچھوی' مولانا' سید' "خطبہ صدارت جمہوریت اسلامیہ' منعقدہ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء' مطبوعہ لاہور' صفحہ ۲۴

۲۲---- محمد محدث اشرفی' سید' الخطبہ الاشرفیہ للجمہوریت الاسلامیہ' مطبوعہ لاہور' صفحہ ۳۸

۲۳---- ماہنامہ فیض رضا' لائلپور' شمارہ مارچ ۱۹۷۴ء صفحہ ۱۵

۲۴---- محمد مسعود احمد' ڈاکٹر' تحریک آزادی ہند اور السوادالاعظم' مطبوعہ لاہور

۲۵---- خدا بخش اظہر' مسلم لیگ' مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء' صفحہ ۱۴

۲۶---- رئیس احمد جعفری' حیات محمد علی جناح' مطبوعہ کتب خانہ تاج آفس' بمبئی

۲۷---- خدا بخش اظہر' مسلم لیگ' مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء صفحہ ۱۴

۲۸---- رئیس احمد جعفری' اوراق گم گشتہ' مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء صفحہ ۲۲۵ تا ۳۰۵

۲۹---- خصوصی اشاعت روزنامہ جنگ کراچی' شمارہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء

۳۰---- روزنامہ حریت کراچی' شمارہ ۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء

۳۱---- خصوصی اشاعت روزنامہ جنگ کراچی' شمارہ ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء

۳۲---- عبدالنبی کوکب' مقالات یوم رضا' حصہ سوم' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء' صفحہ ۱۰

۳۳---- جاوید اقبال‘ ڈاکٹر‘ زندہ دور‘ مطبوعہ لاہور

۳۴---- روزنامہ حریت کراچی‘ شمارہ ۱۴ جنوری ۱۹۴۰ء

۳۵---- پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے ”حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال“ کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم فرمایا ہے‘ جس میں اس قسم کے شواہد جمع فرمائے ہیں یہ مقالہ کتابی صورت میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔

۳۶---- ر‘ ک‘ محمد صادق قصوری‘ اکابر تحریک پاکستان‘ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء

۳۷---- محمد برہان الحق جبلپوری‘ مفتی‘ اکرام امام احمد رضا (مرتبہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد) مطبوعہ لاہور

۳۸---- ر‘ ک‘ حیات صدر الافاضل‘ مرتبہ غلام معین الدین نعیمی‘ بحوالہ ماہنامہ فیض رضا‘ لائلپور‘ شمارہ مارچ ۱۹۷۴ء‘ صفحہ ۱۶

۳۹---- مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۲ء مطبوعہ کراچی‘ صفحہ ۱۲

۴۰---- مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۷ء‘ مطبوعہ کراچی‘ صفحہ ۱۸

”ان (امام احمد رضا) کے شعور سیاسی کو تاریخ ساز کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اور ان کے تلامذہ نے دو قومی نظریہ کی تائید کی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔“

(ڈاکٹر فرمان فتحپوری‘ اردو ڈکشنری بورڈ)

○

”امام احمد رضا بریلوی اپنی انفرادی خصوصیات کی بناء پر تمام علمی و ادبی حلقوں میں بے حد عقیدت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ نے دو قومی نظریے کی حمایت کی اور تحریک پاکستان کے لئے راستہ ہموار کیا۔“

(سید فخر امام‘ سابق وفاقی وزیر تعلیم)

○

مسلمانان برصغیر پاکستان و ہند کی علمی و فکری تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے راقم الحروف کا احساس ہے کہ ماضی قریب کی چند تحریکوں اور شخصیات کے بارے میں تو بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر متعدد ایسی تحریکوں اور فکری رجحانات کا بھرپور جائزہ نہیں لیا جاسکا جن کے اثرات ہمارے معاشرے پر نہایت گہرے ہیں۔ ان ہی موخرالذکر تحریکوں اور فکری رجحانات میں سے ایک روایت کی حفاظت کی وہ سوچ ہے جس کے داعی اور عظیم کارکن احمد رضا خان بریلوی (۱۸۵۶ء - ۱۹۲۱ء) تھے۔ مولانا کے علمی و فکری مقام اور ان کے ہمہ گیر اثرات کا جائزہ کسی مختصر تحریر میں ممکن نہیں ہے۔ یہاں راقم الحروف نے اپنے عنوان کو پنجاب میں ان کے اثرات اور فیضان تک محدود رکھا ہے۔

مولانا احمد رضا خان ایک ایسے خاندان کے چشم و چراغ تھے جس میں علم و عمل موارث چلا آرہا تھا۔ انکے جد امجد مولانا محمد رضا علی خان (۱۸۶۶ء) اور والد گرامی مولانا محمد نقی علی خان (۱۸۸۰ء) اپنے عہد کے ممتاز اہل علم اور اصحاب طریقت میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا محمد نقی علی خان سے جو چھوٹی بڑی تصانیف یادگار ہیں۔ (۱) مولانا احمد رضا خان کے شمار کے مطابق وہ انتیس (۲۹) کے قریب ہیں۔ (۲) ان میں ۲۵ کے نام مولوی رحمان علی نے تذکرہ "علمائے ہند" میں درج کئے ہیں۔(۳)

مولانا محمد نقی علی خان صاحب تدریس و فتویٰ تھے۔ ان کے ممتاز ترین طالب علموں میں مولانا احمد رضا خان ہیں جو تیرہ سال، دس مہینے اور چار دن کی عمر میں مروجہ درسیات کی تحصیل سے فارغ ہوگئے تھے اور والد ماجد کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا ذمہ دارانہ کام شروع کیا تھا۔ سات سال کی تربیت فتویٰ نویسی کے بعد انہیں مستقل اجازت دی گئی تھی۔

مولانا محمد نقی علی خان اور مولانا احمد رضا خان یعنی باپ بیٹا دونوں حضرت شاہ آل رسول مارہروی (۱۸۷۹ء)، (۴) کے مرید و خلیفہ تھے۔ دونوں باپ بیٹا ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۸ء میں سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں منسلک ہوئے۔ بیعت کے فوراً بعد شاہ آل رسول مارہروی نے خلافت نامہ اور خرقے سے نوازا۔ روایت ہے کہ اس موقع پر حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے پوچھا گیا کہ ان کے ہاں بالعموم طویل مجاہدات و ریاضت کے بعد خلافت و اجازت دی جاتی ہے مگر ان دونوں حضرات کو

بیعت کے ساتھ ہی اس شرف سے بہرہ مند کردیا گیا تو مرشد نے جواب دیا۔ (۵)

اور لوگ زنگ آلود میلا کچیلا دل لے کر آتے ہیں۔ اس کی صفائی اور پاکیزگی کے لیے مجاہدات طویلہ اور ریاضات شاقہ' کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ دونوں حضرات صاف ستھرا دل لے کر ہمارے پاس آئے۔ ان کو صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی اور وہ مرید ہوتے ہی حاصل ہوگئی۔

سلسلہ قادریہ برکاتیہ کے علاوہ مولانا احمد رضا خان کو متعدد دوسرے سلاسل تصوف میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ (٦)

مولانا احمد رضا خان کے والد نے "مصباح التہذیب" کے نام سے ۱۸۷۲ء میں بریلی میں ایک مدرسہ قائم کیا جو بعد میں مصباح العلوم کے نام سے معروف ہوا۔ بعدازاں ۱۸۹۴ء میں ایک دوسرے مدرسہ "اشاعت العلوم" کی بنیاد رکھی گئی۔(۷) دس سال بعد خود مولانا احمد رضا خان نے مدرسہ "منظر اسلام" قائم کیا۔ ان مدارس میں سے صرف اول الذکر میں مولانا احمد رضا خان کو تدریس کا موقع ملا۔ ان کے اپنے الفاظ میں درس کے ختم ہونے پر انہوں نے "چند سال تک طلبہ کو پڑھایا" (۸) بعدازاں فتوئ نویسی اور تصنیف و تالیف نیز اصلاح و تربیت مریداں میں اس قدر مصروف ہوئے کہ باقاعدہ بطور مدرس کام نہ کرسکے۔

مولانا احمد رضا خان کا علمی و دینی فیضان ان کے شاگردوں' خلفائے طریقت' خلفاء کی اولاد اور ان کی کتب و رسائل سے متاثر لوگوں کے ذریعے پھیلا۔ مولانا نے چونکہ محض چند سال تدریس کی' اس لئے لامحالہ ان کے شاگردوں کی تعداد محدود رہی(۹) تاہم ان کے مریدوں کی تعداد ہزاروں میں تھی اور خلفا میں ایک سو سے تجاوز۔(۱۰) ان میں سے حسب ذیل کا تعلق پنجاب سے ہے۔(۱۱)

- احمد بخش صادق (ڈیرہ غازی خان)
- ضیاء الدین احمد قادری (سیالکوٹ)
- سید فتح علی شاہ (سیالکوٹ)
- سید ابوالبرکات (الور)
- سید دیدار علی الوری (الور)
- امام الدین (سیالکوٹ)
- محمد شریف کوٹلوی (سیالکوٹ)
- عبدالغفور شاہ پوری (شاہ پور)
- مفتی غلام جان ہزاروی (مانسہرہ)

جائے ولادت کے حوالے سے ان میں سے چار کا تعلق ضلع سیالکوٹ' ایک کا ضلع شاہ پور (بعدازاں سرگودھا)' ایک کا مانسہرہ (صوبہ سرحد) اور دو کا ریاست الور سے ہے' پنجاب سے باہر کے تین حضرات کی زندگی کا بڑا حصہ لاہور میں گزرا اور وہیں کارنامہ حیات مکمل کرکے اللہ کو پیارے ہوئے۔ یہ سب افراد مجاز بیعت ہونے کی حیثیت سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ تو تھے ہی' اس کے ساتھ ساتھ مدرس' مفتی اور مصنف بھی تھے۔ ضیاء الدین احمد قادری (۱۹۸۱ء) تقریباً

۲۱ سال کی عمر میں ترکِ سکونت کرکے بغداد چلے گئے تھے۔ جہاں کم و بیش نو سال اہل علم و نظر سے استفادہ کے بعد مدینہ منورہ گئے اور زندگی کے بقیہ ستر سال وہاں گزار دیئے۔

مولانا احمد رضا خان کے خلفاء میں سے شاہ محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی۔(۱۲) (۱۹۴۸ء)، مولانا امجد علی اعظمی۔(۱۳) مؤلف "بہار شریعت" (۱۹۴۸ء) اور مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی۔(۱۴) (۱۹۴۸ء) کی تدریسی و تبلیغی زندگی اپنے اپنے دیار میں گزری تاہم اول الذکر شاہ محمد حبیب اللہ قادری کے فرزند شاہ عارف اللہ قادری قیام پاکستان کے بعد راولپنڈی تشریف لائے۔ مرکزی جامع مسجد کے خطیب رہے، ایک ماہنامہ "سالک" کے ذریعہ مسلک کی خدمت کی اور مدرسہ احسن المدارس قائم کیا۔ مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کے جن شاگردوں نے خطہ پنجاب کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ان میں

- ابوالفیض سردار احمد محدث لائل پوری
- محمد الیاس سیالکوٹی
- مختار الحق

(تلامذہ امجد علی اعظمی)

- ابوالخیر محمد نوراللہ بصیرپوری
- پیر کرم شاہ الازہری
- مفتی محمد حسین نعیمی
- مفتی احمد یار خان گجراتی

(تلامذہ سید نعیم الدین مراد آبادی)

ان حضرات کے قائم کردہ مدارس، تصنیف کردہ کتب اور دوسری خدمات سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔

آج مولانا احمد رضا خان کے خلفاء کے فیض یافتگان اور تلامذہ کی دوسری اور تیسری نسلیں خدمت دین میں مصروف ہیں اور "فیضان رضا" ضرب در ضرب کی شکل اختیار کرتے ہوئے سیل ہو رہا ہے۔

فیضان رضا کی ایک اور شکل یہ رہی ہے کہ ان کے متعدد پنجابی معاصرین ان کے افکار و خیالات کے موئدین میں شامل تھے۔(۱۵) اور یہ اہل علم بالواسطہ فکر رضا کی اشاعت میں مصروف رہے۔ مولانا احمد رضا خان کے پنجابی عقیدت مندوں اور دینی رہنمائی حاصل کرنے والوں میں بیسوں نام پیش کئے جاسکتے ہیں جن میں اسلامیہ کالج لاہور کے استاذ پروفیسر حاکم علی اور شمش آباد (اٹک) کے مولانا غلام جیلانی کے نام نمایاں ہیں۔

آخر میں اس کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ مولانا احمد رضا خان دارالعلوم انجمن نعمانیہ کے ایک جلسہ دستار بندی میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لائے تھے۔ جب انجمن کے کار پردازوں نے دارالعلوم کے لیے ایک مدرس کی خدمات طلب کیں تو انہوں نے بریلی واپس جاکر ایک مدرس کے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ "حیات اعلیٰ حضرت" کے مصنف مولانا ظفرالدین رضوی بہاری دارالعلوم جامعہ نعمانیہ میں بطور مدرس تشریف لائے۔

حواشی

۱۔۔۔ مولانا محمد نقی علی خان کے حالات کے لیے دیکھیے : مولانا نقی علی خان، جواہرالبیان فی اسرارالارکان، بریلی : مطبع سنی، حالات مصنف از : احمد رضا خان

۲۔۔۔ احمد رضا خان، ترنم حمام الحمی فی محامد امام العلماء بحوالہ محمد مسعود احمد، حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی، سیالکوٹ : اسلامی کتب خانہ (۱۹۸۱ء)، ص ۸۸

۳۔۔۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ محمد ایوب قادری)، کراچی : پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (۱۹۶۱ء)، ص ۵۳۰ - ۵۳۱

۴۔۔۔ احوال و آثار کے لیے دیکھیے : اولاد رسول محمد میاں قادری، تاریخ خاندان برکات، کراچی، برکاتی پبلشرز (۱۹۸۷ء)، ص ۳۷ - ۴۷

۵۔۔۔ محمد عبدالجید اقبال میاں بدایونی، پیش لفظ ''تذکرہ نوری'' (تالیف غلام شبر قادری)، لائل پور : سنی دارالاشاعت (۱۹۶۸ء)، ص ۵ - ۶

۶۔۔۔ دیکھیے احمد رضا خان، الاجازۃ الرضویہ لاہور

۷۔۔۔ ان مدارس کا انجام کیا ہوا؟ اس کے لیے دیکھیے : باربرا ڈی مٹکاف، Islamic Revild in British India : Deotand 1860۔ پرنسٹن : پرنسٹن یونیورسٹی پریس (۱۹۸۲ء) ص ۳۱۲

۸۔۔۔ احمد رضا خان، الکلمتہ الملمہ صفحہ ۱۱۹

۹۔۔۔ مگر مولانا ظفرالدین بہاری نے واللہ اعلم یہ کیسے لکھ دیا کہ ان سے ''کتنے سو نہیں، کتنے ہزار طلباء آپ کے علوم کی روشنی سے فیض یاب ہوئے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔'' ۱۴ویں صدی کے مجدد، لاہور، مرکزی مجلس رضا رجسٹرڈ (۱۹۸۶ء، ص ۵۹ - ۶۰)

۱۰۔۔۔ محمد صادق قصوری و مجیداللہ قادری، تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، کراچی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (۱۹۹۲ء)۔ ۸۲ خلفاء کے حالات درج کئے گئے ہیں ص ۱۹

۱۱۔۔۔ ان کے احوال و آثار کے لیے دیکھیے : اختر راہی، تذکرہ علمائے پنجاب، لاہور : مکتبہ رحمانیہ (۱۹۸۰ء)، عبدالحکیم شرف قادری، تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان، لاہور : مکتبہ قادریہ (۱۹۷۶ء)، خلیل احمد رانا، انور قطب مدینہ، لاہور : مرکزی مجلس رضا (۱۴۰۸ھ)، مجیب احمد، تذکرہ فقیہ اعظم، محمد شریف محدث کوٹلی، مرید کے : مکتبہ اشرفیہ (۱۹۹۴ء)

۱۲۔۔۔ حالات کے لیے دیکھیے : شاہ محمد عارف اللہ قادری، اذکار حبیب رضا، لاہور : مرکزی مجلس رضا (۱۹۷۶ء)

۱۳۔۔۔ دیکھیے : محمد صادق قصوری، مجیداللہ قادری، حوالہ مذکورہ، ص ۲۰۱ - ۲۱۰

۱۴۔ سید غلام معین الدین نعیمی، حیات صدرالافاضل، لاہور : ادارہ نعیمیہ رضویہ (س۔ ن)

۱۵۔۔۔ دیکھیے : حشمت علی خان، الصوارم الہندیہ، ساہیوال : مکتبہ فریدیہ (۱۹۷۵ء) اور اس کے تائید کنندگان کی فہرست

امام احمد رضا اور علماء لاہور

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری استاذ شعبۂ ارضیات، جامعہ کراچی۔

امام احمد رضا خاں حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ابن مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) ابن مولانا مفتی محمد رضا علی خاں بریلوی (م ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء) عالم اسلام کے ایسے ہی جلیل القدر مفتی، مفسر، محدث، محقق اور مجدد تھے جیسے امام غزالی، امام سیوطی، امام شعرانی، علامہ شامی، علامہ شامی، حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہم اپنے اپنے دور میں یکتائے زمانہ اور حجتہ الاسلام تھے۔

برصغیر پاک و ہند کے ہر خطہ سے علماء و فضلاء اور صلحاء آپ کی طرف رجوع فرماتے چنانچہ علوم معقولات سے لے کر منقولات تک کسی بھی مسئلے میں کسی کو بھی کوئی اشکال ہوتا تو وہ آپ ہی کی طرف استفتا روانہ کرتا چنانچہ نہ صرف برصغیر عالم اسلام کی مقتدر ہستیاں مسئلہ کے آخری حل کے لئے آپ سے رجوع کرتیں مثلاً :

۱۔ چیف جج محمد دین، چیف کورٹ ریاست بہاولپور
۲۔ مفتی صدر الصدور عبدالقادر
۳۔ علامہ سید دیدار علی شاہ الوری نقشبندی
۴۔ شاہ محمد رکن الدین الوری
۵۔ مفتی لطف اللہ علیگڑھی
۶۔ مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی
۷۔ پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین قادری علیگڑھ
۸۔ مفتی قاضی غلام گیلانی ہزاروی
۹۔ علامہ سید محمد احمد محدث کچھوچھوی
۱۰۔ پروفیسر حاکم علی نقشبندی مجددی
۱۱۔ مولانا محمد یار فریدی چاچڑاں شریف
۱۲۔ مولانا محمد قادر بخش بلوچستان بارکھان
۱۳۔ مولانا عبداللہ ٹونکی
۱۴۔ مولانا مفتی حافظ عبداللہ قادری سکھر سندھ
۱۵۔ مولوی خلیل اللہ پشاوری
۱۶۔ ملا حسن پشاوری وغیرہ وغیرہ

مقالہ ھذا میں راقم پاکستان کے صوبہ پنجاب کے دارالخلافہ اور پاکستان کی سرزمین کے تاریخی شہر لاہور {۱} کے علماء و فضلاء کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز سے تعلقات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہے اس سے قبل پچھلے سال راقم نے ریاست بہاولپور سے تعلق رکھنے والے علماء، فضلا، صلحاء اور جج صاحبان کے امام احمد رضا سے تعلقات اور استفسار کے حوالے سے ایک مقالہ "امام احمد رضا اور علمائے ریاست بہاولپور" کے عنوان سے تحریر کیا تھا جو معارف رضا ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں شائع ہوچکا ہے اور جلد کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ راقم "امام احمد رضا اور علمائے سندھ"، "امام احمد رضا علمائے کراچی" اور "امام احمد رضا اور علمائے بھرچونڈی شریف" پر مقالات تحریر کرچکا ہے۔

امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کے لاہور شہر سے [illegible] کھنے والے کثیر علماء و فضلاء سے تعلقات قائم تھے ان میں آپ کے تلامذہ، اور خلفاء بھی شامل تھے۔ ان میں چند معروف نام ملاحظہ کیجئے جنھوں نے اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا۔

۱۔ مفتی سید دیدار علی الوری نقشبندی
۲۔ مولانا عبداللہ ٹونکی
۳۔ مفتی غلام جان قادری ہزاروی
۴۔ مولانا عبدالرشید محمد عبدالعزیز مزنگ
۵۔ مولانا محمد اکرام الدین بخاری
۶۔ علامہ غلام دستگیر قصوری
۷۔ مولانا محرم علی چشتی
۸۔ مفتی حکیم مولوی سلیم اللہ خاں
۹۔ مولانا عبدالحمید قادری رضوی
۱۰۔ خلیفہ تاج الدین
۱۱۔ مولانا احمدالدین
۱۲۔ مولانا محمد بخش حنفی چشتی

لاہور شہر ہمیشہ علوم و فنون کا گہوارہ رہا ہے۔{۲} پچھلی صدی میں امام احمد رضا بریلوی کے ہم عصر علماء اور ان کے خلفاء و تلامذہ اور مریدین و محبین نے اس چراغ کو روشن رکھا اور علم کی شمع لاہور کی ہر گلی کوچے تک پہنچائی۔ آج بھی اگرچہ امام احمد رضا کے وصال کے پون صدی گزر گئی مگر لاہور کے مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت قائم ہے اور بیسیوں مدارس اور انجمنیں آپ کے نام سے منسوب ہیں۔ اس کا سہرا اگر محسن اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (پ ۲۷ اگست ۱۹۲۷ء/ ۲۸ صفر ۱۳۴۶ھ) مدظلہ العالی ابن حکیم فقیر محمد چشتی نظامی فخری (م ۱۹۵۲ء)(۱) کی سر رکھا جائے تو حق بجانب ہوگا کیونکہ انہوں نے مرکزی مجلس رضا لاہور کی ۱۹۶۸ء میں بنیاد رکھ کر جس تحریک کا آغاز کیا تھا آج ان کی یہ تحریک پورے عالم اسلام میں پھیل چکی ہے اور نہ جانے کتنے ادارے اور انجمنیں ان کی اس تحریک پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں آئیں اور امام احمد رضا کی تعلیمات کو لوگوں کے گھروں تک فردا" فردا" پہنچاکر ایک انقلاب برپا کردیا۔ یہ درحقیقت حکیم صاحب کی اعلیٰ حضرت سے والہانہ محبت و عقیدت کا ثمرہ ہے کہ جہاں امام احمد رضا کا نام لیا جاتا ہے وہاں حکیم موسیٰ امرتسری کا نام بھی لیا

جاتا ہے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی تحریک کو لبیک کہتے ہوئے دورے حاضر کے عظیم محقق، مسعود ملت، فنا فی الرضا حضرت سیدی استاذی پیر طریقت، رہبر شریعت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نقشبندی مجددی مظہری مدظلہ العالی نے وہ کارنامہ انجام دیا کہ تمام سنی بریلوی مسلمان اگر ان کا شکریہ ادا کریں اور ان کا احسان تسلیم کریں تو بے جا نہ ہوگا کہ امام احمد رضا کی تعلیمات کو انہوں نے اس جگہ بھی پہنچادیا جہاں نام لینا شجرہ ممنوعہ تھا۔ آپ نے امام احمد رضا پر ١٠٠ سے زیادہ رسائل، کتابیں، مقدمات اور پیش لفظ لکھ کر سنی مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ خداوند کریم ان دونوں بزرگوں کے سائے کو ہم سینوں پر دیر تک سلامت رکھے اور ان کے فیوضات سے ہم کو بہرور فرما۔

لاہور کی سرزمین کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ چودھویں صدی ہجری کا مجدد اعظم یعنی امام احمد رضا مجدد ملت طائرہ نے یہاں قدم رنجہ فرمائے بلکہ کئی بار لاہور تشریف بھی لائے اور اپنے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات سے اہل لاہور کے مسلمانوں کو فیض یاب کیا اور اس واقعہ کا ذکر حضرت مولانا حکیم شاہ مانامیاں قادری پیلی بھیتی (المتوفی ١٣٩٧ھ) ابن مولانا عبدالاحد محدث پیلی بھیتی (م ١٣٥٢ھ) ابن مولانا شاہ محمد وصی احمد محدث سورتی (م ١٣٣٤ھ) نے اپنی تصنیف "سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی" کے ص ١٥٦ پر کیا ہے۔

"جن شہروں میں اعلیٰ حضرت تشریف لے گئے ان میں لاہور اور امرتسر کو بڑی خصوصیت حاصل ہے۔ لاہور میں آپ انجمن نعمانیہ ہند کے سالانہ اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے۔ پورا لاہور آپ کے آنے کی خوشی محسوس کرتا تھا اور بڑے شاندار طریقہ پر لاہور میں آپ کا استقبال کیا جاتا تھا۔ لاہور والوں کے لئے اعلیٰ حضرت اس لئے بھی مرکز محبت تھے کہ اعلیٰ حضرت کے مورث اعلیٰ سب سے پہلے لاہور میں آئے تھے اور شیش محل ان کی یادگار کے طور پر موجود تھا۔[٣]انجمن نعمانیہ ہند لاہور پورے پاک و ہند میں وہ پہلی مذہبی انجمن تھی جس کے علمی اور تبلیغی کارنامے تاریخی حیثیت رکھتے تھے۔" انجمن کے ہی ایک اجتماع میں اعلیٰ حضرت سے علامہ اقبال نے نیاز حاصل کیا تھا اور اپنی ایک نعت اعلیٰ حضرت کو سنائی تھی جسے آپ نے پسند فرمایا تھا۔"

(سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی ص ١٥٦۔١٥٧ امین برادرز کراچی ١٣٩٠ھ)

پنجاب کے محقق شہیر حضرت مولانا سید نور محمد قادری صاحب مدظلہ العالی نے بھی اپنی تحریر میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور مزید ایک روایت بیان فرمائی۔

مولانا تقدس علی خاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ[٤] نے ایک موقع پر پرزور الفاظ میں اعلیٰ حضرت اور علامہ اقبال کی ملاقات کی تصدیق فرمائی۔

(دارلعلوم انجمن نعمانیہ کا تعارف ص۔٢٢)

لاہور چونکہ قدیم اور تاریخی شہر ہے اس لئے اس شہر میں آج بھی قدیم اداروں، انجمنوں، مدارس، خانقاہوں کے آثار اور وجود پائے جاتے ہیں۔ ان ہی میں ایک قدیم انجمن "دارالعلوم نعمانیہ" بھی ہے جس کی بنیاد ١٣٠٥ھ/١٨٨٧ء میں شاہی مسجد کے حجروں میں رکھی گئی۔ اس "انجمن نعمانیہ لاہور" کی بنیاد جن درد

مندوں اور اساطین لاہور نے رکھی ان چند بانیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) خلیفہ تاج الدین (۲) مولانا محرم علی چشتی
(۳) خلیفہ حمیدالدین (۴) مفتی سلیم اللہ
(۵) شیخ چراغ الدین (۶) نواب گورگانی وغیرہ وغیرہ(۲)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے انجمن کے چند اکابرین کو اپنی مثنوی میں یوں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

آں علی غیور ومنان و صمد
راجی خود راکجا رسوا کند

یاالٰہی فیض از و صبانیہ
زود بارک انجمن نعمانیہ

انجمن نعمانیہ شددار ایں
تاجدار خدمتش آں تاج دین

واں سلیم الطبع والدین خوش صفات
آں سلیم اللہ مفتی نیک ذات

حق سلامت دار دش از رنج و تاب
دین و دنیا باشدش خیرالماب

ہم چراغ دین احمد خارمش
الاماں یارب زیاد صرصرش(۳)

انجمن نعمانیہ برصغیر کے دینی مدارس میں بلا مبالغہ انیسویں صدی کے آخری دہائی اور بیسویں صدی کے ابتدائی ۳۔۴ دہائیوں تک مسلک احناف کا سب سے اہم دینی ادارہ تھا۔ اس انجمن اور مدرسہ کے قیام کے بعد مجلس انتظامیہ کے ایک رکن مولانا خلیفہ تاج الدین دبیر ثانی نے امام احمد رضا محدث بریلوی کو ایک خط لکھا جس میں آپ سے اس مدرسہ کی خدمت کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ چنانچہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۰۹ء میں اعلیٰ حضرت نے خلیفہ تاج الدین کو جو جواب لکھا وہ ملاحظہ کیجئے جس میں اپنی طرف سے معذرت کرتے ہوئے اپنے تلمیذ و خلیفہ مولانا محمد ظفرالدین قادری بہاری کو بھیجنے کا لکھا اس خط کا اقتباس ملاحظہ ہو :

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم، حامی سنت، ماحی بدعت
جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب

زید کرمہم۔ اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ :

مکرمی مولانا محمد ظفرالدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجاں عزیز، ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں...... علماء زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔ امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عامہ بلاد میں یہ علم علا بلکہ عامہ مسلمین سے اٹھ گیا ہے......

میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار بناتے ہیں۔ فقیر آپ کے مدرسہ کو اپنے نفس پر ایثار کرکے انھیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے اگر منظور ہو تو فورا اطلاع دیجئے کہ اپنے اپنے ایک اور دوست کو میں نے روک رکھا ہے......

بقلم خود فقیر احمد رضا عفی عنہ' ۵ شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ

(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ۲۴۴ مطبوعہ کراچی)

جناب پیرزادہ مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب اپنے ایک مقالہ میں انجمن نعمانیہ کے قیام کے سلسلے میں اس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"انجمن نعمانیہ آج سے ۱۱۰ سال قبل یعنی ۱۸۸۷ء میں لاہور میں قائم ہوئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ انگریزی اقتدار کے سائے میں عیسائی مشنریوں کی یلغار' دینی فتنوں کے طوفانوں کے سامنے مسلمانوں کے عقائد کی حفاظت کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو خالص دینی علوم کی اشاعت میں سرگرم عمل ہو۔ چنانچہ لاہور کے چند دردمند مسلمان آگے بڑھے اور انہوں نے انجمن نعمانیہ کی بنیاد رکھی۔ ان بانیوں میں لاہور کے جلیل القدر علمائے کرام اور ان علمائے ملت کے نام دکھائی دیتے ہیں۔ انجمن کے بانیوں میں مولانا محرم علی چشتی' مفتی سلیم اللہ' مولانا تاج الدین اور خلیفہ حمیدالدین جیسے اساطین لاہور شامل تھے۔ انجمن کی علمی اشاعت کے لئے جن عظیم الفضل علمائے کرام کے نام سامنے آتے ہیں ان میں مولانا غلام دستگیر قصوری' مولانا غلام اللہ قصوری' مولانا غلام قادر بھیروی' مولانا غلام محمد بگوی' مولانا عبداللہ ٹونکی' مولانا اصغر روحی اور علامہ غلام احمد ولد شیخ احمد جیسے بلند پایہ ارباب علم و فضل تھے۔"(۴)

تحریک پاکستان کے سلسلے میں انجمن نعمانیہ کے منتظمین اور علماء کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"آج ان فرزندان نعمانیہ کی فہرست پر نگاہ ڈالی جائے تو ہمیں تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے اکثر علمائے کرام اور سیاست دان ایسے نظر آتے ہیں مثلاً امیر ملت پیر حافظ جماعت علی شاہ علی پوری' پیر آف زکوڑی' پیر آف مانکی شریف جو اسی دارالعلوم کے علمی دسترخوان کے خوشہ چیں تھے۔ ہندوستان میں دو قومی نظریہ کے ترجمان امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے انجمن نعمانیہ کو اپنے کئی تربیت یافتہ علمائے کرام مہیا کئے جن میں ان کے جلیل القدر خلفاء مولانا وصی احمد سورتی' مولانا ظفرالدین بہاری قادری رضوی' مولانا سید دیدار علی شاہ الوری کے نام "انجمن نعمانیہ" کی تاریخ میں درخشاں نظر آتے ہیں۔" (۵)

آخر میں مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب لکھتے ہیں :

"اتنا ضرور کہوں گا کہ فرزندان نعمانیہ نے تحریک پاکستان میں جس پامردی سے حصہ لیا وہ پاکستان کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ آج اگرچہ عظیم الشان انجمن اپنوں کی بے رخی کی وجہ سے اپنا تاریخی مقام برقرار نہ رکھ سکی مگر اس کی در و دیوار اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آزادی وطن کے کارواں یہاں سے نکلے تھے۔" (۶)

انجمن نعمانیہ نصف صدی سے زیادہ لاہور کی دینی فضاؤں پر چھائی رہی جب بھی کوئی دینی تحریک اٹھی انجمن کے متوسلین اس میں پیش پیش رہے اور جب کوئی دینی مسئلہ آجاتا تو انتظامیہ امام احمد رضا خاں سے رجوع کرتی۔ انجمن نے ابتدا ہی سے اشاعت علوم دینیہ کی طرف بھی خاص توجہ رکھی اور ساتھ ہی ایک ماہنامہ کا اجرا کیا۔ انجمن کے ماہنامہ کو مولانا محمد حسن فیضی' مولانا نور بخش توکلی اور مولانا اصغر علی صاحب روحی جیسے

فاضل حضرات کا تعاون حاصل رہا بلکہ یہ اپنے دور کا علمی دینی اور ادبی لحاظ سے بلند پایہ مجلّہ تھا۔ (۷)

انجمن نعمانیہ ہر سال ایک سالانہ جلسہ منعقد کرتی تھی جس میں نہ صرف لاہور اور پنجاب کے علماء و مشائخ تشریف لاتے تھے بلکہ دور دراز کے علاقوں سے بھی علماء کو مدعو کیا جاتا اور انجمن کے دستار فضیلت کے اس جلسے میں پاک و ہند کے جید علمائے کرام کو صدارت اور تقریر کرنے کی دعوت دی جاتی چنانچہ ایک جلسہ میں امام احمد رضا خاں بھی مدعو تھے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال بھی اسی جلسہ میں موجود تھے جس کا ذکر شاہ مانا میاں نے اپنی کتاب میں کیا بھی ہے۔ اس ملاقات کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال' امام احمد رضا خاں سے بے حد متاثر ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے امام احمد رضا خاں کو نابغہ روزگار قرار دیا۔ اس کا اظہار ڈاکٹر محمد اقبال نے پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (م ۱۳۸۸ھ) خلیفہ اعلیٰ حضرت اور پروفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی سے ایک ملاقات میں کیا۔ اس واقعہ کا ذکر ڈاکٹر عابد علی نے کیا ہے جس کو قاضی عبدالنبی کوکب نے نقل بھی کیا ہے ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے :

"ایک بار استاذ محترم سید سلیمان اشرف بہاری نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور محفل میں مولانا امام احمد رضا خاں کا ذکر چھڑ گیا۔ ڈاکٹر نے مولانا کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ (وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاوی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرور اور ہندوستان کے نابغہ روزگار فقیہہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بشکل ملے گا۔)" (۸)

انجمن نعمانیہ لاہور کی مجلس عاملہ اور انتظامیہ کی ایک فہرست جو ۲۳/جولائی ۱۸۹۹ء کو انتخاب کے ذریعہ عمل میں آئی تھی اس کا ذکر اور عہدیداران کی فہرست محترم سید نور محمد قادری صاحب نے اپنے مقالے میں تحریک کی ہے۔ (۹) اس انجمن کے مربی یعنی سرپرست اعلیٰ اس وقت کے والی ریاست بہاولپور تھے جن کی طرف سے مستقل گرانٹ ۴۰۰ روپے سالانہ ملتے تھے۔ خصوصی امداد اس کے علاوہ ہوا کرتی تھی چنانچہ جب اس انجمن نے علیحدہ اپنی زمین لے کر اس کی تعمیر شروع کی تو نواب بہاولپور کی والدہ ماجدہ نے انجمن کو ایک ہزار روپے کی خصوصی امداد سے نوازتے ہوئے تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ چند نام مزید ملاحظہ کیجئے :

۱۔ مولوی غلام محمد بگوی امام شاہی مسجد صدر اول
۲۔ سردار بہادر سید امیر علی شاہ صاحب رسلدار میجر صدر ثانی
۳۔ مولوی غلام قادر صاحب بھیروی صدر ثالث
۴۔ حکیم مفتی سلیم اللہ صاحب دبیر اول
۵۔ خلیفہ تاج الدین صاحب مختار عدالت چیف کورٹ پنجاب دبیر ثانی
۶۔ منشی محرم علی چشتی رکن مجلس انتظامیہ
۷۔ ملا محمد بخش صاحب رکن مجلس انتظامیہ

فہرست میں ان کے علاوہ ۲۷ نام اور ہیں جو تعارف "دارالعلوم نعمانیہ" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

انجمن نعمانیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ اور اس سے وابستہ علماء اور مفتیان کا امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی سے گہرا رابطہ رہا۔ انجمن کے احباب اور علما برابر اپنے مسائل کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے رجوع فرماتے۔ اعلیٰ حضرت کے جوابات میں آپ کی انجمن سے محبت اور عقیدت کا اظہار ملتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ یہاں سالانہ جلسے میں تشریف بھی لائے اس کی مزید تصدیق پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے ایک خط سے ہوئی جو انہوں نے راقم کو مخاطب کر کے لکھا کہ "ہم یہ بات اپنے نانا سے سنتے آئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت یہاں اس جلسے میں تشریف لائے ہیں جس میں ڈاکٹر محمد اقبال بھی مدعو تھے اس جلسے میں جب ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنی ایک نعت سنائی تو اعلیٰ حضرت نے اس میں ترمیم فرمائی (۱۰) انجمن نعمانیہ لاہور سے جن مفتیان نے اپنے مسائل کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت سے رجوع کیا ان کے نام ملاحظہ کیجئے۔

-- مولانا شاہ محرم علی چشتی، صدر ثانی انجمن
-- مولانا مفتی حکیم سلیم اللہ خاں بہادر، ناظم و دبیر اول انجمن
-- خلیفہ تاج الدین، دبیر ثانی
-- مولانا سید دیدار علی شاہ الوری، شیخ الحدیث و بانی مدرسہ حزب الاحناف، لاہور
-- مولانا عبداللہ ٹونکی، مدرس
-- مولانا غلام دستگیر قصوری، بانی رکن، انجمن نعمانیہ
-- ملا محمد بخش صاحب، رکن مجلس انتظامیہ
-- مفتی غلام جان ہزاروی، شیخ الحدیث و مفتی مدرسہ انجمن نعمانیہ، لاہور

ان کے علاوہ جن علما اور دیگر افراد نے لاہور سے امام احمد رضا خاں کے پاس استفتا بھیجے تھے ان کے نام بھی ملاحظہ کریں۔

-- مفتی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی
-- مولانا پروفیسر حاکم علی نقشبندی مجددی
-- مولانا عبدالحمید قادری رضوی بزم حنفیہ لاہور
-- مولانا محمد عبدالعزیز مزنگ لاہور
-- مولانا محمد اکرام الدین بخاری خطیب وزیر خاں مسجد لاہور
-- مولانا احمد الدین بیگم شاہی مسجد لاہور
- مولانا انوار الحق صاحب چونیاں لاہور

مولانا شاہ محرم علی چشتی :

مولانا کے تفصیلی حالات تذکروں میں دستیاب نہ ہوسکے۔ البتہ مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب نے تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور میں ایک جگہ حاشیہ میں آپ سے متعلق چند باتیں درج کی ہیں وہ ملاحظہ کیجئے۔

"آپ اپنے وقت کے مانے ہوئے طباع قانون دان اور صحافی تھے۔ آپ کا قیام اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں رہا۔ کافی عرصے تک اخبار "رفیق ہند" کے مدیر رہے۔ اعلیٰ درجے کے ادیب اور شاعر بھی تھے۔ حضرت مستان شاہ کابلی کے مرید تھے۔ آپ علماء و مشائخ کا بے حد احترام فرماتے اور علمائے اہلسنت کی دینی اور علمی خدمات میں ہر مرحلہ پر ممدود و معاون رہتے۔ ابتدائی دور میں

انگریز تعلیم کے مخالف تھے اور سرسید احمد خاں کی ہر تحریک (۱۱) کی ڈٹ کر مخالفت کرتے۔ مدرسہ نعمانیہ اور مدرسہ غوثیہ ان کی جدوجہد سے ایک عرصے تک منبع علم و فن بنے رہے۔"

مولانا محرم علی چشتی انجمن نعمانیہ لاہور کے بانی اراکین میں سے ہیں۔ ابتداء میں آپ مجلس انتظامیہ کے رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ لیکن بعد میں اس انجمن کے صدر ثانی بھی منتخب ہوئے۔ آپ نے ایک طویل استفتا ۱۳۳۰ھ میں امام احمد رضا خاں کو بھیجا جس میں ۱۰ مختلف سوالات کے سلسلے میں استفسار کیا ہے۔ سوالات کی روشنی میں مولانا کی فکر کا اندازہ ہوتا ہے کہ مذہباً" آپ سخت حنفی تھے اور دل کی گہرائیوں سے اس بات کی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ علمائے احناف کا ایک مرکز قائم کیا جائے اور حنفی مذہب کی ترویج بھرپور طریقے سے کی جائے آپ فکر اعلیٰ حضرت سے بھی بہت متاثر تھے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ اعلیٰ حضرت یہاں لاہور آکر مذہب حنفی کی خدمت کریں۔ یہ استفتا تو طویل ہے مگر سوالات بڑے اہم ہیں اس لئے تمام سولات ملاحظہ کریں۔ جوابات کے سلسلے میں اقتباسات سے کام لیا جائے گا۔ استفتاء ملاحظہ کیجئے۔

مسئلہ : از لاہور انجمن نعمانیہ۔ مرسلہ مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی صدر ثانی انجمن ۱۵ جمادی الاخری ۳۰ھ جناب مخدوم و معظم من حضرت مولانا صاحب ادام اللہ فیوضکم۔

بعد ہدیہ سلام سنت الاسلام گزارش۔ والانامہ رجسٹری شدہ پہنچا۔ مولانا مولوی حاجی خلیفہ تاج الدین احمد صاحب وہ افتخار نامہ لے کر غریب خانہ پر تشریف لائے۔ باوجود یہ کہ حضرت مولانا مولوی محمد اکرام الدین صاحب بخاری کی طبیعت پندرہ بیس روز سے سخت ناساز ہے، اسی وقت ان کو تکلیف دی گئی، اور وہ بھی تشریف لائے۔ عریضہ ہذا لکھنے کے وقت پر دو صاحبان غریب خانہ پر موجود ہیں۔ جناب نے جس روشن ضمیری اور امداد باطنی سے قلم برداشتہ اس قدر عجلت میں ایسا بے نظیر و مستند فتوی [۵] بنصوص صحیحہ رقم فرمایا ہے، اس کو دیکھ کر میرے دونوں ہم جلیس حاضر وقت تاحال حالت وجد میں ہیں۔ اور بار بار "اللھم بارک فی عمرھم واقبالھم ومجدھم و ایمانھم و علوشانھم فی الدارین" کا وظیفہ کررہے ہیں۔ مجھے تاحال بغور مطالعہ کا موقع نہ ملا۔ کیونکہ دونوں حضرات اس کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں اور دو دن تک اپنے پاس رکھنے کا اصرار کررہے ہیں۔ اب آپ جناب براہ عنایت میرے سوالات کا جواب بھی ارشاد فرمائیں۔

(۱) کیا اس مسئلہ میں جو غلطی فتوی دینے والوں کو ہوئی وہ بہت کھلی اور فاش ہے یا بہت باریک قسم کی غلطی ہے۔ جہاں اعلیٰ درجہ کے علماء بھی مغالطہ میں پڑسکتے ہیں؟

(۲) بریلی، بدایوں اور پیلی بھیت وغیرہ کے مستند علماء اور ان کے فیض یافتوں پر کس حد تک آنکھیں بند کرکے اعتماد کرنا چاہئے۔ یہ سوال ان بے چارے حنفی مسلمانوں کی طرف سے ہے جو میری طرح علم کی آنکھیں نہیں رکھتے اور جن کی تعداد کثیر ہے۔

(۳) ہمارے ہم اعتقاد حنیف حنفیوں کے مدرسہ کے علماء و مدرسین کا مصالحہ ہمیں کہاں سے فراہم کرنا چاہئے؟

(۴) یہ کہ انجمن نعمانیہ کو تاحال جناب کی خدمت میں اس قدر خصوصیت حاصل نہیں ہوئی کہ کم از کم آپ جناب کی تصانیف مبارکہ طبع شدہ انجمن کے کتب خانے کے لئے باوجود متواتر تحریری تقاضوں، اور خود جناب خلیفہ تاج الدین احمد صاحب کی زبانی

تقاضوں کو بھی ارسال کی جائیں۔ حالانکہ انجمن ان کا ہدایہ ادا کرنے پر بھی ہمیشہ تیار رہی ہے۔ اگر اس فتوی کے وقت "سیف المصطفی علی ادیان الافترا" اور "نقدالبیان لحرمتہ ابنتہ اخی اللبان" و "کاسرالسفیہ الواہم" کتب خانہ میں موجود ہوتیں تو یہی خاکسار ان کو نکال کے .... کی خدمت میں پیش کردیتا۔

(۵) کیا جناب کی رائے میں حنیف حنفیوں کا کوئی مجموعی مرکز بنانے اور ان کو تقویت دینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی کیا تدبیر اور سامان جناب کے خیال میں ہیں؟

(۶) لامذہبوں کے پنجاب میں بالخصوص اور بدمذہبوں کے بالعموم حملوں کی مدافعت کی کیا تدابیر جناب کے خیال مبارک میں ہیں؟

(۷) عقائد حنفیہ کے متعلق جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں بالمشافہ گفتگو ہوکر قرارداد ہونے کے بعد بھی مسودہ عقائد حنفیہ آپ جناب کی طرف سے نہ بھیجا اور اس کے نہ پہنچنے پر مجبوراً یہاں سے مسودہ تیار کرکے آپ جناب کی خدمت میں بھیجا گیا جس کی کوئی ترمیم و اصلاح یا تصدیق تو درکنار اس کی رسید بھی مرحمت نہ ہوئی۔ اس کم توجہی کی اصل وجہ کیا ہے؟ اب عقائد حنفیہ جو حسب مشورہ علماء ہم لوگوں نے شائع کئے ہیں' ارسال خدمت ہیں۔ وہ بھی اس عریضہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ اگر وہ صحیح ہیں تو اس پر دستخط تصدیق فرماکر واپس فرمائیں۔ دوسری زائد کاپی اپنے پاس رکھیں۔ ورنہ اصلاح فرماکر واپس فرمائیں۔

(۸) لامذہبوں یا بدمذہبوں کے ساتھ اگر زبانی مباحثہ کی ضرورت پڑے تو آپ جناب کون کون سے علماء کو اس قابل سمجھتے ہیں جو علاوہ قابلیت کے تکلیف سفر وغیرہ بھی خالصاً للہ اٹھانے کے لیے آمادہ ہوں۔

(۹) ایک فہرست ایسے علماء اسلام کی جو بالکل آپ کے ہم خیال اور مستند ہوں' مع ان کے پورے پتہ کے کس لیے تاحال باوجود جناب مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب کی خدمت میں گزارش کرنے کے نہیں پہنچی اور کب تک وہ بہم پہنچ سکتی ہے؟

(۱۰) باوجود انجمن نعمانیہ کی آپ جناب کے ساتھ تمام ہندوستان میں خصوصیات مشہور ہوجانے اور اراکین انجمن کو آپ جناب کے ساتھ ایسا دلی خلوص اور نیاز ہونے کے' جناب کی طرف سے کسی خاص التفات کا اس کی نسبت ظاہر نہ ہونا۔ کونسی وجوہات پر مبنی ہے اگر انجمن میں کوئی امور قابل اصلاح ہیں تو وہ کیا ہیں؟ (۱۲)

امام احمد رضا خاں نے مولانا محرم علی چشتی کے اس تفصیلی استفتا کا تفصیل سے ہی جواب دیا ہے اور ہر سوال کا جواب ترتیب سے دیا ہے۔ یہاں اختصار کے ساتھ اکثر جوابات کے اقتباس پیش کئے جارہے توجہ فرمائے۔ (۱۳)

الجواب (۱) نظر بحال زمانہ تو یہ غلطی نہایت دقیق و عمیق' بات میں خطاء فی الکفر کے قبیل سے ہونی چاہئے کہ مولوی اسحٰق صاحب دہلوی کے شاگرد رشید مولوی عالم صاحب مراد آبادی نے کھائی پھر غیر مقلدوں کے شیخ الکل فی الکل مجتہد العصر نذیر حسین دہلوی صاحب نے کھائی۔ پھر ایک بڑے مدعی انا ولا غیری مولوی بردوانی صاحب نے کھائی اور ایک طویل تحریر بزعم خود اس کے اثبات میں لکھی۔ پھر زمانہ حال میں ان حضرات کے آڑے آئی۔ مگر نظر واقع وہ بہت کھلی فاحش غلطی ہے......

(۲) آہ آہ' آہ آہ ! ہندوستان میں میرے زمانہ ہوش میں دو بندہ خدا تھے جن پر اصول و فروع و عقائد و فقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد

قدس سرہ الماجدا حاش للہ نہ اس لئے کہ وہ میرے والد و والی ولی نعمت تھے بلکہ اس لئے کہ "الحق و الحق اقول' الصدق واللہ یحب الصدق" میں نے اسی طبیب صادق کا برسوں مطب پایااور وہ دیکھا عرب و عجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ اس جناب رفیع قدس اللہ سرہ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا۔

"دوم والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولوی عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف۔ پچیس برس فقیر کو اس جناب سے صحبت رہی ان کی سی وسعت نظر و قوت حفظ و تحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئیں۔ ان دونوں آفتاب و ماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کرکے اس کے فتوی پر عمل ہو۔"

امام احمد رضا خاں اپنا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"حاشا فقیر توایک ناقص' قاصر' ادنی طالب علم ہے۔ کبھی خواب میں بھی اپنے لئے کوئی مرتبہ علم قائم نہ کیا اور بحمدہ تعالیٰ بظاہر اسباب یہی ایک وجہ ہے کہ رحمت الٰہی میری دستگیری فرماتی ہے۔ میں اپنی بے بضاعتی جانتا ہوں۔ اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوں۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کرم سے مدد فرماتے اور مجھ پر علم حق کاافاقہ فرماتے ہیں......"

(۳) مدرس کے لیے ذی علم' ذی فہم' سنی صحیح العقیدہ ہونا کافی ہے۔ صحت عقیدہ کی جانچ کی نسبت جواب نمبر ہفتم میں گزارش ہوگی......

(۴) نیازمند کی چار سو تصانیف سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلا معاوضہ تقسیم ہوئیں۔ جس کے سبب جو رسالہ چھپا جلد ختم ہوگیا۔ بعض تین تین چار چار بار چھپے۔ انجمن نعمانیہ میں غالبا" رمضان المبارک ۳۰ھ میں اس وقت تک کے تمام موجودہ رسائل میں نے خود حاضر کیے ہیں اور انجمن سے رسید بھی آگئی۔ ان کی فہرست اس فقیر کو یاد نہیں۔ غالبًا دفتر انجمن میں ہو۔ اگر وہ معلوم ہوجائے تو بقیہ رسائل جو ادھر چھپے اور مطبع میں ان کے نسخے رہے' بالراس والعین نذر انجمن بلا معاوضہ ہوں گے--- دو برس سے عنان مطبع ایک انجمن نے اپنے ہاتھ میں لی ہے جس نے طریقہ فقیر تقسیم کثیر بلا عوض کو منسوخ کردیا۔ پھر بھی انجمن نعمانیہ کے لیے ہدیہ حاضر کرنے سے اس انجمن کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔

(۵) خالص اہلسنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرور ضرورت ہے۔ مگر اس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔ نمبر۱- علماء کا اتفاق نمبر۲۔ تحمل شاق قدر بالطاق نمبر۳۔ امراء کا اتفاق بوجہ الخلاق۔ یہاں سب مفقود ہیں فانا اللہ وانا الیہ راجعون ہمارے اغنیاء نام چاہتے ہیں۔ معصیت بلکہ صریح ضلالت میں ہزاروں اڑادیں' خزانوں کے منہ کھول دیں......

علماء کی یہ حالت ہے کہ رئیسوں سے بڑھ کر آرام طلب ہیں' حمایت مذہب کے نام سے گھبراتے ہیں...... اتفاق علماء کا یہ حال ہے کہ حسد کا بازار گرم' ایک ناکام جھوٹوں بھی مشہور ہوا تو بپھرے۔ بچے اس کے مخالف ہوگئے اس کی توہین تشنیع میں گمراہیوں کے ہم زبان بنے کہ "ہیں" لوگ اسے پوچھتے ہیں اور ہمیں نہیں پوچھتے...... فقیر میں لاکھوں عیب ہیں مگر بحمدہ تعالیٰ میرے رب نے مجھے حسد سے بالکل پاک رکھا ہے۔ اپنے سے جسے زیادہ پایا اگر دنیا کے مال و منال میں زیادہ ہے' قلب نے اندر سے فقیر جانا پھر حسد کیا حقارت پر؟ اور اگر دینی شرف و افضال میں

زیادہ ہے' اس کی دست بوسی و قدم بوسی کو اپنا فخر جانا پھر حسد کیا؟...... حسد شہرت طلبی سے پیدا ہوتا ہے اور میرے رب کریم وجہ کریم کے لئے حمد ہے کہ میں نے کبھی اس کے لئے خواہش نہ کی بلکہ ہمیشہ اس سے نفور اور گوشہ گزینی کا دلدادہ رہا۔ جلسوں' انجمنوں کے دوروں سے دور رہنا انھیں دووجہ پر تھا...... اور اب تو سالہا سال سے شدت ہجوم کا روانعدام کلی فرصت و غلبہ ضعف و نقاہت نے بالکل ہی بٹھادیا جسے میرے احباب نے نازک مزاجی بلکہ بعض حضرات نے غرور و تکبر پر حمل کیا اور اللہ اپنے بندہ کی نیت جانتا ہے۔ بالجملہ اہلسنت سے امور شکستہ مفقود ہیں پھر فرمائیں صورت کیا ہو.....

دفع گمراہان میں جو کچھ اس حقیر ہیچ سے بن پڑتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ ۱۴ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور میرے رب کریم کے وجہ کریم کو حمد کہ اس نے میری بساط' میرے حوصلے' میرے کاموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا۔ باقی جو آپ چاہتے ہیں اسی قوت متفقہ پر موقوف ہے جس کا حال اوپر گزارش ہوا۔ بڑی کمی امراء کی بے توجہی اور روپے کی ناداری ہے۔ حدیث کا ارشاد صادق آیا کہ "وہ زمانہ آنے والا ہے کہ دین کا کام بھی بے روپیہ کے نہ چلے گا۔" کوئی باقاعدہ عالی شان مدرسہ تو آپ کے ہاتھ میں نہیں۔ کوئی اخبار پرچہ آپ کے یہاں نہیں۔ مدرسین' واعظین' مناظرین' مصنفین کی کثرت بقدر حاجت آپ کے پاس نہیں۔ جو کچھ کرسکتے ہیں فارغ البال نہیں۔ جو فارغ البال ہیں وہ اہل نہیں۔ بعض نے خون جگر کھاکر تصانیف کیں تو چھپیں کہاں سے۔ کسی طرح سے کچھ چھپا تو اشاعت کیونکر ہو۔ دیوان نہیں' ناول نہیں کہ ہمارے بھائی دو آنے کی چیز کا ایک روپیہ دے کر شوق سے خریدیں۔ یہاں تو سر چپیٹنا ہے۔ روپیہ وافر ہو تو ممکن

ہے کہ یہ شکایات رفع ہوں۔ اول عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔

ثانیاً" طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نخواہی گرویدہ ہوں۔

ثالثاً مدرسوں کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کارروائیوں پر دی جائیں کہ لالچ سے جان توڑ کوشش کریں۔

رابعاً طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔ یوں ان میں کچھ مدرسین بنائے جائیں' کچھ واعظین' کچھ مصنفین' کچھ مناظرین' پھر تصنیف و مناظرہ میں بھی توزیع ہو۔ کوئی کسی فن پر کوئی کسی پر

خامساً ان میں جو تیار ہوتے جائیں' تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً" و تقریراً" وعظاً" و مناظرۃً اشاعت دین و مذہب کریں۔ مولانا ! اس گئی گزری حالت میں تو کوئی بفضلہ تعالیٰ آپ کے سامنے آ نہیں سکتا۔ دور سے غل مچاتے اور وقت پر دم دباتے ہیں۔ جب آپ کے اہل علم یوں ملک میں پھیلیں۔ اس وقت کون ان کی قوتوں کا سامنا کرسکتا ہے۔

سادساً حمایت (مذہب) و رد بد مذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

سابعاً تصنیف شدہ اور نوتصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت شائع کئے جائیں۔

ثامناً شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں۔ آپ سرکوبی اعدا کے لیے اپنی فوجیں میگزین رسالے بھیجتے رہیں۔

تاسعاً' جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں' وظائف مقرر کرکے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

عاشراً آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت، روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔ میرے خیال میں تو یہ تدابیر ہیں۔ آپ اور جو کچھ بہتر سمجھیں افادہ فرمائیں۔ بلکہ مولانا! روپیہ ہونے کی صورت میں اپنی قوت پھیلانے کے علاوہ گمراہوں کی طاقتیں توڑنا بھی انشاء اللہ العزیز آسان ہوگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ گمراہوں کے بہت لوگ صرف تنخواہوں کی لالچ سے زہر اگلتے پھرتے ہیں۔ ان میں جسے دس کی جگہ بارہ دیجئے، اب آپ کی سی کہے گا۔ یا کم از کم بہ لقمہ درختہ بہ تو ہوگا دیکھئے حدیث کا ارشاد کیسا صادق ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا۔" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر ہے۔

(۷) مسودہ عقائد حنفیہ کو یہاں استصواب آیا تھا، بعد بعض ترمیمات ضرور یہ گیا بھی۔ اور انجمن کو پہنچا بھی۔ اور انجمن نے اس میں اکثر ترمیمات کو قبول فرمایا بھی۔ اس پر گواہ خود یہ مسودہ تازہ ہے کہ جناب نے ارسال فرمایا ہے۔ یہ اکثر انھیں ترمیمات پر مشتمل ہے جو فقیر نے ایک نہایت سرسری نگاہ میں عرض کی تھیں۔ مگر جناب کا یہ فرمانا بھی کہ ترمیم یا تصدیق درکنار تو نے رسید بھی نہ بھیجی بجائے خود ہے۔ واقعی فقیر ترمیم کرکے بھیج چکا اور واقعی ترمیم کرکے فقیر نے نہ بھیجا۔ اس معمہ کا حل یہ ہے کہ فقیر بے حد عدیم الفرصت ہے۔ خاطر خواہ ترمیمیں (مگر دفترے دیگر املاکند) کی مصداق ہوتیں۔ اس کے لیے وقت نہ ملتا تھا۔ ایک ضرورت شدیدہ سے پیلی بھیت جانا ہوا۔ حضرت مولانا محدث سورتی دامت برکاتہم نے اس کا ذکر فرمایا۔ فقیر نے عرض کی وقت فرصت سن لوں گا۔ نصف شب کے قریب وہاں کی ضروریات اور احباب کی ملاقات سے فارغ ہوا۔ اس وقت وہ مسودہ فقیر کو سنایا گیا جا بجا تبدیلات و نقص و زیادات و محو و اثبات عرض کرتا گیا اور حضرت ممدوح تحریر فرماتے گئے۔ ۱۸ صفحہ تک اس وقت ہوا۔ پھر صبح بعد فراغ وظائف جبکہ ریل کا وقت قریب تھا اور بقیہ بعجلت تام تمام کیا۔ مولوی ابوالعلاء امجد علی صاحب سلمہ بھی ہمراہ تھے۔ ان سے گزارش کی کہ آپ کے پاس بھی ایک مسودہ آیا ہوا ہے یہی ترمیمات آپ بھی لکھ بھیجنا۔ اور اتفاق رائے فقیر سے بھی انجمن مبارک کو اطلاع دیں۔ مگر بریلی آکر مولوی صاحب کو کثرت کار میں یاد نہ رہا وہ اصطلاحات فقیر کی طرف سے پہنچیں بھی اور نہیں بھی۔

(۸ و ۹) کے جوابات اس فہرست سے واضح ہوں گے جسے لکھنے کے لیے فقیر نے ابوالعلاء امجد علی صاحب سے گزارش کردی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسی نیاز نامہ کے ساتھ مرسل ہوگی۔ وہ امور کہ بعض جوابات سابقہ میں گزرے ضرور ملحوظ خاطر رہیں۔

(۱۰) تلک عشرۃ کاملۃ اللہ عزوجل انجمن کو مبارک تر کرے۔ اور اہل سنت کو اس سے نفع عظیم پہنچائے۔ کئی سال سے بحمدہ تعالیٰ فقیر اسے خالص انجمن اہل سنت والجماعت سمجھتا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ کوئی امر قابل شکایت معلوم نہ ہوا۔ مگر مولانا اس فقیر حقیر کے ذمہ کاموں کی بے انتہا کثرت ہے۔ اور اس پر نقاہت و ضعف کی قوت، اور اس پر محض تنہائی و وحدت ہے، امور ہیں کہ فقیر کو دوسرے کی طرف توجہ ہونے سے مجبورانہ باز رکھتے ہیں۔ خود اپنے مدرسہ میں قدم رکھنے تک کی فرصت نہیں ملتی۔ یہ خدمت کہ فقیر سراپا تقصیر سے میرے مولائے اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض اپنے کرم سے لے رہے ہیں، اہل سنت و مذہب اہل

سنت ہی کی خدمت ہے جو صاحب چاہیں جتنے دن چاہیں فقیر کے یہاں اقامت فرمائیں مہینہ دو مہینہ سال دو سال اور فقیر کا جو منٹ خالی دیکھیں یا جس وقت فقیر کو کوئی ذاتی کام کرتے دیکھیں، اس وقت مواخذہ فرمائیں کہ تو اتنی دیر میں دوسرا کام کرسکتا تھا۔ اور جب بحمدہ تعالیٰ سارا وقت آپ ہی کے مذہب کی خدمت گاری میں گزرتا ہے تو اب یہ کام اگر فضول یا دوسرا اس سے اہم ہو تو مجھے ہدایت فرمائی جائے۔ ورنہ فقیر کا عذر قابل قبول ہے۔

مولوی سید دیدار علی صاحب و مولوی ابوالفرح عبدالحمید صاحب نے فقیر سے ایک انجمن قائم کرکے اس کی خدمات انجام دینے کو فرمایا۔ فقیر نے گزارش کی کہ جو کام اللہ عزوجل یہاں سے لے رہا ہے ضروری ہے یا نہیں؟ فرمایا سخت ضروری ہے۔ فقیر نے عرض کی دوسرے کوئی صاحب کو اس پر مقرر فرمادیجئے اور مجھ سے کوئی اور خدمت اہلسنت لیجئے۔ فرمایا نہ دوسرا کوئی اسے کرسکتا ہے نہ دس آدمی مل کر انجام دے سکتے ہیں، فقیر نے گزارش کی پھر عذر واضح ہے۔

غرض انجمن اہل سنت جو اہم مقاصد انجام دے رہا ہے ان میں سے ایک مقدور بھر بالفعل موجود ہے تو اسی کو خدمت انجمن تصور فرمائیں، میں جہاں ہوں اور جس حال میں ہوں، مذہب اہل سنت کا ادنیٰ خدمت گار اور اپنے سنی بھائیوں کا خیر خواہ و دعاگو ہوں۔ البتہ وجوہ مذکورہ بالا سے نہ کہیں آنے جانے کی فرصت و طاقت، نہ اپنا کام چھوڑ کر دوسرا کام لینے کی لیاقت و حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یقول الحق ویھدی السبیل۔ اس نیاز نامہ میں جو امور معروض ہوئے ہیں، جہاں کہیں مشورہ خیر ہو ضرور مطلع فرمائیں۔ فقیر کی کیا حقیقت ہے۔ امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانہ خلافت راشدہ میں فرماتے ہیں : تم مشورہ خیر نہ دو تو تم میں بھلائی نہیں اور میں اس کو نہ سنوں تو مجھ میں بھلائی نہیں۔ وفقنا اللہ تعالیٰ وایاکم وسائر اخوانا لکل خیر و حفظنا وایاکم من کل خیر وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ وابنہ وحزب اجمعین وبارک وسلم امین۔ ۲۷ جمادی الاخر ۱۳۳۰ ہجری

(فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۱۴۱)

مفتی حکیم سلیم اللہ خاں :

حکیم سلیم اللہ خاں کے حالات بھی تاریخ میں مذکور نہیں ہیں۔ آپ انجمن نعمانیہ لاہور کے بانیوں میں سے اور اس کے کئی عہدوں پر فائز رہے۔ آخر میں مدرسہ نعمانیہ کے ناظم اور مفتی مقرر ہوئے۔ انجمن نعمانیہ کے "تعارف" میں جو مولانا اقبال احمد فاروقی صاحب نے مرتب کیا ہے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ آپ کا انجمن میں عمل دخل بہت زیادہ تھا۔ آپ انجمن میں شروع ہی سے منسلک رہے ہیں۔ جب انجمن کا دفتر شاہی مسجد کے حجروں میں تھا اس وقت انجمن اسلامیہ لاہور بھی شاہی مسجد میں قائم تھی۔ یہاں آپس میں کچھ اختلافات ہوئے تو مدرسہ نعمانیہ کو اندرون ٹیکسالی دروازہ کی عمارت میں منتقل کرویا گیا۔ مفتی صاحب اس وقت دبیر اول یعنی سیکریٹری جنرل تھے۔ اس واقعہ کو سید نور محمد قادری صاحب نے "تعارف" میں لکھا ہے۔ ملاحظہ کیجئے : موصوف نے واقعہ ۱۹۱۱ء کے انجمن کے ماہنامہ سے اخذ کیا ہے۔

انجمن کے دبیر مفتی سلیم اللہ خاں کی طرف سے اس سلسلہ میں جو وضاحت شائع ہوئی اس کا ایک

اقتباس ملاحظہ ہو :

"درسگاہ انجمن عرصہ سولہ سال سے (۱۳۰۵ھ --- ۱۳۲۱ھ/ ۱۸۸۷ء -- ۱۹۰۳ء) اس وقت تک شاہی مسجد کے حجروں میں تھا۔ اس مسجد کا بانی شاہ عالمگیر اورنگ زیب نور اللہ مرقدہ حنفی المذہب تھا۔ لہٰذا انجمن نعمانیہ کا دارالعلوم ان حجروں میں نہایت ہی مناسب اور حسب منشائے بانی تھا۔ حجروں پر کیا موقوف اس مسجد میں نماز وغیرہ جو کچھ ہو حنفی مذہب کے مطابق ہونا چاہئے۔ اگر کوئی متولی اس کے خلاف کرے گا تو قیامت کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں جواب دہ ہوگا۔ انجمن اسلامیہ لاہور جو آج کل اس مسجد کی تولیت کا اعادہ کرتی ہے اس حنفیوں کا درس ان حجروں میں ناگوار گزرا۔ چونکہ انجمن نعمانیہ ہمیشہ تنازعات سے نفرت کرتی رہی ہے اور اس کا امن پسند مسلک سب کو معلوم ہے اس لئے درس گاہ کی تبدیلی مکان انجمن میں ضروری سمجھی گئی۔ بنابریں متوکلہ علی اللہ تعمیر درس گاہ کا قیام فوراً شروع کردیا گیا ہے۔" (۱۴)

مفتی سلیم اللہ خاں کے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے تعلقات بہت گہرے تھے۔ آپ اکثر اپنے ذاتی اور انجمن کے مسائل کے حل کے لئے بریلی شریف رجوع کرتے کیونکہ آپ مسلک حنفیت پر سختی سے قائم تھے اس لئے وہ اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ثانی یعنی مولانا احمد رضا کی طرف نظریں دوڑاتے۔ آپ نے اعلیٰ حضرت کو انجمن کے دبیر، ناظم اور مفتی کی حیثیت سے استفتا بھیجے تھے۔ تعلقات سے تو پتہ چلتا ہے کہ ۱۰ سالوں میں کئی استفتا بھیجے ہوں گے مگر فتاوی رضویہ میں آپ کے حوالے سے چار استفتاء ملے ہیں۔ ان میں دو استفتادہ ہیں جن میں آپ کے ساتھ آپ کی انجمن کے خلیفہ تاج الدین [٦] اور مولانا نور بخش کے نام بھی مستفتی کی حیثیت سے درج ہیں۔ مثلاً جلد ہفتم میں ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از انجمن نعمانیہ لاہور ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

المستفتی

-- سلیم اللہ خاں جنرل سیکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور

-- المستفتی تاج الدین احمد سیکریٹری انجمن نعمانیہ لاہور

-- المستفتی نور بخش فنانشنل سیکریٹری

(فتاوی رضویہ جلد ۷ ص ۴۸۰-۴۸۵)

اس طرح دوسرا استفتاء فتاوی رضویہ جلد ہشتم میں ص ۱۶۹ پر موجود ہے۔ یہ دونوں استفتاء انجمن نعمانیہ لاہور کے انتظامی امور سے متعلق ہیں اس کے علاوہ مفتی سلیم اللہ صاحب کے دو استفتاء اور فتاوی میں ملتے ہیں۔ ایک جلد سوم (ص ۶۲۴) میں دبیر انجمن نعمانیہ لاہور کی حیثیت سے ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ کو لکھا تھا اور دوسرا استفتاء جلد دوم میں ملتا ہے ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : مولانا مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکریٹری، انجمن نعمانیہ لاہور ۳۰ ربیع الاخر ۱۳۳۲ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیاں شرع میں اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول، چرمی یا حقہ چرمی دھوکر اور صاف کرکے مسلمان استعمال کرسکتا ہے۔

الجواب : دھونے اور صاف کرلینے کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا۔ استعمال بلاشبہ جائز ہے۔ صحیحین و مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی شریف میں ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے

"والفظ للترمذی" قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قدور المجموس فقال انقفوھا غسلا واطنجوا فیہا۔ واللہ تعالی اعلم۔"

(فتاوی رضویہ جلد ۲ ص ۱۳۲)

مفتی سلیم اللہ خاں ۱۹۱۳ء میں انجمن نعمانیہ لاہور کے ناظم اور مفتی تھے اس زمانے میں ایک استفتاء مولانا محمد اکرام الدین بخاری صاحب کا امام احمد رضا کے پاس گیا جس کا جواب اعلیٰ حضرت نے ایک رسالہ کی صورت میں دیا اور جس کا ذکر مولانا محرم علی چشتی نے اپنے استفتاء میں کیا بھی ہے وہ رسالہ جب لاہور آیا تو یہاں مفتی سلیم اللہ خاں نے اس فتوی کی تصدیق فرمائی ملاحظہ کیجئے :

"الجواب صحیح و موثق بنصوص الصحیح و روایات المستند جز اللہ خیرالجزا فی الدارین الراقم الفاضل الجلیل وعلامہ النبیل ایتہ من ایات اللہ ! حکیم مفتی سلیم اللہ ناظم انجمن نعمانیہ لاہور" (۱۵)

اس رسالہ پر کئی دیگر اکابرین کی تصدیقات اور تقریظات موجود ہیں۔ مثلاً مولانا امجد علی اعظمی، مولانا وصی احمد حنفی سورتی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور مولانا محمد عمر مراد آبادی وغیرہ۔ مولانا محمد عمر مراد آبادی جن کے صاحبزادے مولانا محمد اطہر نعیمی مفتی دارالعلوم نعیمہ کراچیؒ کے والد ماجد ہیں ان کی تصدیق ملاحظہ کیجئے :

"ماحققہ عمدۃ العلماء الاعلام زبدۃ الفقہاء الکرام قدوۃ الفضلاء العظام امام النبلاء الفخام قاطع فرید المروۃ اللئام مظہر الکلمات العرفانیہ کاشف الایا الربانیہ حامی السنتہ واہل لسنتہ ماحی اثار الکفر والبدعتہ وحید العصر فریدالدھر مجدد الزمان سیدنا العریف الماہر مولانا المولوی محمد احمد رضا خاں سلمہ اللہ المنان فھوحق صراح و صدق قراح والحق احق بالا تباع۔ وفقنا اللہ تعالی وسائر المسلمین۔ والصلوۃ والسلام علی ختم المرسلین والہ وصحبہ حماۃ الدین۔ کتبہ العبد المفترالی ربہ الاکبر محمد عمر المرادابادی۔"(۱۶)

مولانا غلام دستگیر قصوری :

حضرت مولانا محمد ابوالرحمٰن غلام دستگیر قصوری الہاشمی ابن مولانا حسن بخش صدیقی اندرون موچی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کو حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری {۷} کا شاگرد، خواہرزادہ (بھانجا) مرید اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ۱۸۹۰ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ تبلیغ اسلام اور مخالفین اسلام کی سرکوبی میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ برصغیرپاک و ہند میں کوئی مناظر آپ کا ہمسر نہ تھا۔ آپ کی بیشتر تصنیفات بدمذہبوں کے رد میں ہیں۔ آپ کا وصال ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں ہوا۔ قصور کے مشہور قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی (۱۷)

مولانا محمد نبی بخش حلوائی (م ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء) مولف پنجابی منظوم (تفسیر نبوی) نے مولانا غلام دستگیر قصوری کے وصال پر "غفرلہ" سے ۱۳۱۵ھ کے عدد کے مطابق تاریخ وفات نکالی۔

(تذکرہ علمائے پنجاب ص ۴۳۸)

مولانا غلام دستگیر قصوری کی زندگی اہلسنّت وجماعت کی اعتقادی زندگی سنوارنے کے لئے ایک مسلسل جہاد تھی۔ وہ انگریز کے ساتھ ساتھ وہابی' نیچری' دیوبندی' مرزائی' غیر مقلد اور دیگر مذہبوں کے اعتراضات کا بھرپور جواب دیتے۔ اس سلسلے میں اکثر تصانیف آپ کی شاہد ہیں۔ آپ فتنہ ریزیوں کی بیخ کنی کے لئے پورے برصغیر بالخصوص پنجاب کے قریہ قریہ پہنچے۔ مناظروں اور مباہلوں کے لئے ہر ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کرتے۔ ایک موقع پر پنجاب کے لوگوں نے انتہائی فتنہ گری کے دور میں امام احمد رضا کو دعوت دی تو آپ نے فرمایا۔

"وہابیوں کے سرکوب مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہوتے ہوئے مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔" (۱۸)

حضرت غلام دستگیر قصوری قدس سرہ العزیز کی امام احمد رضا سے بریلی شریف میں ۱۳۰۸ھ میں بالشافہ ملاقات ہوئی ہے۔ اس ملاقات کے موقع پر اعلیٰ حضرت نے اپنا ایک رسالہ **"سبحن السبوح عن عیب کذب المقبوح** ۱۳۰۷ھ) {8} آپ کو پیش کیا۔ آپ نے مختصرا" اس کا مطالعہ کیا اور بہت پسند فرمایا اور ایک بزرگ عالم کی حیثیت سے اس وقت کو اپنے سے نوجوان عالم دین امام احمد رضا خاں قادری جن کی عمر اس وقت ۳۲ سال تھی' کی نہ صرف پذیرائی فرمائی بلکہ ان کے اسلاف کو بھی خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ نے ان خیالات کا اظہار اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد ایک تقریظ لکھ کر فرمایا !

"تحریر جناب مولانا غلام دستگیر علیہ الرحمتہ من ربنا القادر القدیر بر رسالہ مبارکہ (سبحن السبوح عین عیب کذب المقبوح)"

"فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہوا اور اس مبارک رسالے کے دیکھنے کا اتفاق پڑا۔ چونکہ مدت دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا اور ملاقات احباب اور نیز مشورہ امر دینی کے سبب جو وکلاء سے کرنا تھا اس قدر کم فرصتی ہوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر و حضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وہ بھی پورے نہ ہوسکے۔ اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستعیاب کیا کچھ حصہ معتد بہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتداء اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ "امکان کذب باری تعالیٰ" کا رد پایا اور اسے آنکھوں سے لگایا۔ الحمدللہ رب حمدا" کثیرا" کہ اس کے مولف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیز و اقارب کو جو ہمیشہ کارخیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں صرف فرمایا۔ "جزاہ اللہ الشکور عنی وعن جمع المسلمین خیرالجزاء و اوصلہ الی غایتہ مایحب ویرضی۔ الھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ مظہر لطفہ واحسانہ سیدنا محمد وعترتہ اجمعین۔ الھم ارحمنا معھم برحمتک یاارحم الراحمین۔ ۱۵ جمادی الاول روز روانگی وطن یہ چند حروف لکھے گئے واللہ ہوالمسیرالمصعاب۔" (۱۹)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی بھی آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپ کے مطالعہ میں مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتابیں رہا کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کے فتاوی میں جہاں آپ امکان کی کذب باری

تعالیٰ سے متعلق ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں اس میں آپ نے مولوی غلام دستگیر قصوری کی اس موضوع کے رد پر کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ (۲۰) مولانا غلام دستگیر قصوری کی یہ کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" جو کہ ریاست بہاولپور کے ایک تاریخی مناظرہ کی روئداد ہے۔ بہاولپور کے اس مناظرہ میں مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کے علاوہ اور بھی کئی عبارات جس پر مولانا قصوری کا مناظرہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سے ہوا تھا جس کو آپ نے شکست فاش دی۔ اس مناظرہ کے حکم والئی ریاست بہاولپور نواب محمد صادق عباسی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف تھے۔ اس مناظرہ کے فیصلے کے بعد نواب صاحب نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دیا۔ بعد میں اس روئداد کا عربی میں ترجمہ ہوا اور جب مولانا حج کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے اس فتوے اور کتاب پر علمائے حرمین سے تصدیق حاصل کی خاص کر مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ صالح محمد کمال مفتی حنفیہ مکہ، شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی مولانا عبدالحق مکی وغیرہ۔ (۲۱)

مفتی محمد عبداللہ ٹونکی :

مفتی محمد عبداللہ ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔ سال پیدائش غالباً ۱۸۵۴ء ہے اور ۷۰ سال کی عمر میں ۱۹۲۴ء میں انتقال ہوا (۲۲) جبکہ مولانا محمود احمد قادری صاحب نے آپ کا سن وصال ۱۹۳۰ء لکھا ہے۔

(۲۳) ابتدائی تعلیم کے بعد مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی (م ۱۳۳۴ھ) سے درسیات پڑھیں۔ مولوی احمد علی سہارن پوری (م ۱۲۹۷ھ) سے دورہ حدیث کیا۔ (۲۴) دہلی سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا اور ۱۸۸۳ء میں اورینٹل کالج لاہور کے عربی مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۱۷ء تک اسی کالج سے وابستہ رہے پھر کچھ عرصہ دارالعلوم ندوہ میں تدریسی خدمت انجام دی اور آخر میں مدرسہ عالیہ کلکتہ تشریف لے گئے۔ جہاں ۱۹۲۴ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ (۲۵)

مفتی ٹونکی علم فقہ کے بڑے ماہر تھے۔ چنانچہ آپ کی علمی فضیلت کا ڈاکٹر محمد اقبال نے بھی اعتراف کیا۔ آپ فرماتے تھے :

"اس ناتواں جسم میں علم و فضل کا اتنا ذخیرہ ہے کہ کوزے میں دریا بند ہونے کی مثل ان پر صادق آتی ہے۔" (۲۶)

مفتی محمد عبداللہ اگرچہ لاہور کے باشندے نہیں اور نہ یہاں انتقال فرمایا مگر چونکہ ایک عالم کی حیثیت سے انہوں نے لاہور میں ۳۵ سال گزارے اس لئے آپ کو لاہور کے علما میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے ۱۳۰۶ھ میں مولوی محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا (م ۱۹۲۰ء) کو لاہور میں ایک مناظرہ میں ذلت آمیز شکست دی اور ایک رسالہ محمود حسن دیوبندی کے رسالے "**جهد المقل**" کے رد میں "عجالتہ الراکب فی امتناع کذب الواجب" ۱۳۰۸ھ میں لکھا۔ اس کے علاوہ "**تعلیقات المفتی**" اور "عقد الدر فی جید نزہتہ النظر" پر حاشیہ آپ کی یادگار تالیفات ہیں۔ (۲۷)

مفتی محمد عبداللہ ٹونکی نے لاہور میں قیام کے دوران انجمن نعمانیہ لاہور اور مدرسہ حمیدیہ {۹}لاہور میں بھی خدمات انجام دیں۔ اس دوران آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی سے مختلف مسائل کے سلسلے میں استفسارات فرمائے جو فتاوی رضویہ کی مختلف جلدوں میں موجود ہیں۔ آپ کا بھیجا ہوا ایک استفتا اور اعلیٰ حضرت کا فتوی ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از لاہور مرسلہ مولوی عبداللہ ٹونکی ۲۴ شعبان ۱۳۲۳ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کی منکوحہ ہے اور منکوحہ سے جو فوت ہوگئی ہے۔ ایک لڑکا ہے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ متوفی کی منکوحہ کو اور ۸ حصہ متوفی کی متروکہ مال سے پہنچے۔ اس شخص متوفی پر دین بھی ہے کہ متوفی کے اس متروکہ سے دلوایا جاسکتا ہے۔ پس اگر منکوحہ مذکورہ اپنے آٹھویں حصہ کو دین کے ادا سے بچالیوے اور یہ چاہے کہ اولاد متوفی کے دین کے بارے میں متکفل ہوں اور میرا حصہ خالص رہے پس ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے قاضی شرح دین کا حساب اس آٹھویں میں بخوبی دے گا یا اس پر جبر نہیں کرسکتا بینوا توجروا۔"

الجواب : "عورت کا مہر اگر باقی ہے تو وہ بھی مثل سائر دیون ایک دین ہے اس کے ذریعہ سے حصہ رسد خمس سدس نصف ثلث کم زائد جو کچھ پڑھے اپنے لئے بچاسکتی ہے مگر یہ خواہش کے ترکہ سے اپنا شمسن حق زوجیت بذریعہ وراثت جدا کرے اور دیون صرف دیگر ورثہ کے سہام پر ڈالے یہ محض باطل تغیر حکم شرع ہے قال تعالیٰ فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیتہ بہا او دین ! واللہ تعالیٰ اعلم" (۲۸)

اس کے علاوہ بھی مفتی صاحب کے ۳ اور استفتاء فتاوی رضویہ میں موجود ہیں (۱) فتاوی رضویہ جلد ۵ حصہ چہارم ص ۴۰ (۲) جلد ہفتم ص ۴۱۹ (۳) جلد ہشتم ص ۸۱۔ آپ کا پتہ جلد ہفتم کے استفتاء میں محلّہ بازار حکیماں درج ہے۔

سید دیدار علی شاہ الوری :

مرجع الفقہا و المحدثین حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ ابن سید نجف علی شاہ ریاست الور میں ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ الور میں مولانا قمرالدین سے ابتدائی کتب پڑھیں۔ فقہ، منطق اور درس نظامی کی بقیہ کتب مولانا ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ) اور مولانا کرامت اللہ دہلوی (م ۱۹۲۸ء) سے پڑھیں۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (م ۱۲۹۷ھ) اور مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) سے اجازت حدیث حاصل کی۔ (۲۹) حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی آپ کے ہم درس تھے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید علی حسین کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ھ) اور سلسلہ قادریہ میں امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے خلیفہ مجاز تھے۔ (۳۰)

سید محمد دیدار علی شاہ الوری نے پڑھائی سے فارغ ہوکر مولانا ارشاد حسین رامپوری کے مشورے سے مدرسہ ارشادالعلوم، رامپور میں ایسی زندگی کا آغاز کیا

اس کے بعد بمبئی چلے گئے۔ آپ نے الور میں ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں ایک دینی درس گاہ "مدرسہ قوت اسلام" قائم کیا' اس کے بعد لاہور تشریف لے گئے اور انجمن نعمانیہ لاہور سے وابستہ ہوگئے اور جلد ہی شیخ الحدیث کے {۱۰} منصب پر فائز ہوئے۔ آپ ۱۳۳۵ھ میں شاہی مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی مقرر ہوئے اور مفتی آگرہ کی حیثیت سے کافی شہرت حاصل کی۔ آپ ۱۳۴۰ھ میں واپس لاہور تشریف لے آئے اور مسجد وزیر خاں {۱۱} میں خطیب مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۳۴۳ھ میں مرکزی انجمن حزب الاحناف قائم کی اور دارالعلوم حزب الحناف کی بنیاد رکھی۔ (۳۱) یہ دارالعلوم آج بھی سید دیدار علی شاہ الوری کے نبیرہ حضرت مولانا علامہ سید محمود احمد رضوی (شارح صحیح بخاری شریف) (پ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء) ابن سید ابوالبرکات سید احمد قادری {۱۲} (م ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) کی سرپرستی میں خدمت دین انجام دے رہا ہے۔

امام المحدثین حضرت سید دیدار علی علیہ الرحمہ کے تلامذہ کے چند معروف اسماگرامی قابل رشک ہیں جن کی شہرت پورے برصغیرپاک و ہند میں ہے ان میں آپ کے صاجزادگان سید ابوالبرکات سید احمد قادری اور ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) کے علاوہ حضرت علامہ مفتی شاہ رکن الدین الوری نقشبندی (م ۱۳۵۵ھ)' مولانا مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی (م۱۹۸۲ء) کے نام قابل ذکر ہیں جبکہ حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی (پ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء) نے ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ سے سند فراغت حاصل کی اور دین کی خدمت کرکے حزب الاحناف کا نام بلند کر رہے ہیں۔ آپ ان دنوں لاہور میں ایک دینی مرکز جامعہ نظامیہ رضویہ کے مہتمم اور سرپرست اعلیٰ ہیں۔ آپ اس وقت علمی دنیا میں سب سے بڑی خدمت فقہ میں یہ انجام دے رہے ہیں کہ علماء کی ایک ٹیم کے ساتھ "فتاوی رضویہ" کی تخریج اور عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ پورے فتاوی رضویہ کو دوبارہ ایڈٹ کررہے ہیں۔ اب تک فتاوی رضویہ کی ابتدائی ۴ جلدوں کی ۱۰ جدید ضخیم جلدیں طبع ہوکر سامنے آچکی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک ادارہ "رضا فاؤنڈیشن" قائم کیا ہوا ہے جو یہ کام انجام دے رہا ہے۔ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب جو خدمات انجام دے رہے ہیں اس کے باعث فتاوی رضویہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عوام الناس کے لئے کارآمد ہوجائے گا یقیناً" یہ ایک عظیم الشان دینی خدمت ہے اور آپ کی اعلیٰ حضرت سے والہانہ محبت کی بہت بڑی دلیل بھی ہے۔

سید دیدار علی شاہ الوری کا وصال ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں ہوا اور آپ کو قدیم حزب الاحناف کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا جہاں آپ کا مزار مبارک آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کے صاجزادہ ابوالحسنات صاحب تفسیرالحسنات سید محمد احمد قادری غازی کشمیر نے تاریخ وصال پر قطعہ کہا :

حافظ پس سرکوبی اعدا شریعت
دیدار علی یافتہ دیدار علی را(۳۲)

١٣٥۴ھ ---

حضرت دیدار علی علیہ الرحمہ کی اعلیٰ حضرت سے پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رقم طراز ہیں :

"حضرت صدرالفاضل مفتی سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م ١٣٦٧ھ/١٩۴٨ء) صاحب تفسیر نعیمی نے مولانا سید دیدار علی کی اعتقادی رہنمائی اور پختگی کے لئے اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر کیا اور مولانا کو ملاقات کی ترغیب دی تو سید دیدار علی نے جواب میں کہا !

"بھائی ! مجھے ان سے کچھ حجاب سا آتا ہے۔ پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے طبیعت کے درشت ہیں۔"

اس کے باوجود مولانا نعیم الدین آپ کو بریلی لے گئے اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ سید دیدار علی نے ازراہ ادب عرض کی :

"حضرت مزاج کیسے ہیں؟"

اعلیٰ حضرت فرمانے لگے ! "بھائی کیا پوچھتے ہو پٹھان ذات ہوں، مزاج کا درشت ہوں۔"

یہ بات سنتے ہی آپ کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے اور معذرت پیش کرکے سر عقیدت سے جھکادیا اور پھر اعلیٰ حضرت نے نگاہ شفقت سے اعتقادی روشنی کا وہ رنگ بھردیا کہ مولوی ظفر علی [١٣] کا قلم بھی اس رنگ کو پھیکا نہ کرسکا۔" (٣٣)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی نے نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے ساتھ آپ کے فرزند ارجمند مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کو سند خلافت کے ساتھ ساتھ تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ (٣۴)

امام احمد رضا بریلوی نے "ذکر احباب و دعا احباب" کے عنوان سے اپنے خلفاء کے لئے منظوم دعائیہ کلمات لکھے ہیں اس میں سید دیدار علی علیہ الرحمہ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

تری رضا پر تری رضا ہو
اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
مولانا دیدار علی کو
کب دیدار دکھاتے یہ ہیں
ان پر کرم رکھ سر بہ قدم رکھ
تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں
تیراہی کھاتے گاتے یہ ہیں (٣٥)

سید دیدار علی شاہ الوری نقشبندی قدس سرہ العزیز کے دو استفتاء فتاوی رضویہ میں موجود ہیں ایک استفتا فتاوی کی چھٹی جلدمیں اور دوسرا ١٢ ویں جلد میں چھپا ہے۔ یہ دونوں استفتاء آپ نے اکبر آباد (آگرہ) سے اس وقت ١٣٣٨ھ میں روانہ کئے تھے جن دنوں آپ خود آگرہ کی جامع مسجد میں امام و خطیب اور مفتی اعظم آگرہ تھے۔ پہلے ششم جلد کے استفتاء اور فتوے کے اقتباسات ملاحظہ کریں۔

مسئلہ : از اکبر آباد، چھوٹی گلی حکیموں کی، معرفت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرسلہ مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوری ١۴ شعبان ١٣٣٨ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا نعوذباللہ آپ یتیم، غریب، مسکین، بیچارے تھے...... جب ان سے دریافت کیا گیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا...... اور جب یہ کہا گیا کہ آپ لکھ دیں کہ یہ الفاظ موجب توہین رسالت اور موجب کفر ہیں...... تو اس کے لکھنے سے بھی منکر ہوگیا...... کیا بلا توبہ اس کا وعظ سننا..... اور ان سے ملنا جائز ہے یا نہیں۔" (۳۶)

الجواب : اعلیٰ حضرت کے مدلل اور طویل جواب میں سے چند عبارات ملاحظہ کیجئے :

"حضور اقدس قاسم النعم، مالک الارض ورقاب امم، معطی منعم، قثم قیم، ولی والی، علی عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جلیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفہ مطلق حضرت رب، مالک الناس و دیان العرب، ولی الفضل جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ و شرف اعظم کے شان ارفع و اعلی میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز و حرام ہے۔" (۳۷)

امام احمد رضا خاں نے اس کے بعد خزانتہ الاکمل، زرقانی علی المواہب، نسیم الریاض، شفا شریف، شرح ہمزیہ سے ۳ صفحات پر مشتمل دلائل پیش کئے اور فتوی کے آخر میں اس شخص سے متعلق جو کلمات لکھے وہ ملاحظہ کیجئے :

"وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ، مختل الایمان بلکہ ظاہرا" بالقصد مرتکب توہین حضور سیدالانس والجان ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام ہے، اس سے ملنا جلنا حرام ہے، اس سے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام۔" واللہ تعالیٰ اعلم (۳۸)

سید دیدار علی صاحب کا دوسرا استفتا بھی بہت اہم ہے جو ۱۲ ویں جلد میں شائع ہوا ہے یہ استفتا بھی آگرہ سے روانہ کیا گیا تھا ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ ! مسئولہ مولانا سید دیدار علی صاحب الوری اواخر شعبان ۱۳۳۸ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین دربارہ ایسے شخص کے جو فتاوی دے ایسا کہ جو کوئی خاندان عالیہ قادریہ کو اور خاندانوں سے افضل و اعلیٰ نہ جانے اور باوجود افضلیت کے پھر دوسرے خاندانوں میں بیعت حاصل کرے وہ ضال اور مضل اور ذریت شیطان لعین میں سے ہے۔ ایسا کہنے والا یا فتوی دینے والا کیسا ہے۔" "بینو توجروا"

الجواب : "بلاشبہ خاندان اقدس قادری تمام خاندانوں سے افضل ہے کہ حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ افضل الاولیاء اور امام العرفاء وسید الافراد و قطب ارشاد ہیں۔ مگر حاشاء للہ کہ دیگر سلاسل حقہ راشدہ باطل ہوں یا ان میں بیعت ناجائز و حرام ہو۔ اس کی نظیر بعینہ مذاہب اربعہ اہل حق ہیں۔ ہمارے نزدیک مذہب مہذب حنفی افضل المذاہب، واضح المذاہب و اولیٰ بالحق ہے۔ مگر حاشا کہ مستبعان مذہب ثلثہ باقیہ عیاذباللہ ضال و مضل ہیں۔ ایسا کہنا خود صریح باطل و غلو ہے۔" (۳۹)

سید دیدار علی شاہ الوری جن دنوں مفتی آگرہ کی حیثیت سے جامع الاکبر آباد میں مفتی تھے ان دنوں آپ کے پاس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ایک فتویٰ بعنوان

رسالہ "الدلائل القاهرة على الكفرة النياشرة" تصدیق کے لئے آیا تھا۔ آپ نے اس پر نہ صرف تصدیق مہر ثبت کی بلکہ طویل تقریظ بھی تحریر فرمائی جو رسائل رضویہ جلد اول مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور کے ص ۳۰۱ تا ۳۰۶ میں چھپی ہے۔ آخر میں اپنا نام اس طرح درج کیا ہے:

حررہ العبد الراجی ربہ ابو محمد دیدار علی الرضوی **الحنفی المفتی** جامع الاکبر آباد

اعلیٰ حضرت کے اس رسالہ پر لاہور کے ایک اور معروف عالم دین مولانا محمد اکرام الدین بخاری واعظ الاسلام خطیب و امام مسجد وزیر خاں لاہور کے علاوہ ملتان کے مولانا مولوی غلام رسول صاحب ملتانی کی عربی میں تصدیق موجود ہے ان کے علاوہ ۷۶ اور دیگر معروف علماء اور مفتیان کی تصدیقات ساتھ میں موجود ہیں۔

مفتی محمد غلام جان قادری ہزاروی: مفتی محمد غلام جان ابن احمد جی ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۰ء میں تحصیل مانسہرا ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم صائم الدہر اور قائم الیل تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی کتب والد ماجد ہی سے پڑھیں۔ دیگر کتب غلام رسول گجراتی، مولوی برکات احمد ٹونکی، [۱۴] مولانا سلامت اللہ خاں سے پڑھیں۔ آپ نے کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ ریاست رامپوری میں بھی تعلیم حاصل کی پھر ۱۳۳۵ھ میں آپ بریلی شریف لے آئے اور منظر اسلام میں صدر مدرس حضرت علامہ مولانا ظہورالحسن صاحب فاروقی رامپوری (م ۱۳۴۲ھ) سے دورہ حدیث مکمل کیا اور ۲۲ سال کی عمر شریف میں ۱۳۳۷ھ میں فارغ التحصیل ہوگئے اس موقع پر آپ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی نوازے گئے۔ ۱۳۳۸ھ میں آپ اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر خواجہ محمود صاحب کی دعوت پر تونسہ شریف پہنچے کچھ عرصے تدریسی خدمت انجام دی اور **مکھڈ** تشریف لے گئے۔ رئیس ضلع ہزارہ محمد امیر خاں کی دعوت پر ہزارہ پہنچ کر قضا کے عہدہ پر فائز ہوئے اس کے بعد لاہور تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپ انجمن دارالعلوم نعمانیہ سے وابستہ ہوگئے۔ مدرس رہے، مفتی ہوئے اور بعد میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ آپ نے خلیفہ اعلیٰ حضرت کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا اور پاکستان بننے کے بعد **جمعیت** العلمائے پاکستان سے منسلک ہوگئے۔ آپ کا وصال ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں لاہور میں ہوا۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی شیخ الحدیث بانی جامع حزب الاحناف نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو غازی علم الدین شہید کے مزار کے کے احاطے میں میانی صاحب کے قبرستان میں دفنایا گیا۔ آپ کے وصال پر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قادری رضوی (م ۱۹۶۲ء) نے ایک موقع پر فرمایا!

"مفتی صاحب اعلیٰ حضرت کی نشانی تھے، میں جب ان کو دیکھتا حضرت کی یاد تازہ ہوجاتی۔" (۴۰)

حضرت مولانا مفتی غلام جان قادری ہزاروی ثم لاہوری نے اپنے طالب علمی کے دور میں بریلی شریف

میں رہتے ہوئے امام احمد رضا خاں سے بالمشافہ استفسار فرماتے ہی ہوں گے مگر آپ نے تحریری طور پر بھی کئی استفسار فرمائے اس کا دورانیہ وہی دور ہے جس دور میں آپ مدرسہ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔ فتاوی میں ۴ استفتاء پر فقیر کی نظر پڑی ہے جس میں سے ۳ استفتاء فتاوی رضویہ کی جلد سوم میں ص ۵۸۸، ۶۰۳ اور ۶۶۷ پر موجود ہیں جبکہ ایک اسفتاء چوتھی جلد کے ص ۱۱۰ پر چھپا ہے تمام استفتاء میں آپ کے نام کے ساتھ طالب علم لکھا ہے۔ ایک دو استفتاء ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از شہر محلہ جسولی مسئولہ مولوی غلام جان پنجابی طالب علم مدرسہ اہلسنّت و جماعت ۲۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

(فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۵۰۸)

مسئلہ : از شہر بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۵ شوال ۱۳۳۷ھ

(جلد سوم ص ۶۰۳)

مسئلہ : از بریلی مدرسہ منظرالسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا یا نہیں۔"

الجواب : "بے شک گنہگار و مستحق عذاب ہوگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

"صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فاقبلوا صدقتہ" واللہ تعالی اعلم

(فتاوی رضویہ جلد سوم ص ۶۶۷)

مفتی غلام جان قادری ہزاروی نے اعلیٰ حضرت کی صحبت میں ۳،۴ سال گزارے اور بھرپور طریقے سے استفادہ کیا۔ چنانچہ جب آپ وہاں سے رخصت ہوئے تو آپ نے کئی جگہ قاضی اور مفتی و شیخ الحدیث کے منصب پر خدمت دیں اور مشن اعلیٰ حضرت کو فروغ دیا اور آخر میں لاہور پہنچ کر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کا منصب افتا بارگاہ رب العزت میں بھی ضرور مقبول ہوا ہوگا چنانچہ جو تاریخی مادے نکالے گئے وہ اس منصب کے مقبولیت کی گواہی دے رہے ہیں۔ حضرت محسن ملت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مدظلہ العالی نے دو تاریخی مادے نکالے ہیں۔ ایک عیسوی اعتبار سے

"معارف آگاہ مفتی اعظم" (۱۹۵۹ء)

اور دوسرا ہجری تاریخ سے

"فوت شد مفتی جہاں" (۱۳۳۹ھ) (۴۱)

ملا محمد بخش حنفی چشتی : انجمن نعمانیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کے رکن ملا محمد بخش صاحب لاہور سے نکلنے والے اخبار جعفرزٹلی کے مالک تھے اور آپ ہی غالبًا لاہور سے نکلنے والے ایک اخبار ہنر میں مینجر کی حیثیت سے بھی کام کرچکے تھے۔ اس سے زیادہ آپ کے متعلق معلومات حاصل نہ ہوسکیں آپ کا بھی ایک استفتاء فتاوی رضویہ کی جلد ششم کے ص ۱۴۱ پر موجود ہے۔ ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از لاہور بازار کڑہ کالج شرونوالہ مسئولہ خادم

اسلام ملا محمد بخش حنفی چشتی سابق مینجر اخبار ہنر ۹ صفر ۱۳۳۹ھ (۴۱)

انجمن نعمانیہ لاہور کے توسط سے جن علماء و فضلاء کے استفتاء امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے پاس بریلی شریف پہنچے ان کو آپ نے ملاحظہ کیا یقیناً اس کے علاوہ بہت کچھ ادارہ نعمانیہ کی سالانہ روئداد اور ماہنامہ انجمن نعمانیہ لاہور کے اندر خزانہ موجود ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قیمتی خزانے کو تلاش کیا جائے اور منظر عام پر لایا جائے اس سلسلے میں راقم موجودہ انجمن نعمانیہ کی انتظامیہ سے ہر طرح تعاون کے لئے تیار ہے۔

اب یہاں ان علماء و فضلاء کا ذکر ہوگا جن کا تعلق لاہور شہر ہی سے ہے اور ان کی وابستگی انجمن کے بجائے دیگر دینی اداروں کے ساتھ تھی اور انہوں نے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے بریلی شریف ہی کا راستہ اپنایا اور پیاس بجھائی۔ لاہور کی ان معروف ترین شخصیات میں مولوی پروفیسر حاکم علی نقشبندی مجددی، مولانا محمد اکرام الدین بخاری، مولانا عبدالعزیز مزنگ، صوفی عبدالحمید قادری، اور صوفی احمد دین قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ بھی کئی علماء اور عام مسلمانوں کے استفتاء کا ذکر فتاوی رضویہ میں ملتا ہے۔

مولانا محمد عبدالعزیز مزنگ : مولانا مفتی ابوالرشید محمد عبدالعزیز ابن میاں محمد فضل ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں اور کچھ عرصہ مدرسہ حمیدیہ لاہور میں بھی تعلیم حاصل کی۔ مزنگ میں جلد سازی کا کام سیکھا۔ آپ نے لاہور میں انجمن اسلامیہ مزنگ کی بنیاد بھی رکھی جس میں رشد و ہدایت اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ عمر کے آخری حصہ تک جاری رکھا۔ آپ ہر وقت مطالعہ کتب، فتوی نویسی اور تصنیف و تالیف میں مصروف عمل رہتے۔ آپ نے تصانیف کا بڑا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد اور ہمہ جہتی دیکھ کر آپ کو دینی اور فقہی معلومات کا "دائرۃ معارف" بھی کہا گیا۔ مفتی صاحب نے ۳۰ رجب ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں انتقال فرمایا۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب نے "آہ خوش سیر عبدالعزیز" ۱۳۸۳ھ تاریخ وفات نکالی۔ (۴۳) آپ کی تصانیف میں تفسیر عزیزالبیان فی تفسیر القرآن جو مستند تفاسیر کا خلاصہ ہے بہت مشہور ہے۔

مولانا مفتی عبدالعزیز مزنگ اگرچہ خود بہت بڑے عالم، مصنف اور مفتی تھے لیکن اپنے مشکلات کے حل کے لئے وہ بریلی شریف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مسئلہ کے حل کے لئے آپ نے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کیا جب آپ مسجد ملک سردار خاں میں خطیب و امام تھے یہ استفتاء ۱۳۳۷ھ کا ہے۔ ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از مزنگ لاہور مرسلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خطیب و امام جامع مسجد ملک سردار خاں مرحوم ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقات نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں فاصل وقت مقرر کرنا

جائز ہے یا حرام۔"

الجواب : "حدیث میں سنت اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہوجاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہوجاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا۔ بہت دیر کے بعد مجبور ہوکر امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سوگئے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو۔ نمازوں کے لئے اگر گھنٹے گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کرلیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہوجائیں جیسا حرمین طیبین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو' واللہ تعالیٰ اعلم" (۴۴)

مولانا انوارالحق : مولانا انوار صاحب کے کئی استفتاء فتاویٰ رضویہ میں ملتے ہیں اور آپ کے متعلق اتنا معلوم ہوسکا کہ آپ تحصیل چونیاں میں قیام پذیر تھے اور اعلیٰ حضرت کے شیدائی تھے۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کے پاس آپ کے کئی استفتاء پہنچے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کا اعلیٰ حضرت سے خاصا لگاؤ تھا۔ آپ کے حالات تذکرہ نگاروں نے قلمبند نہیں کئے باہر کیف لاہور کے مستفتی میں آپ بھی شمار ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے لاہور سے کئی بار بریلی شریف رجوع کیا یہاں صرف ایک استفتاء اور اس کا جواب ملاحظہ کریں :

مسئلہ : از شہر لاہور مرسلہ انوارالحق تحصیل چونیاں روز جمعہ ۱۲ ذی الحجتہ المحرام ۱۳۳۳ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ جس طرح ذابح پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح معین ذابح پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور معین ذابح کس کو کہتے ہیں؟"

الجواب : "معین ذابح سے یہ ہی مراد ہے کہ ذابح کا ہاتھ کمزور ہو' ذبح میں وقت دیکھے تو دوسرا اسی کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر دونوں مل کر ہاتھ پھیریں اس صورت میں دونوں پر تکبیر واجب ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی قصداً" تکبیر نہ کہے گا ذبیحہ مردار ہوجائے گا۔ اگرچہ دوسرا تکبیر کہے۔ دیوبندی قول محض غلط و جہالت ہے' تکبیر ذابح پر لازم فرمائی گئی ہے (۴۵)

اس کے علاوہ مولانا انوارالحق کے ۴ مزید استفتا مختلف فتاویٰ کی جلدوں میں موجود ہیں۔

۱۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ص ۳۵۶
۲۔ ایضا" ص ۴۶۹
۳۔ ایضا" جلد پنجم ص ۷۵
۴۔ ایضا" جلد سوم ص ۲۲۶

مولانا محمد اکرام الدین بخاری : مولانا سید محمد اکرام الدین جید عالم دین اور مقبول زمانہ واعظ تھے اور "واعظ الاسلام" کے لقب سے مشہور تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) سے بیعت تھے اور خلافت سے

مشرف تھے۔ مولانا اکرام الدین کا دل اللہ تعالیٰ کی محبت، سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت اور بزرگان دین کی عقیدت سے معمور تھا۔ آپ شعر و سخن کا بہترین ذوق رکھتے تھے اور اختر تخلص کرتے تھے ان کے کلام میں زیادہ تر نعت و منقبت کا پہلو نمایاں ہے۔ آپ اپنے خطبات میں اصلاح عقائد اور بدمذہبوں سے اجتناب پر بہت زیادہ زور دیتے تھے ایک منظوم خطبہ ملاحظہ کیجئے :

"ہے جب تک دم میں دم باقی عقیدہ پاک رکھنا اپنا
وگر نہ بے ادب کو روز محشر آہ حسرت ہے

مسلمانو! بچو ہر وقت تم بیہودہ باتوں سے
زمانہ میں فساد و فتنہ کی اب بہت کثرت ہے

کوئی منکر حدیثوں سے کوئی کہتا ہے میں عیسیٰ
بچو ان بدعقیدوں سے، یہ نیکی اور عقیدت ہے

کوئی مرزائی وہابی کوئی چکڑ الوی لیکن
خدا کا شکر مومن اک فقط سنت جماعت ہے

تمامی اولیاء اللہ تھے اس مذہب حق پر
ہمیشہ اس جماعت پر خدا کا دست رحمت ہے" (۴۶)

آپ کے تفصیلی حالات زیادہ نہ مل سکے۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے تذکرہ میں ضرور ذکر کیا ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے مورخ نے آپ کے حالات قلمبند نہیں کئے اور اگر ہوئے ہیں تو میری نظر سے نہیں گزرے۔ البتہ فتاوی رضویہ میں آپ کے ایک استفتا سے پتہ چلتا ہے کہ آپ لاہور کی معروف اور تاریخی مسجد وزیر خاں میں امام و خطیب بھی رہے۔ آپ کا یہ استفتاء ۱۳۳۰ھ کا ہے جو آپ نے اعلیٰ حضرت کو بریلی روانہ کیا۔ ایک استفتاء کے جواب میں ایک کم فہم اور کم استعداد مفتی نے باب جواز نکاح مابین اولاد رضیعہ و مرضعہ لکھ دیا تھا اس سلسلے میں آپ سے استفسار فرمایا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب لاہور سے اعلیٰ حضرت کے پاس کثرت سے استفتا آتے تھے کیونکہ آپ اس وقت فقہ کے میدان کے بادشاہ تھے اور آپ کی بات آخری سند کا درجہ رکھتی تھی۔ یہ استفتاء اور فتوی رضویہ "انجمن نعمانیہ" کے چوبیسویں سالانہ جلسہ منعقدہ ۱۹۱۲ء کی روداد میں چھپا تھا اس کے علاوہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی سے دسمبر ۱۹۶۲ء کے شمارے میں بھی شائع ہوا تھا۔ راقم کو اس روداد کی فوٹو کاپی میسر آئی ہے۔ اس کا کچھ حصہ نہ مل سکا۔ مولانا اکرام الدین کے بھیجے ہوئے استفتا کو ملاحظہ کیجئے جس میں مولانا اکرام الدین نے اعلیٰ حضرت کو "مجدد مائتہ حاضرۃ" اور دیگر اہم القابات سے یاد کیا ہے۔

مسئلہ : از لاہور مرسلہ مولوی اکرام الدین صاحب بخاری امام و خطیب مسجد وزیر خاں مرحوم ۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۰ ہجری المقدس

"جناب مستطاب محمد.....، قدوۃ الابرار، واسوۃ الاخیار، زین الصالحین، وزبدۃ العارفین، علامتہ العصر، فریدالدہر، عالم اہل السنتہ، مجدد مائتہ حاضرہ، استاد زمان و مقتدائے جہاں، لازال نتیجتہ خاطرہ، درۃ تاج الفیضان و ثمرۃ شجرۃ ضمیرہ باکورہ، بستان العرفان اسلام علیکم ورحمتہ اللہ

برکاتہ"

اس کے بعد فارسی زبان میں خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"بعد اتحاف اساس تسلیمات حور اصورت کہ رخسارہ' صفا اماراتش از تکلف حلل عبادت مستغنی ست در نظر ان سلیمان ملک عرفان معروض دارم التجا مخلصانہ بخدمت والا مرتبت انیست کہ فتوی بہ ہمراہی مکتوب ارسال داشتہ شد ہو افق رائے مبارک عالی سطرے نوشتہ بنام نیاز مند ارسال نمائید۔ الہی سلامت باشند ثم السلام۔ کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفی عنہ الباری۔"

اب استفتاء کی عبارت ملاحظہ کیجئے :

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے اس شخص اور اس کی بہن سے اولاد پیدا ہوئی ہے۔ یہ بھائی اپنی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں' ان کی اولاد کا نکاح شرعاً" آپس میں درست ہے یا نہیں۔ بینوا تو جزوا۔"

مولانا اکرام الدین بخاری صاحب نے اپنے استفتاء کے ساتھ ایک نوجوان مفتی کا جواب بھی روانہ کیا جس میں اس نے اسی نکاح کو جائز قرار دیا اس جواب کا مختصرا" اقتباس ملاحظہ کیجئے :

الجواب : "اس شخص مذکور کی اولاد کا نکاح اس کی بہن مرضعہ کی اولاد کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حرمت رضاعت خاص رضیع کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ رضیع کے اصول و فروع کے لئے حرمت مذکورہ نہیں ثابت ہوئی۔"

ان مفتی صاحب نے شرح وقایہ کے صفحہ ۶۳ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا۔

"اس عبارت سے واضح ہے کہ حرمت رضاعت رضیع کے لئے ثابت ہے۔ رضیع کی اولاد پر مرضعہ کی اولاد جائز ہے۔ بنابریں شخص مذکور کی اولاد اپنی ہمشیرہ کی اولاد پر حلال ہے۔ آپس میں ان کا نکاح درست ہے۔" (۴۷)

انجمن نعمانیہ لاہور کی اس چوبیسویں روئداد میں اعلیٰ حضرت کا مکمل جواب ایک رسالہ کی صورت میں ہے اور جس کا تاریخی نام "الجلی الحسن فی حرمتہ والداخی اللبن" (۱۳۳۰ھ) ہے شائع ہوا۔ روائدد میں اس فتوے کی سرخی "ایک بڑی غلطی کی اصلاح" لکھی گئی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز نے حسب روایت تفصیلی جواب سے قبل عربی زبان میں ایک خطبہ بھی لکھا جس میں اگرچہ امام احمد رضا خاں حمد و نعت و منقبت ہی لکھتے ہیں مگر نمایاں خصوصیت آپ کے خطبہ میں یہ ہوتی ہے کہ حمد و نعت میں آپ ایسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں کہ اس حمد و نعت میں مستفتی کو جواب بھی مل جاتا ہے۔ باقی تفصیل عام لوگوں کی فہم کے لئے ہوتی ہے۔ اس خصوصیت میں اعلیٰ حضرت بالکل منفرد ہیں۔ فقیر اس سلسلے میں بھی کام کررہا ہے اور ان خطبات کو انشاء اللہ یکجا کرکے جلد کتابی صورت میں شائع کیا جائے گا۔ پہلے خطبہ ملاحظہ کیجئے پھر چند اقتباسات بھی ملاحظہ کیجئے گا :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمدللہ الذی خلق الانسان فجعلہ نسباو مہرا وجعل

الرضاع کالنسب فوهب به محرمیته اخری والصلوة والسلام علی من هدانا للصواب و عد علیه جزیل الثواب فاعظم البشری و اوجب التثبت فی الافتا و حرم الاجترا فا وعد علیه وعید انکرا صلی اللہ تعالی علیه وسلم وعلی اله وصحبه والمنتمین الیه دنیا و اخری امین۔" (۴۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے اپنے فتوے میں جو روائداد کے صفحہ ۸۷ تا ۱۰۳ تک پھیلا ہوا ہے ۳۰ سے زیادہ نصوص سے اس نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ آپ کے جواب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے مسئلے میں اہل حدیث اور دیوبندی علما نے جواز ہی کے فتوے دیئے ہیں کیونکہ خود اعلیٰ حضرت اس کی تاریخ مرتب فرماتے ہیں۔ پہلے جواب کے ابتدائی کلمات ملاحظہ کیجئے :

الجواب : "اناللہ وانا الیہ راجعون (۳ دفعہ).. حرام قطعی حلال کردیا گیا' محارم سے زنا حلال کردیا گیا' چچا بھتیجی کا نکاح حلال کردیا گیا۔ پھوپھی بھتیجے کا نکاح حلال کردیا گیا۔ ماموں بھانجی کا عقد حلال کردیا گیا۔ خالہ بھانجے کا زنا حلال کردیا گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ماں بیٹے کا نکاح حلال کردیا گیا۔ باپ بیٹی کا زنا حلال کردیا گیا۔

اول یہ قیامت مرادآباد میں ایک وہابی خیال مولوی عالم صاحب نے اٹھائی اور غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین مع ذریات نے اس پر مہر لگائی۔ یہاں سے اس کا رد ہوگیا وہ پرانا سیانا رجوع کرگیا۔ اور دوسرا فتوی اس کی حرمت میں لکھا۔۔ اس کی تفصیل اسی زمانے میں رسالہ "سیف المصطفیٰ علی ادیان الافترا"" (۱۲۹۸ھ) میں لکھ دی گئی تھی۔اسی زنائے محارم کو حلال کرنے کی سخت اشد آفت کلکتہ سے اٹھی۔ کوئی صاحب مولوی لطف الرحمٰن برودانی ہیں انہوں نے جہاں بھر کے تمام علماء کو مخاطب کرکے ایک عربی طویل سوال چھپوایا اور یہاں بھیجا۔ بفضلہ تعالیٰ اس کے جواب میں یہاں سے عربی رسالہ "نقد البیان لحرمته ابنته اخی اللبنان" (۱۳۱۴ھ) اعلیٰ مباحث و دلائل و نصوص پر مشتمل تصنیف ہوکر بھیج دیا گیا۔

اب سہ بار یہ بلائے عظیم لاہور سے اٹھنے کو رہ گئی تھی۔ گویا ہر سولھویں سال اس وباں میں ابال آتا ہے۔ پہلے ۱۲۹۸ھ میں اٹھی پھر ۱۳۱۴ھ میں اب ۱۳۳۰ھ میں وہابیہ کو اپنے فتوے زیب دیتے تھے کہ ان کے قلوب اوندھے کردئے جاتے ہیں۔ مگر اس بار سخت تر ہے کہ ہمارے بعض سنی علماء نے اس میں شرکت کی اناللہ وانا الیہ راجعون (۴۹)

اعلیٰ حضرت نے اس کے بعد ۳۰ نصوص پیش کئے اور پھر پانچ پانچ دلائل اور وضاحتوں سے طرفین یعنی از جانب شیردہ و ازجانب شیرخوارہ کی طرز عدم جواز ثابت کیا۔ آخری پیراگراف ملاحظہ کیجئے :

"الحمدللہ اس روشن مسئلہ کا روشن تر کرنا جس طرح مقصود فقیر تھا کہ ہر ہر بات بچے بچے کرکے پڑھادی جائے' بروجہ اتم حاصل ہوگیا۔ احباب پر تو یہ سخت شدید عظیم فرض ہے۔ "السر بالسر والعلانیته بالعلانیته" معاملہ حرام قطعی کا ہے جس سے اغماض ناممکن تھا رجوع الی الحق میں عار نہیں بلکہ تمام ذی علی الباطل ہیں اور معاذاللہ اس باطل و مہمل فتوے پر عمل ہوکر اگر نکاح ہوگا تو یہ زنا اور زنا بھی کیا زنائے محارم۔ اس کا عظیم وبال تمام فتوے دہندوں پر رہے گا اور ہر حرکت اور ہر بوسہ ہر مس کے وقت روزانہ رات دن میں خدا جانے کتنے کتنے بار یہ کبائر و جرائم ان سب کے نامہ اعمال میں ثبت ہوتے رہیں گے۔

حدیث ! "من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ" (ابو داوٗد' الدرامی و حاکم)" (۵۰)

اعلیٰ حضرت کے اس رسالے پر جن علماء و مفتیاں نے تصدیقات قلمبند کی ہیں وہ بھی ان کے ساتھ چھپی ہیں۔ ان میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عبدالمصطفےٰ خاں قادری رضوی نوری' مولانا نواب مرزا عبدالغنی قادری' سنی حنفی بریلوی' مولانا عبدالرب عرف محمد رضا خاں' مولانا حکیم نعیم الدین مراد آبادی' مولانا عمر المراد آبادی' مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی' مولانا وصی احمد محدث سورتی حنفی اور ناظم انجمن نعمانیہ لاہور مفتی حکیم سلیم اللہ خاں وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

پروفیسر حاکم علی نقشبندی : مولوی حاکم علی موضع مکھویاں ضلع ہوشیار پور (انڈیا) کے ایک امیر سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے' والد کا نام پنجاب سنگھ اور آپ کا نام حاکم سنگھ تھا۔ آپ نے جوانی ہی میں مذہب اسلام قبول کرلیا اور اپنا نام حاکم علی رکھا۔ (۵۱) آپ کو حضرت سید میر جان کابلی نقشبندی مجددی (م ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) سے والہانہ عقیدت تھی ان ہی کی ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے اور بعد میں خلافت سے بھی نوازے گئے۔ پیرو مرشد کے وصال کے بعد لاہور میں خانقاہ حضرت ایشاں {۱۵} کی تولیت و نگرانی کے فرائض انجام دیتے رہے اور اسی درگاہ کے احاطہ میں ۱۹۴۴ء میں دفن ہوئے۔ (۵۲)

مولوی حاکم علی نے اسلامیہ کالج لاہور سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا جہاں آپ ریاضی کی تعلم دیا کرتے تھے۔ بعد میں اس کالج کے پرنسپل بھی مقرر ہوگئے۔ آپ انجمن حمایت اسلام کے بانیوں میں سے تھے اور کالج سے فارغ ہوکر سارا وقت تبلیغ دین اور صوفیا کی مجالس اور خانقاہ میں گزارتے تھے۔ آپ راسخ العقیدہ سنی حنفی تھے۔

آقا بیدار بخت پرنسپل دارالعلوم الشرقیہ لاہور جو مولانا حاکم علی کے شاگرد بھی ہیں۔ آپ کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

"مشرع اور متوازن بدن' سیاہ زلفیں' شانوں پر لٹکی رہتیں' ریاضی دان ہوتے ہوئے بھی اسلامی روایات کا بڑی پابندی سے احترام کرتے۔ خود تابع سنت' دوسروں کو تابع سنت رہنے کی تحق سے تلقین کرتے' عقیدہ کے معاملے میں کسی کو رو رعایت نہ کرتے۔ ریاضی میں اس قدر ماہر تھے کہ کلاس روم میں بڑے اعتماد سے بغیر کسی کتاب کے گھنٹوں پڑھاتے رہتے۔" (۵۳)

پروفیسر مولوی حاکم علی کی اسلامیہ کالج لاہور میں ملازمت کے دوران' تحریک ترک موالات سے متاثر ہوکر لاہور کی وہ درس گاہیں جو حکومت کی محکمہ تعلیم سے امداد حاصل کیا کرتی تھی امداد لینا بند کردی۔ اسلامیہ کالج بھی امداد لینے سے دست بردار ہوگیا مگر مولوی حاکم علی صاحب جو اگرچہ انجمن حمایت اسلام کے بانیوں میں سے تھے کالج کے اس فیصلہ کو غیر دانشمندانہ قرار دیا اور اس کے برعکس اپنا فتوی دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے امام احمد رضا خاں بریلوی سے رجوع بھی کیا جن سے آپ کے گہرے تعلقات تھے' آپس میں مراسلت بھی تھی اور کئی دفعہ آپ کا بریلی شریف جانا

بھی ہوا۔ {۴۶} اعلیٰ حضرت نے مولوی حاکم صاحب کے فتوے اور ان کے استفتاء کی روشنی میں ایک طویل فتویٰ آپ کی حمایت میں لکھ کر بھیجا جو رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۸۰ تا ۸۷ میں چھپا ہے۔ مولوی حاکم علی نے استفتاء ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں بھیجا تھا یہاں اس خط کی نقل اور اعلیٰ حضرت کے جواب کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔ تفصیل کے لئے رسائل رضویہ جلد دوم دیکھی جاسکتی ہی۔

مسئلہ : مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی۔ اے حنفی نقشبندی مجددی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

"آقائے نامدارا موید ملت طاہرہ مولانا و بالفضل اولنا جناب شاہ امام احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ'

پشت ہذا پر فتویٰ مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسرے نقل کی پشت پر اس کی تصیح فرماکر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ٹکٹ اگر ممکن ہوسکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں۔ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء منعقد ہونا ہے اس میں پیش کرنا ہے کہ دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے۔ ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑھا اٹکانے کی ٹھان لی ہے۔ للہ عالم حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوویں۔"

نیاز مند دعاگو

(حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء (۵۴)

اعلیٰ حضرت کے جواب کا اقتباس اور خلاصہ ملاحظہ کیجئے :

"موالات و مجرد معاملت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دنیوی معاملت جس سے دین میں ضرر نہ ہو سوائے مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ و امثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں ذمی تو معاملت میں مثل مسلم ہے..... غیر ذمی سے بھی خرید و فروخت اجارہ استیجار' ہبہ و استیجاب بشر و طہا جائز و خریدنا مطلقاً" ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانت حرب یا اہانت اسلام نہ ہو..... ایک حد تک معاہدہ و موادعت کرنا بھی اور جو جائز عہد کرلیا اس کی وفا فرض ہے اور غدر حرام...." (۵۵)

اعلیٰ حضرت دلائل دینے کے بعد الحاق اور گورنمنٹ کی گرانٹ سے متعلق لکھتے ہیں :

"وہ الحاق و اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لئے شرع میں اصلا" اصل نہیں' اور خود ان مانعین کی طرز عمل ان کے کذب دعوی پر شاہد' ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں ہے فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا' عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اورلینا حرام اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحن اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع اس الٹی عقل کا کیا علاج....." (۵۶)

مولوی حاکم علی کے ایک اور استفتاء پر کہ زمین حرکت کررہی ہے اعلیٰ حضرت نے ایک رسالہ "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" ۱۳۳۹ھ میں تصنیف فرمایا جس میں آیات قرآنی، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال فقہا و مفسرین سے زمین کی حرکت کا مکمل رد فرمایا اور فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کا بھی بھرپور تعاقب کیا اور اس کی ساتھ تین اور رسائل لکھے جن میں آسمان و زمین کی حرکت کو باطل قرار دیا وہ رسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین

(۲) فوز مبین در رد حرکت زمین

(۳) "الکلمتہ الملہم فی الحکمتہ المحکمتہ لوھاء الفلسفتہ المشمتہ"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں آپ کو مجاہد اکبر کہا کرتے تھے کیونکہ آپ اعلیٰ حضرت کے دلائل کے آگے فوراً رجوع فرمالیتے چنانچہ اس استفتاء کے ساتھ بھی یہ ہی ہوا کہ مولوی حاکم علی صاحب نے زمین کی حرکت کو تسلیم کیا مگر اعلیٰ حضرت نے اس کا رد کیا اور آپ نے اعلیٰ حضرت کے دلائل کو تسلیم کرلیا۔ اب اس استفتاء او رجواب کی چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از موتی بازار لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۴ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ

یاسیدی اعلی حضرت سلمکم اللہ تعالی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امابعد ! ...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا.... آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر (معنی) عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی۔ زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال ذلک فضل اللہ..... غریب نواز کرم فرماکر میرے ساتھ متفق ہوجاؤ تو پھر انشاء اللہ تعالی سائنس کو اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے......" (۵۷)

الجواب : "الحمدللہ الذی بامرہ قامت السماء والارض [۱۷] والصلوۃ والسلام علی شفیع یوم العرض والہ وصحبہ اجمعین۔

مجاہد کبیر مخلص فقیر حق طلب و حق پذیر سلمہ اللہ القدیر ! وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی..... ادھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرماگئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے۔ اب بھی اسی طرح چار ادمی کرسی پر بٹھاکر مسجد کو لے جاتے ہیں...... آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا الاسد الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد قبول کرلینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا۔ اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کرچکا ہوں یہ نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہاد اکبر ہے تو آپ اس طرح مجاہد اکبر ہیں....

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں، "کل فی فلک یسبحون" ○

ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیش نظر ہے "ان اللہ یمسک.......الخ" بے شک اللہ آسمان اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرک گیا تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بے شک وہ حکم والا اور بخشنے والا ہے....."

بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار اور سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ ائے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع سچے یہ ہے بحمداللہ شان اسلام۔ محبت فقیر' سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے یوں تو معاذاللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس داں کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں..... اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہدین ہیں یونہی سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے۔ (۸۷)

مولوی حاکم علی نقشبندی مجددی قدس اللہ سرہ العزیز نے کئی رسائل تحریر فرمائے جن میں دو بہت مقبول ہوئے ایک "قوانین قدرت" کے نام سے ہے جو آپ نے انجمن نعمانین لاہور کی ۲۰ ویں سالانہ جلسے ۱۳۳۵ھ میں تقریر کرتے ہوئے پڑھا بھی تھا جس کو اہل ذوق نے بہت سراہا (۵۹) دوسرا رسالہ آپ کا "قاطع المرتدین والفجار" کے نام سے شائع ہوتا تھا جس میں آپ نے اہلسنت سے اختلاف رکھنے والوں کے خلاف کئی مضامین شائع کئے اس رسالے کے سرورق پر جو اشعار ہوتے اس کا ایک بند ملاحظہ کیجئے :

محمد مصطفیٰ داری تو صدیق صفا داری
عمر عثمان ہم داری علی المرتضیٰ داری
تو غوث اعظم و شاہ بلا گردان ماداری
مجدد الف ثانی و مجدد حاضرہ داری
مگر نشنیدہ حاکم خداداری چہ غم داری(۶۰)

چودھری عزیزالرحمن : جناب عزیزالرحمٰن صاحب لائل پور کے ایک اسلامیہ ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے اور پھر لاہور تشریف لے آئے جہاں ان کا قیام لکڑہار اکبری منڈی میں رہا۔ آپ نے بی اے کی تعلیم حاصل کی تھی اور آپ کا اہلسنت کے علماء و فضلاء سے گہرا تعلق تھا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں سے نہ صرف عقیدت و محبت فرماتے تھے بلکہ آپ خود بھی امام احمد رضا خاں کو مجدد دین و ملت تسلیم کرتے تھے۔ آپ کی نظر تحریک ترک موالات پر بڑی گہری تھی اور آپ خود انگریزوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ جب مولوی حاکم علی کے استفتاء پر اعلیٰ حضرت کا فتویٰ چند شرائط کے ساتھ پروفیسر صاحب کے حق میں آیا تو وہ فتویٰ آپ کو سمجھ میں نہ آیا کہ اعلیٰ حضرت نے کیونکر شرائط کے ساتھ گورنمنٹ کی امداد کو کالج کے لئے برقرار رکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے تفصیل کے ساتھ

استفتاء بریلی شریف روانہ کیا اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت نے ایک معرکتہ الاراء رسالہ "المحجتہ الموتمنتہ فی ایتہ الممتحنتہ" (۱۳۳۹ھ) لکھا جو متعدد بار شائع ہوچکا ہے۔ استفتا کے اقتباسات ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از لاہور بڑی بساط لکڑہارا اکبری منڈی مسئولہ چودھری عزیزالرحمٰن صاحب بی اے سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ کالج ہائی اسکول۔ لائل پور ۱۲ ربیع الاخر ۱۳۳۹ھ

"جناب حضرت قبلہ و کعبہ مجدد دوراں حضرت احمد رضا خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ' اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ'

بعد حمد و صلوۃ واضح رائے عالی ہو کہ حضور کا فتویٰ جو مسٹر حاکم علی صاحب بی اے پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور کے خط کے جواب میں حضور نے ارسال فرمایا تھا پڑھ کر خاکسار کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ خاکسار آں حضور کو جیسا کہ لاکھوں کروڑوں پنجاب و ہندستان کے سنت وجماعت مجدد وقت مانتے ہیں اس زمانے کا مجدد مانتا ہوں اور میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اس عقیدے پر بفضل خدا رہا ہوں...... اس فتوے کو دیکھ کر میرے دل میں اضطراب پیدا ہوا اور میں نے یہ جرات کی ہے کہ جناب سے مفصل طور پر دریافت کروں...... مسٹر حاکم علی نے ایک عجیب طرز میں فتویٰ پوچھا اور حضور نے اس کے مضمون کے مطابق صحیح صحیح فیصلہ جواب میں بھیج دیا۔ یہ بالکل درست ہے کہ موالات و مجرد معاملات میں زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن دین کا نقصان کرکے دنیوی معاملات کہاں جائز ہے...... اس وقت ضرورت ایسے فتوی کی ہے جو صاف صاف لفظوں میں حالات حاضرہ پر نظر کرکے بغیر کسی شرائط کے لکھا جائے تاکہ ہر ایک عالم اور جاہل جو آپ کا پیرو ہو فوراً پڑھ کر جان لے کہ اس کے واسطے اب ایسا کرنا ضروری ہے۔ حالات حاضرہ حضور پر بخوبی روشن ہیں اور کچھ تھوڑے سے اوپر میں نے بیان کئے ہیں...... میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن اگر اس بارے میں کچھ ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں......"

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ حالات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ سے ترک موالات (عدم تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق رکھنا اندریں حالات چاہئے یا نہیں جواب باصواب سے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں فقط والسلام (۶۱)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی نے اس کا نہایت تفصیل سے جواب دیتے ہوئے ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ضخیم جواب تحریر فرمایا اور رسالہ کا نام "المحجتہ الموتمنتہ فی ایتہ الممتحنتہ" رکھا جس میں موالات' موالات صوریہ' آیتہ ممتحنہ کا بیان' موالات کی تقسیم' میل طبعی کا حکم' مدارت کا بیان' انگریزوں کو خوش کرنے کے بہتان کا رد' تمام غیر مسلموں سے اتحاد کی ممانعت' ترک معاملات' جہاد کے احکام و اقسام کا ذکر وغیرہ جیسے موضوعات پر تفصیل سے بحث کی ہے چند اقتباس ملاحظہ کیجئے :

الجواب : "مکرم کرم فرما سلمہ وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' رب عزوجل فرماتا ہے :

"خوشی خبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگاکر بات سنتے ہیں پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ

نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں......"

والعیاذ باللہ تعالیٰ مولوی حاکم علی صاحب کی تحریر میں کوئی تفصیل نہ تھی لہٰذا یہ جواب دینا ضروری ہوا' وہ الحاق و اخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ ہو اس کی طرف منجر تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز و حرام ہوگا۔

موالات مطلقاً" ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے' اگرچہ ذمی مطیع السلام ہو...... ملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے۔ جبکہ اس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام و شریعت ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے۔" (۶۲)

امام احمد رضا خاں کا یہ رسالہ تحریک ترک موالات سے متعلق پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جس سے آپ کی فکری صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور تحریر کو پڑھنے کے بعد یہ تاثر غلط ثابت ہوتا ہے کہ آپ انگریزوں کی حمایت کرتے تھے اور جہاد کرنے خلاف تھے کیونکہ اس میں آپ نے کھل کر انگریزوں کی مخالفت کی ہے اور جہاد فرض ہونے کی شرائط بھی بتائی ہیں۔ علم سیاسیات سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بھی یہ رسالہ بہت مفید ہے۔

مولانا ابوالفرح حکیم محمد عبدالحمید قادری رضوی : مولانا عبدالحمید صاحب کے متعلق تفصیلات حاصل نہ ہوسکیں البتہ کئی استفتا فتاوی رضویہ میں موجود ہیں جو آپ کی اعلیٰ حضرت سے محبت و عقیدت کے ساتھ ساتھ ارادت اور نسبت کی بھی نشاندہی کررہے ہیں کہ آپ مشرباً" قادری فقہ ہیں۔ لاہور میں جب "بزم حنفیہ" {۱۷} قائم کی گئی تو آپ اس کے سیکریٹری منتخب ہوئے اور بعد میں اس کے صدر اول بھی چنے گئے۔ بزم کے قیام کے بعد آپ نے ایک عریضہ اعلیٰ حضرت کو روانہ کیا جس میں انجمن بزم حنفیہ کی خدمت کے لئے استدعا کی گئی تھی اعلیٰ حضرت نے اس کا جواب دیا جو مولوی محرم علی چشتی صاحب کے استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے ذکر کیا ہے جو پچھلے صفحات میں مذکور بھی ہیں۔ یہاں مختصراً" وہ جواب دوبارہ ملاحظہ کیجئے۔

"مولوی سید دیدار علی و مولوی ابوالفرح عبدالحمید صاحب نے فقیر سے ایک انجمن قائم کرکے اس کی خدمت انجام دینے کو فرمایا۔ فقیر نے گزارش کی کہ جو کام اللہ عزوجل یہاں لے رہا ہے ضروری ہو یا نہیں؟ فرمایا سخت ضروری ہے۔ فقیر نے عرض کی دوسرے کوئی صاحب اس پر مقرر فرمادیجئے اور مجھ سے کوئی اور خدمت اہلسنّت لیجئے۔ فرمایا نہ دوسرا کوئی کرسکتا ہے نہ دس آدمی مل کر انجام دے سکتے ہیں۔ فقیر نے گزارش کی کہ پھر عذر واضح ہے۔" (۶۳)

مولوی عبدالحمید قادری صاحب نے کئی استفتا بریلی بھیجے تھے سب سے پہلا جو استفتاء روانہ کیا گیا وہ ۱۳۳۷ھ کا ہے جب آپ اس بزم کے جنرل سیکریٹری تھے۔ یہ استفتاء وراثت سے متعلق ہے اور آپ نے یہ استفتاء حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین بخاری خطیب و امام مسجد وزیر خاں کی تاکید پر اعلیٰ حضرت کو روانہ کیا اگرچہ لاہور میں کئی مفتیان موجود تھے اور وراثت کے مسئلہ کا حل وہ پیش کرسکتے تھے مگر مولوی اکرام الدین

نے تاکید یہ فرمائی کہ وراثت کے مسائل میں صحیح جواب کا اظہار صرف اعلیٰ حضرت کے قلم کو حاصل ہے چنانچہ استفتا روانہ کردیا گیا۔ یہا استفتا کے چند کلمات ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از بزم حنفیہ لاہور، مرسلہ محمد عبدالحمید صاحب سیکریٹری بزم مذکورہ ۲۹ ربیع الاخر شریف ۱۳۳۷ھ

"بحضرت فیض درجت عظیم البرکت، فاضل کبیر، کامل تحریر، امام العلماء المحققین، مقدام الفضلاء المدققین، عالم عظیم الشان اعلیٰ حضرت، مولنا المکرم، ذوالمجد والکرم، مولانا مولوی حاجی، صوفی، حافظ، مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوض ہم !

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ، مزاج مقدس

"آج یہ فقیر بہ ارشاد فیض رشاد فرمان واجب الاذعان سیدی و آقائی مولانا المحترم ذواللطف والکرم حضرت مولوی محمد اکرام الدین البخاری خطیب و امام مسجد وزیر خاں۔ خدمت میں اعلیٰ حضرت دام فیضہم کے چند سطور بتاکید مولانا ممدوح تحریر کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت اس مسئلہ متنازعہ کو بہ تشریح تامہ و تفصیل کاملہ صاف و شستہ، مبسوط تحریر فرماکر متنازعین کے شکوک کو بدلائل واضح رفع فرمادیں گے اور مولانا ممدوح نے یہ بھی فرمایا کہ اس مسئلہ کی مختلف صور کی مرجع و مفتی بہ اشکال کے اظہار کا حق صرف اعلیٰ حضرت کے قلم فصیح رقم کو حاصل ہے اور اس پر یہ اثبات حکم محکم فریقین متنازعین کے قلوب میں نورانی جوہر محبت بھرے گوہر ڈال دینے 'نااتفاقی و کشیدگی کے توہمات کو نکال دینے کا اعلیٰ حضرت ہی کو شرف حاصل ہے۔ پس بہ ارشاد مولانا ممدوح معروض بخدمت اقدس ہوں کہ جس ہبہ و تملیک کی رجسٹری بذریعہ گورنمنٹ ہوچکی ہے اور وہ برائے ملاحظہ حضرت بلفظہ نقل رجسٹری ہبہ شدہ ارسال خدمت ہے...... پس اس ہم مسئلہ کو مفصل و مشرح تحریر فرماکر مشکور فرمائیں۔" (٦٤)

اعلیٰ حضرت نے مدلل حوالا جات سے اس کا جواب دیا جو فتاوی رضویہ کی جلد ہشتم میں صفحہ ۱۰۸ تا ۱۰۹ دیکھا جاسکتا ہے۔ مولانا عبدالحمید صاحب کا ایک اور استفتاء ملاحظہ کیجئے اور اس استفتا کو بھی لاہور کے مفتیان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ چنانچہ اس کو بھی بریلی بھیجا گیا۔

مسئلہ : از بزم حنفیہ خواجگان منزل لاہور مسئولہ محمد عبدالحمید صاحب قادری رضوی ۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نامی قمرالدین عرصہ ۴۰ یوم سے فوت ہوگیا ہے۔ اب ذیل ورثاء موجود ہیں اس کا ترکہ کس طرح تقسیم ہونا چاہئے...... حضرت سلامت اس مسئلہ کو لاہور کے کسی مفتی نے ہاتھ نہیں لگایا لہٰذا بزم حنفیہ لاہور کے معرفت حضرت قبلہ مدظلہ العالی کے دارالافتاء اہلسنت وجماعت میں بھیجا جاتا ہے......" (٦٥)

فقیہ اسلام امام احمد رضا خاں نے ایسے سینکڑوں مسائل جو لاینحل تھے اور مفتیان اس کو حل کرنے میں مشکل محسوس کرتے اور بعض وقت جج حضرات بھی مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہوجاتے تو وہ امام احمد رضا خاں ہی کی طرف رجوع فرماتے اور آپ ان کا مدلل حل پیش فرمادیتے۔ چنانچہ ریاست بہاولپور کی عدالت میں چیف کورٹ محمد دین کی عدالت میں وراثت سے متعلق جب ایک پیچیدہ مسئلہ آیا جس کو آٹھ

مفتیان مل کر بھی حل نہ کرسکے بالآخر چیف کورٹ نے اعلیٰ حضرت سے رجوع کیا اور اعلیٰ حضرت نے انتہائی مبسوط مفصل فتویٰ اور حل لکھ کر بھیجا جو فتاویٰ رضویہ کی جلد یاز دہم میں (صفحہ ۱۹۵ تا ۲۶۰) موجود ہے۔ مولانا عبدالحمید صاحب کو جب اس لاینحل مسئلے کا جواب ملا ہوگا تو انہوں نے علمائے لاہور کو ضرور دکھایا ہوگا اور ان علماء کی آنکھوں کو ضرور ٹھنڈک ملی ہوگی۔ مولانا عبدالحمید کا ایک اور استفتاء اس فتاویٰ رضویہ کی یاز دہم جلد کے ص ۳۷۸ پر موجود ہے جو آپ نے ۱۳۳۸ھ میں روانہ کیا تھا جس وقت آپ بزم حنفیہ لاہور کے صدر اول تھے۔

مولوی صوفی احمدالدین : مولانا احمدالدین کے حالات بھی کتابوں سے حاصل نہ کئے جاسکے۔ البتہ آپ کے متعلق اتنا معلوم ہوسکا کہ آپ کا تعلق مسجد بیگم شاہی لاہور {۱۸} کے مدرسے کے ساتھ ساتھ انارکلی لاہور کے مدرسہ "تعلیم القرآن" سے بھی رہا اور ان مدارس میں آپ نے تعلیم بھی حاصل کی ہے کیونکہ جو استفتاء آپ نے بریلی شریف روانہ کیا اس میں اپنے آپ کو طالب علم لکھا ہے بعد میں وہ وہاں مدرس بھی ہوگئے آپ کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء فتاویٰ کی مختلف جلدوں میں موجود ہیں۔

صوفی احمدالدین کے کئی استفتاء فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں ان کی فہرست ملاحظہ کیجئے۔

(۱) فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۲۴
(۲) جلد پنجم حصہ سوئم ص ۸۷
(۳) جلد ششم ص (۸۶-۹۱)
(۴) جلد ہفتم ص ۹۲
(۵) جلد نہم ص ۷۰ ص ۱۹۲
(۶) جلد دہم حصہ دوم ص ۳۱۲

صوفی احمدالدین کاایک استفتاء اور اس کا جواب ملاحظہ کیجئے یہ استفتاء ہندوستان سے سے ہجرت سے متعلق ہے۔

مسئلہ : از لاہور مسجد بیگم شاہی مرسلہ مولوی احمدالدین صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ اکثر واعظین لوگوں کو ہجرت کرنے پر مجبور کررہے ہیں اس کے واسطے کیا حکم ہے۔"

الجواب : "شریعت مجبور نہیں کرتی ہندوستان میں بکثرت شعائر اسلام اب تک جاری ہیں تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بدستور دارالاسلام ہے۔" {۱۹}

"مابقیت علقتہ من علائق الاسلام فان الاسلام یعلو ولا یعلو کمافی جامع فصولین والد رالمختار وجلائل الاسفار' اور دارالاسلام سے ہجرت فرض نہیں۔"

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لاہجرۃ بعدالفتح"

اور یہ ہجرت جائز ہمیشہ تھی اور اب بھی ہے مگر عالم دین جس کے علم کی طرف یہاں کے لوگوں کو حاجت ہے اسے ہجرت ناجائز ہے۔ ہجرت درکنار اسے سفر طویل کی اجازت نہیں دیتے حتی کہ بزازیہ و تنویر الابصار و درمختار وغیرہ میں ہے۔

"فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغز فلیس لہ ذلک ولفظ الدر من صدر کتاب الجہاد و عجم فی البزازیتہ

السفر ولا یخفی ان المقید لیفید غیرہ بالاولی ! واللہ تعالی علم" (٦٦)

صوفی احمدالدین کا ایک اور استفتاء اوراس کا طویل جواب فتاوی رضویہ کی جلد ہشتم میں پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے یہاں اختصار کے ساتھ چند اقتباسات پیش کئے جارہے ہیں جن سے اہل لاہور کی اعلیٰ حضرت سے محبت اور تمام بددینوں سے نفرت کا اظہار کھل کر سامنے آتا ہے ملاحظہ کیجئے :

مسئلہ : از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ صوفی احمدالدین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

"الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ! امابعد یا علماء الملتہ وامنا الامتہ افیضو علینا من علومکم دام فیوضکم ! "

"اس ظالم گروہ کا کیا حکم ہے جن کے امام اول نے سلطان وقت سے باغی ہوکر مکہ معظمہ زاداللہ شرفا" پر تغلب کیا وہاں کے علماء کو تہ تیغ بے دریغ کیا ہے۔ مزارات اولیاء پر پاخانہ بنائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کو صنم اکبر سے تعبیر کیا۔ ائمہ مجتہدین اور فقہا و مقلدین کو "انہم ضلوا واضلوا" کا مصداق بنایا...... حضور پرنور عفو و غفور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرتا تھا.... اپنے متبعین کے سوا سب کو مشرک جانتا تھا...... بظاہر حنبلی بنتا تھا دعوی نبوت کا متمنی تھا...... ان کے امام الثانی نے پہلے امام کی کتاب التوحید کی ہندی شرح المسمی "تقویت الایمان" لکھی...... بعد میں تقویت الایمان کو پنجابی میں نظم کیا اس کا نام حصن الایمان رکھا...... پنجاب میں ہرکس و ناکس جولاہا' موچی دھنا وغیرہ جسے دو حرف پنجابی کے آتے تھے یہ کتابیں پڑھ کر اہل سنت والجماعت کو مخالف قرآن و حدیث و بدعتی و مشرک کہنے لگے...... اب آپ کی جناب سے استفتا یہ ہے کہ آیا یہ فرقہ وہابیہ مثل و دیگر فرق ضال روافض و خوارج وغیرہ کے ہیں یا نہیں...... ان کے پیچھے اقتدا ان کی کتب کا مطالعہ اور ان سے میل جول کا کیا حکم ہے....." (٦٧)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے اس استفتاء کا جواب ۳ صفحات پر دیا ہے اور یہ فتوی اہل لاہور کے مسلمانوں کے لئے ان کی اپنی حیات میں آخری پیغام کی حیثیت اس لئے رکھتا ہے کہ یہ استفتاء ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ کا ہے اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ میں ہی وصال ہوگیا اور عقائد کے سلسلے میں لاہور سے اس کے بعد کوئی تفصیل سے استفتاء نہ آیا۔ اس جواب میں اعلیٰ حضرت نے اہل لاہور کو اپنے عقائد پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور تمام بدمذہبوں سے دور رہنے کا حکم دیا تمام بدمذہبوں جیسے وہابی دیوبندی' چکڑ الوی' خاکساری' غیر مقلد' رافضی' مرزائی' نیچری وغیرہ سے ہر قسم کے میل جول سے منع فرمایا ہے اس کے لئے فتاوی کی چھٹی جلد کا ص ۸۹ سے ۹۱ کا مطالعہ اپنے عقائد کی درستگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کے چند اہم اقتباسات ملاحظہ کیجئے :

الجواب : "رب انی اعوذبک من همزت الشیطن واعوذبک رب ان یحضرون ○ یہ سوال کیا محتاج جواب ہے' خود ہی اپنا جواب باصواب ہے۔ سائل فاضل سلمہ نے جو اقوال ملعونہ ان خبائث سے نقل کئے ہیں ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفرد ارتداد مبین ہونا خود ضروری فی الدین و بدیہی عندالمسلمین......"

"ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل

(۱) سل سیوف الهندیته علی کفریات باباالنجدیته (۱۳۱۲ھ)

(۲) الکوکبته الشهابیته فی کفریات ابوالوهابیه (۱۳۱۲ھ)'

(۳) سبحن السبوح عن عیب کذب المقبوح (۱۳۰۷ھ)'

(۴) فتاوی الحرمین برجف ندوة المین ۱۳۱۷ھ

(۵) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

(۶) تمہید ایمان بایات قران (۱۳۲۶ھ)

(۷) خالص الاعتقاد (۱۳۲۸ھ)

(۸) انباالمصطفی بحال سر وخفی (۱۳۱۸ھ)

(۹) (قصیدة) الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ)وغیره

وغیرہ میں ہیں۔

والله الحمد ان کے پیچھے اقتدا باطل محض ہے۔ ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے...... ان سے میل جول قطعی حرام' سلام و کلام حرام' پاس بیٹھنا و بٹھانا حرام..... جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے...... مسلمانوں اللہ سے ڈرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کرو۔ اللہ عزوجل توفیق دے۔" (۶۸)

حضرت مولانا مفتی قاضی غلام گیلانی : قاضی غلام جیلانی بن قاضی نادر دین بن قاضی جنگ باز شمس آباد ضلع اٹک میں ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء عالیہ رامپور سے سند فضیلت حاصل کی۔ مولانا عبدالاول جونپوری ولد و خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری نے انہیں "محی الدین" کا لقب دیا۔ زبان کے ساتھ ساتھ قلم میں بھی بہت تاثیر تھی۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا سراج الدین (موسیٰ زئی شریف) کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ حج کے موقع پر شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی سے الحزب الاعظم اور دیگر وظائف کی اجازت خاص کی۔ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ/ ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو شمس آباد میں وصال ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔ (۶۹)

قاضی غلام جیلانی کے اعلیٰ حضرت سے گہرے مراسم تھے اور آپ کا بارہا بریلی شریف جانا ہوا اور ملاقاتیں ہوئیں مگر اس سلسلے میں کوئی شہادت حاصل نہ ہوئی کہ آپ کو اعلی حضرت سے خلافت حاصل تھی یا نہیں یا تبرکاً آپ نے کسی قسم کی اجازت حاصل کی یا نہیں۔ البتہ آپ نے اعلیٰ حضرت کے حکم پر دھوراجی کاٹھیاواڑ کے مدرسہ "فخر عالم" میں مدرس کے فرائض بھی انجام دیئے اس مدرسہ میں آپ کے فرزند حضرت مولانا قاضی عبدالسلا شمس آبادی ان دنوں طالب علم تھے (۷۰) آپ نے ۱۳۳۹ھ تک اس مدرسہ میں قیام فرمایا۔ آپ جب تبلیغی دوروں سے واپس شمس آباد تشریف لاتے تو دہلی میں اور لاہور میں ضرور قیام فرماتے۔ لاہور میں آپ کا قیام مولانا صوفی احمدالدین مدرس تعلیم القرآن انارکلی کے گھر ہوتا تھا۔ (۷۱) چنانچہ ایک قیام کے دوران آپ نے مستفتی کی حیثیت سے ایک استفتاء محعجی و مربی امام احمد رضا خاں کو بریلی سے لاہور بھیجا جن سے آپ کو بہت محبت تھی اور اپنی نسبت کی قوی رکھنے کے لئے اپنے نام کے آگے الرضوی لکھا کرتے تھے۔ (۷۲) آپ کا چونکہ علمائے لاہور میں شمار نہیں ہوتا اس لئے یہاں صرف اس استفتاء کا ذکر کررہا ہوں جولاہور سے بریلی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو روانہ کیا تھا۔ اس کو یہاں

ملاحظہ کیجئے ورنہ آپ کے متعدد استفتاء شمس آباد سے بریلی گئے ہیں اس کے ساتھ ساتھ آپ کے بھائی قاضی غلام ربانی نے بھی کئی استفتاء شمس آباد سے بریلی شریف بھیجے تھے ان دونوں علماء کا ذکر فقیر اپنے اگلے مقالے "امام احمد رضا خاں اور علمائے سرحد" میں تفصیل سے کرے گا اس وقت ان کے استفتاء تفصیل سے درج کئے جائیں گے۔ یہاں لاہور سے بھیجے گئے اس استفتاء کو ملاحظہ کریں جو انہوں نے صوفی احمد الدین کی قیام گاہ سے روانہ کیا تھا اس کا اقتباس ملاحظہ کریں۔

مسئلہ : از لاہور سٹی بازار انارکلی مدرسہ تعلیم القرآن معرفت مولوی احمدالدین صاحب مرسلہ مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

بجناب مستطاب حضرت عالم اہلسنّت وجماعت مجدد مأۃ حاضرہ زید فضلہم

"بعد نیاز مندی عقیدت مندانہ درمختار باب الولی میں ہے "وللولی الاعتراض فی غیرالکفو مالم تلو لاثلا یضیع الولد......" بعد ولادت بھی بنا پر ظاہر الروایات ولی کو اعتراض ہے فسخ کے لئے اور امام حسن کی روایت مفتی بہا پر ابتداء ہی سے بطلان نکاح کا حکم باقی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولادت حق اولیاء کی مسقط نہیں اور یہی خادم الاقدام کا مقصود بھی ہے۔ اس بارہ میں حضور کو تکلیف تو ہوگی مگر حضور کے تو کل اوقات ہی اس کام کے لئے واقف ہیں........

حضور فیض النور اس عریضہ کا جواب اس پتہ پر ارشاد فرمائیں ۸ تاریخ سے اگر ایک دو روز اول جواب پہنچے تو فقیر اس تحریر منیر کو جلسہ علما میں پیش کردے امید تو پختہ ہے کہ علما بھی مان لیں گے ورنہ حاکم فیصلہ تسلیم کرلے گا۔ ایسی حالت میں کہ مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہوگئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض الاولیاء ہے یا نہ بینوا توجروا۔" (۷۳)

الجواب : "بسم اللہ الرحمن الرحیم ! نحمدہ' ونصلی علی رسولہ الکریم'

بملاحظہ مولانا المکرم ذی المجد والکرم والفضل الاتم مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب اکرام اللہ تعالیٰ و تکرم

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ! مجھے ۲۷ محرم سے یکم ربیع الاول شریف تک بخار کے دورے ہوئے ہیں جن میں بعض بہت شدید تھے۔ اب تین روز سے برکت دعا حباب بخار تو نہیں آیا مگر ضعف بدرجہ غایت ہے....."= (۷۴)

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے تفصیل سے جواب دیا ہے جو فتاوی رضویہ کی جلد ۵ حصہ سوم ص ۸۸-۸۹ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ان استفتاء کے علاوہ دیگر جن مفتیوں نے لاہور سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کو اپنے استفتاء بریلی شریف ارسال کئے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ از لاہور مسئولہ گلاب خلیفہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۶۰۱)

۲۔ از لاہور مسجد سادھوان مرسلہ پیر جی عبدالغفار صاحب زید الطفہ ۲۵ صفرالمظفر ۱۳۳۶ھ (جلد ۷ ص ۲۵/۲۴)

۳۔ از دفتر محکمہ زراعت پنجاب لاہور مسئولہ محمد نصراللہ صاحب ۲ محرم ۱۳۳۹ھ (جلد ۸ ص ۲)

۴۔ مرسلہ بھولا گھمہار دوکاندار سیراؤں ڈاکخانہ پٹی

تحصیل قصور ضلع لاہور ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ (جلد ۸ ص ۳۱۷/۳۱۸)

۵۔ از لاہور حویلی میاں خاں نزد مکان حکیم محمد انور صاحب مرسلہ اللہ دیا شاعر (جلد ۹ ص ۱۶/۱۷)

۶۔ از ججہ کلاں ڈاک خانہ ضلع لاہور براستہ چھانگا مانگا سب آفس بلوکی مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ (جلد ۹ ص ۳۷۴)

۷۔ از موضع مزنگ لاہور بڑا بازار مسئولہ اللہ دتہ زرگر ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ (جلد ۱۰ حصہ دوم ص ۲۷۳)

۸۔ از لاہور محلہ سادھوان مرسلہ میاں تاج الدین خیاط ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (جلد ۶ ص ۱)

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی حنفی سنی بریلوی کا وصال مبارک ۲۵ صفرالمظفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ اس موقع پر شہر لاہور کے ایک اخبار "پیسہ" نے اپنے اداریہ میں ایک تعزیتی نوٹ لکھا تھا جو نہ صرف لاہور بلکہ اہل پنجاب کے مسلمانوں کے دلوں کی ترجمانی تھی۔

"آپ ہندوستان میں علوم اسلامیہ و دینیہ کے آفتاب تھے' بڑے فاضل اور متبحر جید عالم..... آپ کی وفات سے ہندوستان کی ایک ایسی برگزیدہ ہستی اٹھ گئی جس کی خالی جگہ پر کرنا ناممکن نظر آتا ہے۔"

(اخبار پیسہ شمارہ ۲ نومبر ۱۹۲۱ء لاہور)

حواشی

[۱] لاہور ایک قدیم اور تاریخی شہر ہے۔ تاریخ میں اس کو لہور اور لوہار بھی لکھا گیا ہے۔ تیموریہ دور میں اسلام کو یہاں استحکام حاصل ہوا۔ مغل عہد میں شہر لاہور کے اردگرد ایک فصیل اور تیرہ دروازے بنائے گئے تھے۔ یہ دروازے آج بھی موجود ہیں اور آبادی ان دروازوں کے نام سے منسوب ہوگئی ہے مثلاً لوہاری دروازہ، شیرنوالہ درواز، ٹیکسالی دروازہ، دہلی دروازہ وغیرہ وغیرہ۔

اسلامی عہد کی کتاب حدود العالم جو مروزی نے ۳۷۲ھ میں لکھی اس شہر کا ذکر ملتان کے حاکم کی سلطنت میں کیا ہے۔ برصغیر کے مشہور ترین بزرگ شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش (م ۴۶۵ھ) نے اس شہر میں قدم رنجہ فرمایا اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا آج بھی آپ مرجع الخلائق ہیں۔ سلطان محمود غزنوی نے ۹۱۲ھ میں لاہور فتح کیا پھر غوریوں کی حکومت ۱۱۸۶ھ-۱۲۹۰ء تک رہی اس کے بعد خلجی اور تغلق خاندان ۲۵۰ برس حکومت کرتا رہا اس دوران لاہور تاتار خانیوں کے ہاتھوں کئی بار تاخت و تاراج ہوا۔ سلطان مبارک شاہ نے لاہور کو صحیح معنوں میں دوبارہ تعمیر کیا۔ لودھیوں کے زمانے میں بھی لاہور کو شہرت حاصل رہی البتہ مغل عہد میں اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ شہنشاہ اکبر نے لاہور قلعہ کی تعمیر کروائی پھر شہنشاہ اورنگ زیب نے بادشاہی مسجد کی تعمیر کروائی۔ دور جہانگیر میں مسجد وزیر خاں اور بیگم شاہی مسجد کی تعمیریں ہوئیں اور کئی دینی مدارس قائم ہوئے۔ مغل دور کے بعد لاہور سکھوں کے قبضہ میں رہا پھر انگریز نے حکومت کی اور پھر اب ۱۹۴۷ء سے مملکت پاکستان کا حصہ ہے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص ۱۲۹۶)

لاہور ہی وہ تاریخی شہر ہے جہاں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ بادشاہی مسجد سے قریب تاریخی مینار اس کی آج بھی یادگار ہے۔

لاہور کی بادشاہی مسجد وہ تاریخی مسجد ہے جس میں ۱۹۷۲ء میں تمام اسلامی ممالک کے سربراہوں نے اسلامی کانفرنس کے موقع پر ایک ساتھ نماز جمعہ ادا کی تھی جو تاریخ کا ایک سنہرہ باب ہے۔ قرارداد پاکستان کا عمل چونکہ اس شہر میں ہوا اس لحاظ سے اس شہر کو پاکستان کے قیام کے سلسلہ میں روح پاکستان سے تعبیر کیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس شہر کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ ایک موقع پر دو قومی نظریہ اور تحریک پاکستان کے اول داعی اور خواب پاکستان کے داعی یعنی امام احمد رضا خاں محدث بریلوی اور سر ڈاکٹر محمد اقبال دونوں انجمن نعمانیہ کے ایک جلسہ میں ایک ساتھ موجود تھے اور ڈاکٹر اقبال نے متاثر ہوکر امام احمد رضا خاں کو اپنے دور کا امام ابوحنیفہ قرار دیا۔

[۲] جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدظلہ العالی نے "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" لاہور کی علمی تاریخ پر ایک گراں قدر کتاب تحریر فرمائی ہے جو ۴۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے لاہور کی تاریخ کے سلسلے میں ۱۲۵ صفحات پر مشتمل مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں لاہور کے علماء و مشائخ کی علمی دینی خدمات کا قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے اپنی اسی کتاب کے ص ۹۱ پر لاہور کی علمی رونقوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں جانے والے علماء و مشائخ لاہور کی علمی رونقوں میں اضافہ کرتے اور پھر سرچشمہ علم و فن سے جھولیاں بھرتے اور کچھ یہاں طالبان علم کو بخشتے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت بابا فرید الدین گنج بخش، حضرت

محمد اسحاق گازرونی، سید یعقوب زنجانی اور ان کے جلیل القدر معاصرین نے لاہور کی علمی اور روحانی دولت میں اضافہ کیا۔ تیموریوں کا زمانہ دراصل لاہور میں علوم و فنون کی اشاعت کا زرین دور تھا۔ اس زمانے کے لاہور کو بغداد، قرطبہ اور شیراز کا ہم پایہ کہا جاسکتا ہے۔"

مولانا اقبال احمد فاروقی دارالشکوہ کی کتاب "سفینتہ الاولیاء" کے حوالے سے ص ۱۰۸ پر رقم طراز ہیں۔

"لاہور ایک نہایت معزز اور ممتاز شہر ہے اس کا ثانی روئے زمین پر نہیں۔ آج یہ شہر اولیاء، صالحین، علماء، فضلاء اور شعراء کا مرکز بنا ہوا ہے۔ یہاں بہت سے مشائخ اور اولیاء کے مزارات ہیں۔ شہر لاہور کے محلہ تلہ میں تین ہزار حافظان قرآن موجود ہیں۔"

حضرت پیر غلام دستگیر نامی (م ۱۳۸۱ھ) نے بھی لاہور کے ۱۵۰ سے زیادہ علماء و مشائخ اور اولیاء اللہ کا ایک تذکرہ "بزرگان لاہور" کے نام سے قلمبند کیا تھا جس کو نوری بک ڈپو نے شائع کیا ہے جو ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

جناب اقبال احمد فاروقی صاحب نے میرے اس مقالے کے سلسلے میں بہت تعاون کیا اور جب یہ مقالہ معارف کے لئے کمپوز ہوچکا اس وقت آپ نے مولوی محرم علی چشتی کے حالات فقیر کو ارسال کئے۔ فقیر آپ کا ممنون ہے۔

(مجید)

[۳] حضرت مولانا محمد ظفرالدین قادری رضوی (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) نے حیات اعلیٰ حضرت میں امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے خاندانی حالات کا ذکر کرتے ہوئے شش محل کا ذکر کیا جائے آپ رقم طراز ہیں :

"عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں ابن حضرت مولانا نقی علی خاں ابن مولانا رضا علی خاں ابن مولانا حضرت محمد کاظم علی خاں ابن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خاں ابن حضرت محمد سعادت یار خاں ابن حضرت محمد سعیداللہ خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور کے اباؤاجداد قندہار کے قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے۔ شاہان مغلیہ کے عہد میں وہ لاہور آئے اور معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے۔ لاہور کا شش محل انہیں کی جاگیر تھا۔"

امام احمد رضا خاں کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) ابن مولانا استاذ زمن حضرت محمد حسن رضا خاں قادری بریلوی (م ۱۳۲۶ھ) نے سیرت اعلیٰ حضرت میں اپنے خاندان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے :

"یہ روایت اس خاندان میں سلف سے چلی آرہی ہے کہ اس خاندان کے مورث اعلیٰ والیان قندھار کے خاندان سے تھے۔ شہزادہ سعیداللہ صاحب ولی عہد حکومت قندھار کی والدہ کا انتقال ہوچکا تھا سوتیلی ماں کا دور دورہ تھا تو انہوں نے اپنے بیٹے کے لئے ولی عہد کی جگہ حاصل کرنے کے سلسلے میں ان باپ بیٹوں میں اتنا نفاق کرادیا کہ شہزادہ سعیداللہ خاں صاحب ترک وطن پر مجبور ہوگئے۔ ان کے چند دوستوں نے بھی اس ترک وطن میں ان کا ساتھ دیا۔ یہ ساری جماعت قندہار سے لاہور آگئی۔ لاہور کے گورنر نے دربار دہلی کو اطلاع دی کہ قندھار کے ایک شہزادے صاحب کسی کشیدگی کی وجہ سے ترک وطن کرکے لاہور آگئے ہیں اس کے جواب میں ان کی مہمان نوازی کا حکم ملا اور لاہور کا "شش محل" ان کو رہائش کے لئے عطا ہوا جو آج بھی موجود ہے۔"

(سیرت اعلیٰ حضرت ص ۴۰)

[۴] مفتی تقدس علی خاں ولد مولانا سردار ولی خاں ولد مولانا ہادی علی خاں ولد مولانا رضا علی خاں (جد امجد امام احمد رضا خاں) ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ امام احمد رضا خاں اور دیگر علمائے سے کسب علم کیا۔ اعلیٰ حضرت سے مرید ہوئے اور مفتی حامد رضا خاں کے خلیفہ اور داماد ہوئے۔ پاکستان میں آپ نے پیر جو گوٹھ میں مدرسہ راشدیہ کی سرپرستی فرمائی اور ۳۵ سال تک شیخ الحدیث رہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس میں شریک رہے۔ پاکستان کی تمام تاریخی کانفرنسوں میں بھی شرکت فرمائی۔ مجلس رضا کی طرف سے ہر سال امام احمد کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لے جاتے۔ لاہور میں آپ کے چھوٹے بھائی مولانا مفتی اعجاز ولی خاں (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) حزب الاحناف اور جامعہ نظامیہ رضویہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا خاں کی ۱۹۸۰ء تا وصال سرپرستی فرماء۔ راقم کو حضرتؒ کے ساتھ صحبت حاصل رہی اور ہمیشہ دعاؤں سے نوازا۔

(مجید اللہ قادری "یادگار سلف" مطبوعہ ۱۹۹۱ء)

[۵] امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے یہ فتویٰ مولانا مولوی اکرام الدین صاحب بخاری امام و خطیب مسجد وزیر خاں کے استفسار پر ۱۳۳۰ھ میں دیا تھا اور اس کا تاریخی نام "الجلی الحسن فی حرمتہ ولد اخی اللبن" رکھا تھا۔ یہ فتویٰ انجمن نعمانیہ کے چوبیسویں سالانہ جلسہ ۱۹۱۲ء کی روئداد کے ساتھ شائع ہوا تھا اس کی تفصیل مولانا اکرام الدین کے حالات کے ساتھ لکھوں گا۔ یہ کسی نوجوان مفتی کے فتوے کے رد میں رسالہ لکھا گیا ہے جس نے ان دو بھائی بہنوں کی اولاد کا نکاح جائز قرار دے دیا جس بھائی نے اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہوا تھا۔ اس فتوے کو علمائے دیوبندی کے مفتیان کی حمایت بھی حاصل ہوگئی۔ چنانچہ جب اعلیٰ حضرت سے استفسار کیا گیا تو آپ نے اس کو قطعاً" حرام قرار دیا۔ یہ روئداد راقم کو دعوت اسلامی کے کراچی میں تین روزہ اجتماع کے موقع پر اس سال ۱۹۹۶ء میں لاہور کے ایک صاحبزادے جناب لیٰسین قادری صاحب سے فوٹو اسٹیٹ کاپی حاصل ہوئی۔

(مجید)

[۶] خلیفہ تاج الدین احمد صاحب انجمن نعمانیہ کے بانی اراکین سے ہیں اور دبیر ثانی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ لاہور میں چیف کورٹ پنجاب کی عدالت کے مختار عدالت تھے۔ آپ انجمن کے سالانہ جلسوں کے انعقاد کے موقع پر علماء و فضلاء کو تحریری دعوت نامہ بھیجتے تھے۔ چنانچہ ایک حوالہ میسر آیا جس میں مولانا تاج الدین نے مولانا محرم علی چشتی کے ساتھ ۱۳۳۲ھ کے سالانہ جلسہ کے لئے پیر صاحب گولڑہ شریف کو دوبارہ ۲۶ ویں جلسے میں شرکت کی دعوت دی اگرچہ حضرت مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ۲۵ ویں جلسہ میں تقریر فرماچکے تھے جس میں مولانا وصی احمد محدث سورتی صاحب بھی شریک محفل تھے۔ پیر صاحب نے معذرت کا اظہار کیا اور خط میں دونوں حضرات کو خطاب کیا۔

"مہربان من چشتی صاحب و مولوی تاج الدین احمد صاحب ! بعد اہدائے سلام مسنون عذر عدم تعمیل عنایت نامہ درباب شمولیت جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور شرح رسانند...... مہر علی شاہ عفی عنہ"

(مکتوبات طیبات ص ۲۱۶ لاہور)

پیر صاحب گولڑہ شریف کی انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء کی تقریر کے موقع پر حضرت مولانا وصی احمد سورتی صاحب بھی موجود تھے۔ تقریر سن کر آپ نے فرمایا سبحان اللہ حضرت نے ابتداء میں ایسی بلند پرواز فرمائی کہ ارباب علم کو بھی محو حیرت کردیا اور آخر میں اس قدر عام فہم مسائل فقہ پر گفتگو فرمائی کہ عوام کو بھی مضمون ذہن نشین کروادیا۔"

(مہر منیر مولف مولانا فیض احمد فیض ص ۴۶۴)

خلیفہ تاج الدین کے نام اعلیٰ حضرت کا خط "حیات اعلیٰ حضرت" اور "مکتوبات امام احمد رضا" میں موجود ہے۔

(مجید)

[۷] شیخ المشائخ، امام الفضلاء، مرجع العرفا حضرت مولانا خواجہ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری ابن حضرت غلام مصطفیٰ ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں قصور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد عرب سے ہجرت کرکے پہلے سندھ اور بعد میں قصور میں آکر آباد ہوگئے۔ آپ نے اپنے ہم بزرگوار حضرت خواجہ شیخ محمد سے تمام علوم حاصل کئے اور ساتھ ہی آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بعد میں خلافت سے بھی سلسلہ قادریہ میں نوازے گئے۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں شاہ غلام علی دہلوی (م ۱۲۴۰ھ) سے بیعت حاصل کی۔ علم حدیث کی سند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) سے حاصل کی۔ آپ نے قصور کو رشد و ہدایت کے لئے مرکز بنایا۔ دور دراز علاقوں کا سفر بھی کیا۔ سکھوں کے پنجاب پر مسلط ہونے کے باوجود آپ نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ پنجابی اور اردو کے علاوہ فارسی اور عربی زبان میں بھی روانی کے ساتھ کلام فرماتے اور نعتیہ کلام بھی کہتے۔ آپ کا وصال ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں ہوا۔

(تذکرہ اکابر علمائے اہلسنت ص ۳۴۳-۳۴۷)

[۹] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے ابومحمد صادق میرٹھی کے استفسار پر جس میں آپ سے "براہین قاطعہ" کے مولف مولوی خلیل احمد بیٹھوی کی امکان کذب باری تعالیٰ سمیت کئی عبارات کے سلسلہ میں پوچھا گیا تھا کہ ایسی لکھی گئی عبارات پر اعتقاد رکھنا کیسا ہے تو اعلیٰ حضرت نے ایک طویل اور مبسوط رسالہ بعنوان "سبحن السبوح عن عیب کذب المقبوح" ۱۲ ربیع الاخر بروز جمعہ ۱۳۰۷ھ میں مکمل کیا یہ فتاوی رضویہ کے جہازی سائز کے صفحہ ۲۱۲ تا ۲۷۴ پر مشتمل ہے۔ آپ نے اس رسالے میں ۳۰ نصوص اور دلائل قطعیہ سے ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور اس کے محال بالذات ہونے پر تمام ائمہ امت کا اجماع ہے۔ امام احمد رضا خاں اپنے اس رسالے کی تکمیل کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ "الحمدللہ یہ مبارک رسالہ موجز بحجالہ باوجود کثرت اشغال تحریر مسائل و ترتیب رسائل تیرہ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ اور تئیس دنوں میں صاف و صبیفہ ہوکر مکمل ہوا" آگے چل کر لکھتے ہیں واللہ الحمد ! "کہ آج اس مبارک رسالے سنت کے قبالے زنگ صدق جمانے والے رنگ کذب گمانے والے سے علوم دینیہ میں تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا۔ وللہ الحمد وہاب العطایا

اعلیٰ حضرت اپنے فتاویٰ میں اکثر مقامات پر اپنی تصنیفات اور تالیفات کی تعداد کا ذکر فرماتے ہیں چنانچہ چند اور مقامات پر فقیر کی نظر پڑی جس کو نوٹ کرلیا گیا۔ ۱۳۱۳ھ میں یہ تعداد ۱۴۰ تک پہنچ

گئی (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ ص ۲۳۵) اس کے بعد ۱۳۱۹ھ میں یہ تعداد (۱۹۰) ہوئی (ایضاً")، ۱۳۲۴ھ میں یہ تعداد ۲۰۰ سے تجاوز کرگئی (الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ۱۳۲۴ھ) فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم کی اشاعت کے وقت یہ تعداد پانچ سو سے زیادہ تجاوز ہوگئی (جلد دوم ص ۲۳۵)۔ جبکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق یہ تعداد آپ کے وصال ۱۳۴۰ھ کے وقت ۱۰۰۰ سے زیادہ تھی۔

[۹] مدرسہ حمیدیہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے قائم کیا اور اس کے بانی خلیفہ حمیدالدین صاحب کے نام سے منسوب کیا۔ اس انجمن کی بنیاد خود خلیفہ حمیدالدین نے ۱۸۸۴ء میں رکھی تھی۔ آپ کے ساتھ اس انجمن حمایت اسلام اور اس مدرسہ میں کئی علما نے خدمت انجام دیں۔ سرفہرست مولانا غلام اللہ قصوری (م ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء)، مفتی عبداللہ ٹونکی، مولانا محمد ذاکر بگوی (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء) صدر مدرس اور مولانا اصغر علی روحی (۱۳۷۳ھ/۱۹۵۴ء) قابل ذکر ہیں۔ یہ مدرسہ ۱۹۱۰ء تک قائم رہا۔ غالباً یہی خلیفہ حمیدالدین انجمن نعمانیہ لاہور کے بھی بانی رکن ہیں۔ آپ کا وصال غالباً ۱۸۹۸ء سے قبل ہوا کیونکہ ۱۸۹۸ء کے سالانہ انجمن نعمانیہ کے جلسے میں ایک نظم مرزا ارشد گود گانی نے سنائی تو اس نظم میں خلیفہ حمیدالدین صاحب کا ذکر کیا گیا اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے :

یاد آجاتا ہے ہر وقت ہمیں روئے حمید
جلوہ گر دل میں ہوا ہے رخ نیکوئے حمید

قلب میں بیٹھا ہوا ہے اثر خوئے حمید
کاٹ شمشیر کرجائے ہیں ابروئے حمید

(تعارف دارالعلوم نعمانیہ ص ۳۳)

[۱۰] سید دیدار علی شاہ الوری نقشبندی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ہیں جو انجمن نعمانیہ کے دارالعلوم کے شیخ الحدیث بنے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے ایک اور شاگرد اور خلیفہ مولانا مفتی محمد غلام خان قادری ہزاروی بھی ۱۳۴۰ھ کے بعد اس مدرسہ کے شیخ الحدیث بنے۔ تاریخ میں ایک اور نام حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی (م ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) کا بھی ملتا ہے جو ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۳ء مدرسہ نعمانیہ کے شیخ الحدیث رہے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے تلامذہ میں سے ہیں کیونکہ قرآن مجید اور چند ابتدائی کتب آپ نے اعلیٰ حضرت سے پڑھی تھیں۔ آپ اعلیٰ حضرت کے چچا مولانا ہادی علی خاں کے پوتے ہیں اور مفتی تقدس علی خاں کے چھوٹے بھائی ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت کے تلامذہ خلفاء نے اس تاریخی مدرسہ کی بھرپور خدمت انجام دی۔

انجمن نعمانیہ کے اس مدرسہ نے سب سے زیادہ ترقی اس وقت حاصل کی جب مفتی غلام احمد ولد شیخ احمد (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۷ء) یہاں صدر مدرس مفتی اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ اپنے وقت کے فقیہہ النفس تھے اگر انجمن کی روئداد اور ماہنامہ سے ان کے فتاویٰ نکال کر مرتب کئے جائیں تو یہ ایک ضخیم فتاویٰ اہلسنت کو حاصل ہوگا۔ ان حضرات کے علاوہ مفتی محمد یار خلیق فاروقی (م ۱۹۵۶ء/۱۹۳۷ء) نے بھی اس مدرسہ میں مفتی اور شیخ الحدیث کی حیثیت سے خدمت انجام دی ہے۔

(مجید)

[۱۱] مسجد وزیر خاں کی بنیاد لاہور میں نواب وزیر خاں نے شاہجہانی دور میں ۱۰۴۴ھ میں رکھی تھی اور جلد ہی ۱۰۵۱ھ میں یہاں مدرسہ بھی قائم کردیا گیا۔ نواب صاحب نے مدرسہ کی مالی اعانت کے لئے اپنی بڑی جائداد وقف کردی تھی اور اس اسلامی درس گاہ کے لئے ہر شعبہ کو خوب مزین کردیا تھا۔ یہاں تک کہ جلد سازیں' قلم کاروں' کاتبوں کو دکانیں اور حجرے تک مہیا کئے گئے تھے۔ یہ مسجد اور مدرسہ اہل علم کی نگاہوں کو بہت متاثر کرتا تھا۔ چنانچہ دنیا بھر کے سیاح اس کے حسن انتظام کو دیکھ کر محو حیرت رہ جاتے۔ سکھوں کے اقتدار سے قبل تک بڑی شان و شوکت سے مدرسہ چلتا رہا مگر سکھوں نے اپنے دور اقتدار میں اس کو مکمل برباد کردیا تھا۔ پھر دوبارہ جب مسلمانوں کا اس پر قبضہ ہوا تو مسجد کی بہاریں تو واپس لوٹ آئیں مگر مدرسہ اس نہج پر دوبارہ نہ آسکا۔ آج بھی مسجد وزیر خاں کو لاہور میں ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے اور ہر زمانے میں یہاں اکابر علماء خطیب مقرر ہوئے ہیں۔ انھیں میں مولونا سید دیدار علی شاہ الوری اور آپ کے فرزند بھی شامل ہیں اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کے ایک اور مستفتی اور لاہور شہر کے ہردلعزیز مفتی اور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد اکرام الدین بخاری بھی شامل ہیں۔ان دنوں مفتی خلیل احمد برکات ابن ابو البرکات سید احمد قادری علیہ الرحمتہ امام و خطابت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مسجد سے باہر صحن میں حضرت شاہ اسحاق گازرونی قادری (م ۷۸۶ھ) معروف بہ حضرت میراں بادشاہ کا مزار ہے اور مسجد کے باہر مشرقی دروازے کے سامنے سید صوفی فیض بخش سہروردی (م ۷۸۶ھ) کا مزار بھی ہے۔

(مجید)

[۱۲] حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری ابن سید دیدار علی شاہ الوری ۱۳۱۶ھ/۱۹۰۶ء میں ریاست الور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم الور میں مدرسہ قوت اسلام میں والد ماجد اور دیگر علماء سے حاصل کی اور مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے مدرسہ میں بھی تعلیم حاصل کی اور والد ماجد سے درس حدیث کی تکمیل کی۔ اپنے والد ماجد اور استاد محترم مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کے ساتھ بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے سند خلافت حاصل کی اور کئی سال اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔ فتاوی رضویہ کی جلد اول جب حسنی پریس بریلی میں طبع ہونا شروع ہوئی تو آپ ہی اس کام کی سرپرستی فرمارہے تھے۔ رسالہ سواد اعظم کا پہلا شمارہ بھی مرادآباد سے آپ کی ادارت میں جاری ہوا۔ آپ غالباً ۱۹۲۳ء میں لاہور تشریف لائے اور یہاں اعلیٰ حضرت کے مسلک حقہ کی ایک خلیفہ اور شاگرد کی حیثیت سے خدمات انجام دی اور مسلک کا بول بالا کیا۔ پہلے مسجد داتا گنج بخش پھر مسجد وزیر خاں اور پھر مدرسہ حزب الاحناف میں رہ کر ۵۰ سال تک لاہور اور دیگر پنجاب کے علاقوں میں خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔ تحریک پاکستان' تحریک ختم نبوت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ آپ کا وصال ۱۳۹۸ھ میں ہوا اور مزار مبارک حزب الاحناف مدرسہ کے احاطے میں ہے۔

(مجید)

[۱۳] مولوی ظفر علی خاں دیوبندی عقائد کے پیروکار تھے۔ آپ نے اپنا اخبار "زمیندار" لاہور سے نکالا۔ مولانا سید دیدار علی شاہ الوری نے جب مدرسہ "حزب الاحناف" قائم کیا تو مولوی ظفر علی

نے محض اعتقادی اختلاف کی بنا پر آپ کے خلاف اپنے اخبار میں سوقیانہ نظمیں لکھیں۔ مولوی ظفر علی اکثر و بیشتر سید دیدار علی اور دیگر علمائے اہلسنت کے خلاف ہجوگوئی سے کام لیتے مگر مولانا سید دیدار علی جو امام احمد رضا خاں کے صحبت یافتہ تھے اپنی جگہ ڈٹے رہے اور مولوی ظفر علی خاں کی ہجوگوئی کا جواب راسخ الاعتقادی دیا۔ مولوی ظفر علی کا اخبار تو بند ہوگیا مگر مولانا سید دیدار علی علیہ الرحمہ کا لگایا ہوا پودا "دارالعلوم حزب الاحناف" آج بھی دین کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ مولوی ظفر علی خاں نے دارالعلوم دیوبند کی تعریف و توصیف میں جو نظم کہی تھی وہ "مشاہیر علمائے دیوبند" کتاب کے سرورق پر چھپی ہے۔

(مجید)

[۱۴] مولوی سید برکات احمد ٹونکی ریاست ٹونک کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد مولانا حکیم سید دائم علی مرید و خلیفہ شاہ امداد اللہ مہاجر مکی والی ریاست ٹونک کے استاذ طبیب اور آخری وزیر اعظم تھے۔ مولانا برکات صاحب نے علوم عقلیہ حضرت مولانا محمد عبدالحق خیرآبادی سے حاصل کئے اور حدیث اپنے ماموں مولانا محمد ایوب پھلتی سے پڑھیں۔ آپ نے بھی والی ٹونک کے طبیب خاص کی حیثیت سے خدمات انجام دی۔ جملہ علوم و فنون کے مسلم استاذ یعنی استاذالکل تھے آپ حضرت کمال اللہ شاہ عرف مچھلی شاہ حیدر آبادی کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا انتقال ۱۳۴۷ھ میں ٹونک میں ہوا۔

حکیم سید برکات احمد پر ایک کتاب سیرت اور علوم کے حوالے سے آپ کے صاجزادہ مولوی حکیم محمود احمد برکاتی' صاحب نے لکھی ہے جس کو برکات اکیڈمی کراچی نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔

کتاب کے مصنف اپنے والد ماجد کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"مولانا احمد رضا خاں صاحب کا نام صرف ایک بار زبان پر آیا تھا اور وہ بھی ایک خط میں (مولانا حافظ احمد موسیٰ امام مسجد ناخدا کلکتہ کے اصرار پر) مجھ کو نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بحث ہے نہ اہل دیوبند سے کچھ تعرض' میرے عقائد' عقائد سلف ہیں اس سے اصلا" تجاویز نہیں کرتا۔ آج تک میں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تصانیف نہیں دیکھیں۔ البتہ یہ سنتا ہوں کہ یہ اس عقیدے میں مشہور ہیں۔ تفصیل ان کے عقیدے کی آج تک مجھ کو معلوم نہیں اور نہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔)

(حکیم سید برکات احمد ص ۱۸۵)

[۱۵] حضرت خواجہ سید خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشاں بن خواجہ سید شریف الدین ۹۶۵ھ بخارا میں پیدا ہوئے۔ بخارا میں تعلیم حاصل کی۔ آپ عہد مغلیہ میں دہلی' آگرہ اور لاہور میں اکبری امراء کو دعوت دیتے رہے۔ کشمیر میں تدریس علوم اسلامیہ کا مرکز قائم کیا پھر لاہور تشریف لے آئے اور یہاں تدریسی کام کی بنیاد ڈالی۔ آپ کا وصال ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں ہوا اور بیگم پورہ لاہور تدفین ہوئی اور آپ کی مزار اور درگاہ مرجع خلائق ہے۔

(ماخوذ تذکرہ حضرت ایشاں مولف اخلاق احمد)

[۱۶] مفتی تقدس علی خاں بیان کرتے تھے کہ میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں دیکھا کرتا تھا کہ جب بھی مولوی حاکم علی بریلی تشریف لاتے تو مولوی صاحب اور اعلیٰ حضرت مختلف سائنسی آلات کو کنویں میں معلق کرکے حرکت زمین کے متعلق تجربات

کرتے تھے اور مسئلہ پر مدلل بحث ہوا کرتی تھی۔

(بحوالہ معارف رضا ص ۶۔۳ شمارہ دوم ۱۹۸۳ء)

[۱۶] جیساکہ امام احمد رضا خاں کسی بھی رسالہ کی تصنیف سے قبل خطبہ لکھتے ہیں اور خطبہ میں ہی سائل کو دو ٹوک جواب دے دیتے ہیں۔ آپ خطبہ میں اصطلاحات موضوع کے لحاظ سے استعمال کرتے ہیں چنانچہ اس مختصر سے خطبہ میں بھی اس انفرادیت کو دیکھا جاسکتا ہے کہ اللہ کی حمد و ثناء بھی بیان ہوگئی اور لفظوں کا انتخاب موضوع کے لحاظ سے ایسا کیا کہ سائل کا جواب بھی دے دیا۔ خطبہ کے ابتدائی کلمات ذرا غور سے پڑھیں۔

الحمدللہ الذی بامرہ قامت السماء والارض یعنی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے جس کے حکم سے آسمان اور زمین دونوں ساکن کھڑے ہیں۔ یہ ہی دراصل جواب ہے کہ مولوی حاکم بھی آسمان کے سکون کے تو قائل تھے لیکن وہ زمین کی حرکت پر یقین رکھتے تھے مگر امام احمد رضا خاں نے صاف دو ٹوک جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو روکے ہوئے ہیں ے۔ دونوں ساکن ہیں۔

[۱۷] بزم حنفیہ انجمن نعمانیہ لاہور کے بعد قائم کی گئی تھی لیکن اس بزم کے تحت کوئی مدرسہ' یا دارالعلوم قائم نہیں ہوسکا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس زمانے میں جو بھی بزم' جماعت' انجمن یا ادارہ اہلسنت وجماعت کی طرف سے قائم ہوتا اس کا نام نعمان یا حنفیہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا تھا تاکہ اپنا مذہب واضح کیا جائے اور مسلمانوں کو دیگر مذاہب اور مرتد فرقوں سے آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ دیگر فرقے بھی اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر ہی مسلمانوں کو ورغلاتے تھے فقیر کی نظر سے فتاویٰ رضویہ ہی میں ان دو ناموں سے منسوب کئی ادارے نظر سے گزرے دہلی' گجرات' کاٹھیاواڑ' لاہور' بنارس' پٹنہ' وغیرہ میں بھی اسی قسم کی بزم قائم تھیں ان ہی دنوں کراچی میں بھی "مجلس جمعیت الاحناف" کے نام سے ایک انجمن ۱۹۱۳ء/۱۳۳۲ھ میں مولانا الحاج شاہ غلام رسول القادری القلندری (م۱۹۷۱ء) کی سرپرستی میں قائم کی گئی اس کا آفس مسجد قصابان صدر کراچی میں قائم کیا گیا اس انجمن کی طرف سے ایک استفتا ۱۳۳۴ھ میں اعلیٰ حضرت کو ارسال کیا گیا جو فتاویٰ رضویہ کی جلد ۱۲ ص ۲۴۵ پر موجود ہے۔ فقیر کے پاس اس انجمن کے قواعد و ضوابط بھی موجود ہیں جس کی ایک دو شق کا ذکر یہاں ضروری سمجھتا ہوں۔ (۱) اولاً" ہر رکن انجمن کا ظاہراً" و باطناً" متبع شریعت غراء محمدیہ' صحیح الاعتقاد' خالص سنی و حنفی ہونے پر اقرار کرے۔

(۲) تقاریب شادی و غمی میں ہر رکن انجمن کو ایک مجلس وعظ و مولود کرنا ہوگا جیساکہ معمول ہے اور یہ ایک اسوہ حسنہ و ترویج مستحبہ ہے۔ اس مجلس کے ۳۶ اراکین کے نام کے ساتھ حنفی لکھا ہوا ہے۔

(مجید)

[۱۸] بیگم شاہی مسجد مغلیہ خاندان کی ملکہ خاتون اکبر بادشاہ مریم زمانی نے ۱۶۱۴ء/۱۰۲۳ھ میں شاہی قلعہ کے مشرقی دروازے کے سامنے تعمیر کروائی تھی۔ قدیم شہر کا مستی دروازہ اس مسجد کی نسبت سے مسجدی دروازہ کہلاتا ہے مگر اب مستی دروازہ سے مشہور ہے۔ مہاراجہ نجیب سنگھ کے زمانے میں اس مسجد پر سکھوں نے قبضہ کرلیا اور اسے بارود خانہ بنادیا۔ ۱۸۵۰ء میں انگریز ڈپٹی کمشنر میجر میگریگز نے اسے دوبارہ مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ مسجد کے دروازے پر

یہ شعر آج بھی کندہ ہیں اور راقم نے خود بھی دیکھے ہیں :

شاہ عالمگیر نورالدین محمد بادشاہ
باد یارب درجہاں روشن چونور مہر و ماہ

شمالی دروازے پر یہ قطعہ سنگ بنیاد و مسجد کی تاریخ کا پتہ دیتا ہے !

منت ایزد کہ آخر گشت کا راز ابتداء
ہم بتوفیق خدا و حکم صاحب مسندی
حضرت مریم زمانی بانی ہذالمکان
کز عنایت الٰہی ساختہ جائے ہدی
ازپئے تاریخ ختم اس بنائے چوں بہشت
فکری کردم کہ آخر یافتم خوش مسجدے

---۱۰۳۳ھ-(تذکرہ اہلسنت لاہور ص ۲۲۴)

بیگم شاہی مسجد کی متولیہ ماں جیواں حضرت مولانا عبدالقادر المعروف غلام قادر بھیروی کے وعظ سے بہت متاثر ہوئیں جب مولانا بھیروی ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی سے لاہور تشریف لے آئے اور بھاٹی دروازے کے اندر اونچی مسجد میں خطابت کا آغاز کیا۔ اس نیک بی بی نے جو مالدار اور لاولد تھی مولانا غلام قادر بھیروی کو نہ صرف اپنی مسجد بیگم شاہی میں خطیب مقرر کرلیا بلکہ مسجد کی تولیت بھی آپ کے سپرد کردی۔ مولانا بھیروی اسی مسجد سے ۱۸۷۲ء میں منسلک ہوئے۔ مولانا غلام قاد بھیروی کا انجمن نعمانیہ سے بھی گہرا تعلق رہا اور وہاں غالبًا اول شیخ الحدیث آپ ہی تھے۔ مولانا بھیروی بدمذہبوں پر بہت سخت تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس مسجد کے باہر یہ عبارت کندہ کرا رکھی تھی جو مندرجہ ذیل ہے :

"باتفاق انجمن حنفیہ و حکم شرعی شریف قرار پایا کہ کوئی وہابی، رافضی، نیچری، مرزائی مسجد ہذا (بیگم شاہی) میں نہ آئے اور خلاف مذہب حنفی کوئی بات نہ کرے۔"

(فقیر غلام قادر عفی عنہ متولی بیگم شاہی مسجد)

مولانا کی یہ بات مسجد کی لکھائی تک محدود نہ تھی بلکہ جب بھی کوئی بداعتقاد بغرض فساد اندر گھس آتا مولانا اسے باہر نکال دیتے اور مسجد کا فرش تک دھلواتے۔ اگر کوئی گستاخی رسول کرتا اسے دھکا ماکر نکال دیتے۔ مسجد ہذا کی تولیت اب بھی آپ کے خاندان میں جاری ہے۔ آپ کا وصال ۱۳۲۷ھ میں ہوا اور مزار مسجد کے احاطہ میں ہی بنائی گئی۔ مزار پر جو کتبہ ہے اس پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے جو آپ کے علم و فضل اور تقویٰ طہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے :

"استاذالعلماء، شمس الفضلاء، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، سراج السالکین حامی سنن، ماحی بدعت والنسن حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ المعروف مولانا غلام قادر بھیروی رحمتہ اللہ علیہ قریشی، ہاشمی، چشتی، صابری، سیالوی، بھیروی ثم لاہوری قدس سرہ العزیز وصال مبارک ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۸ء پیش کردہ خلیفہ محمد یار ابن خلیفہ اول۔"

(تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور ص ۲۳۲)

[۱۹] اندرون سندھ کی ایک خانقاہ بھرچونڈی شریف جو ضلع سکھر میں ڈہرکی کے قریب واقع ہے۔ وہاں کے سجادہ نشین حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ قادری المعروف بہ شیخ الثانی (م ۱۳۴۶ھ) نے بھی ہجرت سے متعلق ایک استفتاء بزبان فارسی ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ) میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز، ارسال کیا تھا جو فتاوی رضویہ جلد دہم حصہ دوم ص ۳۱۵ پر

دیکھا جاسکتا ہے۔ استفتاء میں حضرت عبداللہ قادری علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا خاں کو تاج الفقہا' غیاث الاسلام' مجدد مائتہ حاضرہ جیسے القاب سے یاد کیا۔

امام احمد رضا نے فارسی میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "بحمللہ تعالی ہند و سندھ تاحال دارالاسلام است۔ کماحققنا فی رسالتنا "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" (۱۳۰۶ھ)۔

لاہور ہی سے تعلق رکھنے والے ایک اور مفتی میاں تاج الدین کا ایک استفتاء بھی ہجرت سے متعلق بریلی شریف بھیجا گیا تھا جس میں اعلیٰ حضرت نے ہندوستان کو دارالسلام ہی قراردیا یہ استفتاء اور فتویٰ فتاوی رضویہ کی جلد ششم کے ص۱۰۱ پر درج ہے میاں تاج الدین نے محلہ ساھواں لاہور سے ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں یہ استفتاء روانہ کیا تھا۔

(مجید)

حوالہ جات

(۱)---- سید محمد عبداللہ قادری "حکیم محمد موسیٰ امرتسری" ص ۱۳ داتا گنج بخش اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء

(۲)---- سید نور محمد قادری "تعارف انجمن نعمانیہ لاہور" ص ۱۶' مطبوعہ لاہور۱۹۹۰ء

(۳)---- ایضا"

(۴)---- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "جہان رضا" شمارہ ۵۱/۵۲ ص ۲۶/۲۷ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء

(۵)---- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "جہان رضا" شمارہ ۵۱/۵۲ ص ۲۸

(۶)---- ایضا" ص ۲۹

(۷)---- سید نور محمد قادری "تعارف انجمن نعمانیہ لاہور" ص ۳۱ لاہور ۱۹۹۰ء

(۸)---- مولانا قاضی عبدالنبی کوکب "مقالات یوم رضا" حصہ سوم ص ۱۰ مطبوعہ لاہور

(۹)---- سید نور محمد قادری "تعارف انجمن نعمانیہ لاہور" ص ۱۹۔۲۱

(۱۰)---- محررہ بنام مجید اللہ قادری تاریخ ۱۲/۴/۹۶

(۱۱)---- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۲۳۵۔۲۳۶ مطبوعہ لاہور

(۱۲)---- امام احمد رضا خاں قادری "فتاوی رضویہ" جلد ۱۲ ص ۱۲۸۔۱۲۹ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا

(۱۳)---- ایضا" ص ۱۲۹۔۱۴۱

(۱۴)---- سید نور محمد قادری "تعارف انجمن نعمانیہ لاہور" ص ۱۸۔۱۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء

(۱۵)---- روئداد چوبیسواں سالانہ جلسہ ۱۹۱۲ء انجمن نعمانیہ لاہور ص ۱۰۲

(۱۶)---- ایضا" ص ۱۰۳

(۱۷)---- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۳۰۸ مطبوعہ لاہور مکتبہ قادریہ

(۱۸)---- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۲۰۴ مکتبہ نبویہ لاہور

(۱۹)---- امام احمد رضا خاں محدث بریلوی "فتاوی رضویہ" جلد ۶ ص ۲۷۴ مکتبہ رضویہ کراچی

(۲۰)---- ایضا" ص ۲۷۹

(۲۱)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۳۰۹ مکتبہ قادریہ لاہور

(۲۲)----- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور) ص ۲۵۱ مکتبہ نبویہ لاہور

(۲۳)----- مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص ۱۵۹ مطبوعہ انڈیا

(۲۴)----- ایضاً

(۲۵)----- ایضاً

(۲۶)----- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۲۵۱ مکتبہ نبویہ

(۲۷)----- مولانا محمود احمد قادری "تذکرہ علمائے اہلسنت" ص۱۵۹

(۲۸)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاوی رضویہ" جلد ۹ ص ۲۱۸-۲۱۹ مکتبہ رضویہ کراچی

(۲۹)----- اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد اول ص ۱۸۶

(۳۰)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۱۴۰ مکتبہ قادریہ لاہور

(۳۱)----- اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد اول ص ۱۸۶

(۳۲)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۱۴۳ مکتبہ قادریہ لاہور

(۳۳)----- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۲۷۰ مکتبہ نبویہ

(۳۴)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت" ص ۱۴۱ مکتبہ قادریہ لاہور

(۳۵)----- امام احمد رضا خاں قادری "ذکر احباب و دعا احباب" بحوالہ خلفائے اعلیٰ حضرت ص ۵

(۳۶)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاوی رضویہ" جلد ششم ص ۱۳۶ مکتبہ رضویہ کراچی

(۳۷)----- ایضاً" ص ۱۳۶

(۳۸)----- ایضاً" ص ۱۲۹

(۳۹)----- ایضاً" جلد ۱۲ ص ۱۵۶ رضا اکیڈمی بمبئی

(۴۰)----- محمد صادق قصوری و مجیداللہ قادری "خلفائے اعلیٰ حضرت" ص ۲۷۸-۲۸۲ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

(۴۱)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۳۰۰ مکتبہ قادریہ لاہور

(۴۲)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاوی رضویہ" جلد ۶ ص ۱۰۱ مکتبہ رضویہ کراچی

(۴۳)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۲۳۳ مکتبہ قادریہ لاہور

(۴۴)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاوی رضویہ" جلد دوم ص ۳۵۴ مکتبہ رضویہ کراچی

(۴۵)----- ایضاً" جلد ہشتم ص ۳۱۷ مکتبہ رضویہ کراچی

(۴۶)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۱۷ مکتبہ قادریہ لاہور

(۴۷)----- روئداد چوبیسواں سالانہ جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور ۱۹۱۲ء ص ۸۸

(۴۸)----- روئداد چوبیسواں سالانہ جلسہ انجمن نعمانیہ لاہور

۱۹۱۲ء ص ۸۷

(۴۹)----- ایضاً" ص ۸۹-۹۰

(۵۰)----- ایضاً" ص ۱۰۲

(۵۱)----- پروفیسر محمد صدیق "پروفیسر مولوی حاکم علی" مطبوعہ لاہور ص ۱۹

(۵۲)----- اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد دوم ص ۱۵۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۵۳)----- مولانا عبدالحکیم شرف قادری "تذکرہ اکابر اہلسنت پاکستان" ص ۲۸۹ مکتبہ قادریہ لاہور

(۵۴)----- امام احمد رضا خاں بریلوی "رسائل رضویہ" جلد دوم ص ۸۰ مکتبہ حامدیہ لاہور

(۵۵)----- ایضاً" ص ۸۱

(۵۶)----- امام احمد رضا خاں بریلوی "رسائل رضویہ" جلد دوم ص ۸۷

(۵۷)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ۹ ص ۱۷۵-۱۷۶ مکتبہ رضویہ کراچی

(۵۸)----- ایضاً" ص ۱۷۶-۱۹۱

(۵۹)----- میاں اخلاق احمد "میرجان کابلی" ص ۸۹ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

(۶۰)----- پیرزادہ اقبال احمد فاروقی "تذکرہ علماء اہلسنت وجماعت لاہور" ص ۲۸۶ مکتبہ نبویہ

(۶۱)----- امام احمد رضا خاں قادری "المحجتہ الموتمنتہ فی ایتہ الممتحنتہ" ص ۸۷-۹۰ بحوالہ رسالہ رضویہ جلد دوم

(۶۲)----- ایضاً" ص ۹۱-۲۱۰

(۶۳)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ۱۲ ص ۱۴۱ رضا اکیڈمی بمبئی انڈیا

(۶۴)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ہشتم ص ۱۰۸ مکتبہ رضویہ کراچی

(۶۵)----- ایضاً" جلد ۱۱ ص ۲۷۸

(۶۶)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد دہم ص ۳۱۲-۳۱۳ مکتبہ رضویہ کراچی

(۶۷)----- ایضاً" جلد ششم ص ۸۶-۸۹

(۶۸)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ۶ ص ۸۹-۹۱ مکتبہ رضویہ کراچی

(۶۹)----- اختر راہی "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد اول ص ۴۲۰-۴۲۱ مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۷۰)----- عابد حسین شاہ "امام احمد رضا کے مستفتی مولانا غلام جیلانی" بحوالہ معارف رضا ۱۹۹۰ء ص ۱۲۵

(۷۱)----- ایضاً" ص ۱۳۶

(۷۲)----- ایضاً" ص ۱۲۶

(۷۳)----- امام احمد رضا خاں قادری "فتاویٰ رضویہ" جلد ۵ حصہ سوم ص ۸۷ مکتبہ رضویہ کراچی

(۷۴)----- ایضاً" ص ۸۷-۸۸

فاضلِ بریلوی کے برادرِ اصغر

حسن رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی (دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، انڈیا)

مولانا حسن رضا خاں (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء) میں بریلی کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے' دینی رہنمائی اور فیوض رشد و ہدایت کے علاوہ یہ خاندان شعر و ادب کے بیش بہا خزائن کا بھی مالک ہے۔ ان کے والد ماجد مولانا محمد نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں عالم باعمل اور صوفی صافی بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم اور اپنے برادر بزرگ (امام احمد رضا قادری بریلوی) کے حلقہ فیض میں حاصل کی۔ اپنی خاندانی روایات کے مطابق شعر و شاعری کا شوق ابتدا ہی سے تھا۔ حمد و نعت' غزل' مثنوی' رباعی' تاریخ' قصائد' منقبت' غرض ہر صنف شعر میں طبع آزمائی کی۔ فصیح الملک بلبل ہند نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے شعر و شاعری میں شرف تلمذ تھا' عرصہ دراز تک مرزا داغ کے ساتھ دربار رامپور میں رہ کر زبان و محاورات پر قدرت حاصل کی۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے برادر اکبر مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

جب استاد مرزا داغ کو سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے' (ماہنامہ فاران کراچی ستمبر ۱۹۷۳ء ص ۴۵' از مولانا ماہر القادری)

مولانا کی زبان بامحاورہ شگفتہ' دل نشین اور بیان رنگین و دلفریب ہے۔

رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی حضرت حسن بریلوی کے بارے میں رقم طراز ہیں

شعر و سخن کا ذوق حضرت حسن کو ابتدا ہی سے تھا' کچھ روز تک بطور خود مشق کرتے رہے' اس کے بعد مرزا داغ کو اپنا کلام دکھانا شروع کیا' اور ایک مدت تک رامپور میں رہ کر استاد کے گلشن سخن سے گلچینی فرماتے رہے' یہاں تک کہ بجائے خود استاد مستند قرار پائے۔

شاگردان مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا، انھوں نے اپنے انداز سخن کو استاد کے رنگ کلام سے مشابہ بنانے میں اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اکثر قطعوں میں داغ و حسن کی شاعری میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے، (اردوئے معلے، علی گڑھ، جون ۱۹۱۲ء)

مشہور ناقد و ادیب نیاز فتح پوری کے ماہنامہ نگار کے سالنامہ (داغ دہلوی نمبر) میں حسن بریلوی کا تذکرہ اس طرح ہے،

"حاجی مولانا حسن رضا خاں بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے چھوٹے بھائی، شعر و سخن کا طبعی و فطری ذوق تھا، غیر معمولی ذہانت و ذکاوت کے مالک تھے، مزاج میں شوخی و شگفتگی اور زندہ دلی تھی، حضرت داغ کے ارشد تلامذہ میں شمار تھا، نعتیہ کلام میں ان کا دیوان ذوق نعت اور عاشقانہ ثمر فصاحت، یادگار ہے، (سالنامہ نگار ۱۹۵۳ء داغ دہلوی نمبر ص ۱۳۳)

۱۳۱۹ء میں غزلیہ دیوان بنام ثمر فصاحت مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے شائع کیا اور حج بیت اللہ کی واپسی کے بعد ۱۳۲۶ھ میں "ذوق نعت" کے نام سے اپنی نعتوں کا مجموعہ مرتب کیا اور ۱۳۲۶ھ میں پچاس برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا، مغفور (۱۳۲۶ھ) تاریخ وفات ہے۔

ذوق نعت :

آپ کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "ذوق نعت" کے نام سے شائع ہوا، ذوق نعت کی ترتیب میں عام اساتذہ کے دیوان کی طرح حروف تہجی کا التزام ہے اس طرح ہر ردیف پر نعتیں کہی گئی ہیں بلکہ بعض سنگلاخ زمینوں میں بھی جن میں نعتیہ مضامین ادا کرنا آسان نہ تھا۔ کامیاب نعتیں کہی ہیں، آئندہ صفحات میں ان کے نعتیہ کلام کا جائزہ لیا جارہا ہے، ان کے کلام کی بڑی خوبی مضمون آفرینی ہے، عموماً نعت گو شعراء کے کلام میں وہی چند گنے چنے مضامین ہوتے ہیں جو مختلف الفاظ کے ذریعہ جلوہ آرا ہوتے رہتے ہیں، لیکن مولانا کی نعتوں میں ندرت خیال بھی ہے اور حقیقت آرائی بھی، نعت گو شعراء کو محبوب کے حسن و جمال اور حسن سیرت کے بیان میں عموماً کذب اور مبالغے سے اجتناب کرنا پڑتا ہے، اور محبوب کے حقیقی صفات ہی کی نقاب کشائی کرنی پڑتی ہے۔ آپ نے اس حقیقت کو کہیں بھی نظرانداز نہیں کیا ہے، مولانا ہر شعر میں موقع کی اہمیت اور نزاکت کے مطابق نہایت مناسب اور موزوں الفاظ اور برمحل محاورات استعمال کرتے ہیں، تشبیہات نہایت لطیف اور عام فہم ہیں، اس لئے ان کا کلام فصاحت اور بلاغت کا خزانہ بن گیا ہے، اب ہم نعتوں کی خصوصیات پر فرداً فرداً نظرڈالتے ہیں۔

مضمون آفرینی :

مولانا نعت گوئی میں دوسرے نعت گو شعراء کے نقال نہیں۔ وہ ہر مقام اور ہر جگہ پر نئی بات کہنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے بہت سے اشعار میں نئے نئے مضامین ہیں، ذیل میں کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں جن میں ندرت خیال موجود ہے اور مضمون آفرینی کا حق ادا

کیا گیا ہے۔

قل کہہ کر اپنی بات بھی لب سے ترے سنی
اللہ کو ہے اتنی تری گفتگو پسند

مرزا غالب کا ایک شعر ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

غالب کا خیال ہے کہ کچھ حسینوں کی شکلیں تو لالہ و گل کی صورت میں ظاہر ہوگئیں اور بہت سی مٹی میں دب کر رہ گئیں، لیکن مولانا کو اس سے اتفاق نہیں انھوں نے اس سے ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے، فرماتے ہیں۔

کر گیا آخر لباس لالہ و گل میں ظہور
خاک میں ملتا نہیں خون شہیدان جمال

امیر مینائی کا شعر ہے۔

حور بن کر ترے کشتے کی قضا آئی ہے
دامن تیغ سے جنت کی ہوا آئی ہے

حسن بریلوی فرماتے ہیں۔

جب تری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

شہید ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغ جنت کی

ندرت خیال کی رنگا رنگ، جلوہ آرائی یہاں بھی ملاحظہ ہو۔

الٰہی دھوپ ہو ان کی گلی کی
مرے سر کو نہیں ظل ہما خوش

جنت بھی لینے آئے تو چھوڑیں نہ یہ گلی
منہ پھیر بیٹھیں ہم تری دیوار کی طرف

حسن بریلوی کی نعتوں کے بعض اشعار بالکل نئے خیالات کے ہیں جو اس سے پہلے کہیں نہیں سننے میں آئے، فرماتے ہیں۔

الٰہی بعد مردن پردہ ہائے حائل اٹھ جائیں
اجالا میرے مرقد میں ہو ان کی شمع تربت کا

دونوں جہاں کی شاہی ناکتخدا دلہن تھی
پایا دلہن نے دولہا صبح شب ولادت

بت خانوں میں وہ قہر کا کہرام پڑا ہے
مل مل کے گلے روتے ہیں کفار و صنم آج

حسن الفاظ : مولانا کو چونکہ زبان و محاورات پر بہت قدرت حاصل ہے اس لئے بسا اوقات الفاظ کے تقدم و تاخر سے بھی مضمون پیدا کر لیتے ہیں ایسی مثالیں بے شمار ہیں۔

خدا کا وہ طالب خدا اس کا طالب
خدا اس کا پیارا وہ پیارا خدا کا

اللہ کا محبوب بنے جو تمہیں چاہے

اس کا تو بیاں ہی نہیں کچھ تم جسے چاہو

تضاد الفاظ : بیشتر اشعار میں الفاظ کے تضاد سے مضمون پیدا کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے اشعار۔

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

نکالا کب کسی کو بزم فیض عام سے تم نے
نکالی ہے تو آنے والوں کی حسرت نکالی ہے

حسن کا درد دکھ موقوف فرماکر بحالی دو
تمھارے ہاتھ میں دنیا کی موقوفی بحالی ہے

تکرار الفاظ : بہت سے اشعار میں تکرار الفاظ سے اچھوتے مضمون نکالے ہیں اور ان میں ایک حسن پیدا کردیا ہے۔

ترا درد الفت جو دل کی دوا ہو
وہ بے درد ہے نام لے جو دوا کا

فانی فانی ہستی فانی
باقی باقی باقی فانی
میرا تیرا کب تک پیارے
میں بھی فانی تو بھی فانی
قول حسن سن قول حسن سن
باقی باقی، فانی فانی

مترادف الفاظ :

حسن بریلوی نے بعض اشعار میں مترادف الفاظ یا آپس میں ملتے جلتے الفاظ یا ذو معنی الفاظ لاکر اچھے اچھے مضمون پیدا کئے ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ٹوپیاں تھام کے گر عرش بریں کو دیکھیں
اونچے اونچوں کو نظر آئے نہ رفعت تیری

رنگ چمن آرائی اڑانے کو ہوا میں
چلتی ہے ہوا دامن مولیٰ سے لپٹ کر

نہ کوئی دوسرا میں تجھ سا ہے
نہ کوئی دوسرا ہوا تیرا

نہ ہوگا دو قدم کا فاصلہ بھی
الہ آباد سے احمد نگر تک

تواتر و تقسیم :

مولانا کی زبان پر اس قدر قابو اور بیان پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ اشعار میں جابجا صنعت تواتر اور صنعت تقسیم کا لطف پیدا کردیا ہے۔

ہوا بدلی، گھرے بادل، کھلے گل، بلبلیں چہکیں
تم آئے یا بہار جانفزا آئی گلستاں میں

باغ فردوس کھلا، فرش بچھا، عرش سجا
اک ترے دم کی یہ سب انجمن آرائی ہے
کھیت سرسبز ہوئے، پھول کھلے، میل دھلے
اور پھر فضل کی گھنگھور گھٹا چھائی ہے

قطرہ قطرہ ان کے گھر سے بحرِ عرفاں ہوگیا
ذرہ ذرہ ان کے در سے مہرِ تاباں ہوگیا

رعایات لفظی :

حسن بریلوی نے کلام میں رعایات الفاظ سے بھی معنوی خوبیاں پیدا کی ہیں، اب تک جتنی مثالیں پیش کی گئی ہیں، ان میں رعایات لفظی کا حسن قابل دید ہے، اہل فن اسے مراعات النظیر کہتے ہیں، چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخن عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا
وحشی عشق سے کھلتا ہے تو اے پردہ یار
کچھ نہ کچھ چاک گریباں سے ہے رشتہ تیرا

اس قسم کے بیشتر اشعار ہیں، بعض اشعار میں کئی کئی صنعتیں اور رعایتیں ہیں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں، باقی کی تلاش مذاق سلیم پر چھوڑتا ہوں، فرماتے ہیں۔

جو دریا دل کے صدقے سے بڑھے
بڑھتے بادل کو گھٹا کہنا خطا

بڑھے، بڑھتے، اور گھٹا میں تضاد الفاظ ہے، دریا دل، اور بادل میں حرفی مماثلت ہے، گھٹا اور خطا ہم قافیہ ہیں، بادل اور گھٹا سے جو لطف پیدا ہوا ہے، وہ قابل تعریف ہے، دریا دل اور دل میں بھی مناسبت ہے۔

محاورات : کلام میں زبان اور محاورے کی چاشنی عام ہے، شاید ہی کوئی شعر محاورے سے خالی ہوگا، ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

کیوں تمنا مری مایوس ہو اے ابر کرم
سوکے دھانوں کا مددگار ہے چھینٹا تیرا

اگر پیوند ملبوس پیمبر کے نظر آتے
ترا اے حلہ شاہی کلیجہ چاک ہوجاتا

سوکھے دھانوں کی بھی خبر لے لے
کہ ہے بادل گھرا ہوا تیرا

بے ساختگی :

ان کے بیسیوں اشعار بے ساختہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے تکلف باتیں کررہے ہیں، نثر نے شعر کا روپ دھار لیا ہے، ایسے اشعار نثر بھی ہیں شعر بھی، چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مجرمو! ان کے قدم پر لوٹ جاؤ
بس رہائی کی یہی تدبیر ہے

زمین کوئے نبی کے جو لیتے ہیں بوسے
فرشتگان فلک ان کو پیار کرتے ہیں

کون سے دل میں نہیں یاد حبیب
قلب مومن مصطفےٰ آباد ہے

ایک نعت میں ایسے ہی مسلسل بے ساختہ اشعار آئے ہیں فرماتے ہیں۔

خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی

خدائے پاک خوشی ان کی چاہتا ہوگا
پکڑ کے ہاتھ کوئی حال دل سنائے گا
تو رو کے قدموں سے کوئی لپٹ گیا ہوگا
کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر
کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا
کہیں گے اور نبی **اذھبوا الی غیری**
مرے حضور کے لب پر **انالھاہوگا**

تشبیہات :

مولانا نے حتی الامکان تشبیہات اور استعارات کا استعمال کم کیا ہے، لیکن جہاں کہیں کیا ہے استعارے عام فہم اور تشبیہات نہایت سلیس ہیں، جن سے شعر کا اثر اور لطف دوبالا ہوجاتا ہے، فرماتے ہیں۔

ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے

چمک جاتا مقدر جب در دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا ریشہ مسواک ہوجاتا

بہار خلد صدقے ہورہی ہے روئے عاشق پر
کھلی جاتی ہیں کلیاں دل کی تیرے مسکرانے سے

اصلیت و حقیقت :

حسن بریلوی کی نعتوں میں بہت سے حقائق بھی بیان ہوئے ہیں۔ آپ نے بعض اشعار میں استوانہ حنانہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، قصہ یہ ہے کہ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے ایک لکڑی کا سہارا لیتے تھے، جو زمین پر نصب کی ہوئی تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ممبر بنایا گیا، تو اس لکڑی کو جو کھجور کے درخت کا ایک خشک تنا تھا، نکال دیا گیا تو وہ لکڑی چیخ کر روئی اس لئے اسے حنانہ (نوحہ کرنے والی) کہا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست مبارک رکھا تو وہ خاموش ہوئی، پھر اسے دفن کردیا گیا، ذیل کے اشعار مذکورہ بالا واقعہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

تمھارے ہجر کے صدموں کی تاب کس کو ہے
یہ چوب خشک کو بھی بے قرار کرتے ہیں

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

تو وہ محبوب ہے اے راحت جاں دل کیسے
ہیزم خشک کو تڑپا گئی فرقت تیری

مشکل زمینیں :

چونکہ کی نعت گوئی عام شعر گوئی سے مشکل فن ہے، اس لئے نعتیں عموماً سادہ اور آسان زمینوں میں کہی گئی ہیں، سنگلاخ زمینوں میں نعتیہ مضامین نکالنا بہت مشکل کام ہے، مولانا نے بعض مشکل اور سنگلاخ زمینوں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں، اور اس طرح اردو ادب میں نعتیہ مضامین کا دائرہ زیادہ وسیع کردیا ہے، ذیل میں ان کی چند مثالیں ایسی ہی نعتوں کی پیش ہیں۔

پائیں صحرائے مدینہ تو گلستاں بن جائے
خلد ہے ہم کو قفس ہم ہیں اسیران قفس
قافلہ دیکھتے ہیں جب سوئے طیبہ جاتے
کیسی حسرت سے تڑپتے ہیں اسیران قفس

خاک طیبہ کی اگر دل میں ہو وقعت محفوظ
عیب کوری سے رہے چشم بصیرت محفوظ
دل میں روشن ہو اگر شمع ولائے مولیٰ
درد شیطاں سے رہے دین کی دولت محفوظ

مولانا نے ان مشکل زمینوں میں جو نعتیں کہی ہیں' ان میں رسمی اشعار نہیں' بلکہ زبان و بیان اور فن کی خوبیوں کے ساتھ خیالات میں ندرت بھی ہے' اور بعض حقائق بھی بیان ہوتے ہیں' ایسے چند اشعار اور حاضر خدمت ہیں۔

آباد کر خدا کے لئے، اپنے نور سے
ویران دل ہے' دل سے زیادہ کھنڈر دماغ
ہر خار طیبہ زینت گلشن ہے عندلیب
نادان ایک پھول پر اتنا نہ کر دماغ!
شاید کہ وصف پائے نبی کچھ بیاں کرے
پوری ترقیوں پہ رسا ہو اگر دماغ

صنعت تلمیح : آپ کی نعتوں میں آیات و احادیث بھی نہایت خوش اسلوبی سے نظم ہوئی ہیں۔ ایسے اشعار جن میں کسی واقعے یا قصے یا آیت و حدیث یا کسی مقولے کی طرف اشارہ ہو اہل فن اسے صنعت تلمیح کہتے ہیں' ذیل کے اشعار آیات کے حوالے سے مزین ہیں۔

نعمت استجب سے پائے بھیک
ہاتھ پھیلا ہوا مرا یارب

اترنے لگے **مارمیت ید اللہ**

چڑھی ایسی زوروں پہ طاقت کسی کی
فترضی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہوجائے راضی طبیعت کسی کی

ذیل کے اشعار میں احادیث کا حوالہ ہے۔

کہیں گے اور نبی اذھبو الی غیری
مرے حضور کے لب پر **انا لھا** ہوگا

اصحابی کالنجوم · **کالمعان** نقش پا
ظلمت میں راہ بر ہے وہ مستقیم کا

ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا' میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جو کوئی ان میں سے کسی کی اقتدا کرے گا ہدایت پائے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رات کو صحرا سمندر اور فضا میں مسافر ستاروں سے رہبری حاصل کرتے ہیں' آخری شعر دیوان غزلیات سے لیا گیا ہے۔

رباعیات : رباعی کہنا ذرا مشکل فن ہے' بعض نافہم لوگ ہر چار مصرع کی نظم کو رباعی کہہ دیتے ہیں' حالانکہ رباعی کے اوزان مخصوص ہیں۔ رباعی کا مخصوص وزن میں ہونا ضروری ہے' اگر چار مصرعی رباعی کے وزن میں نہیں تو اسے رباعی کے بجائے قطعہ کہنا چاہئے' مولانا حسن بریلوی کی رباعیات رباعی کے اوزان میں ہیں' درج ذیل رباعی کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

یاران نبی کا وصف کس سے ہو ادا
ایک ایک ہے ان میں ناظم نظم ہدی

پائے کوئی کیوں کر اس رباعی کا جواب
اے اہل سخن جس کا مصنف ہو خدا

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

جو لوگ خدا کی ہیں عبادت کرتے
کیوں اہل خطا کی ہیں حقارت کرتے
بندے جو گنہ گار ہیں وہ کس کے ہیں
کچھ دیر اسے ہوتی ہے رحمت کرتے

نعتیہ دیوان کے آخر میں حضرت حسن رضا بریلوی نے دو مسدسیں' دو تین چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور بارہ رباعیات ہیں' ایک مسدس معراج سے متعلق ہے اور ایک مثنوی میں پیران پیر حضرت غوث اعظم کی زندگی کے بعض واقعات نظم کئے ہیں۔

ماخذ :

(۱) شعر حسن' از نظیر لدھیانوی' رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۸ء

(۲) سیرت اعلیٰ حضرت' از مولانا حسین رضا' سنی رضوی اکیڈمی ماریشش افریقہ ۱۹۸۳ء

(۳) امام احمد رضا نمبر (ماہنامہ قاری دھلی) ۱۹۸۹ء

(۴) ماہنامہ حجاز جدید دہلی جنوری' فروری ۱۹۹۱ء

مہر و تقریظ از جناب حاوی فروع و اصول محیط معقول و منقول مقبول حضرت مستطاب سبحان جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم رئیس بریلی

کتاب انوار الحسنات فی رد البدعات تصنیف فاضل مکرم ذی اللطف والکرم مکرمی مولوی غلام احمد صاحب سنبھلی سلمہ اللہ العلی الولی مطالعہ فقیر میں آئی فرصت عنقا سخت ہونے کی سبب اول آخر و سے اسی جیتے متفرق مواضع بطور انموذج نظر سے گذری اس سے پہلے فقیر کو مولوی صاحب موصوف سے کوئی تعارف نہ تھا نہ اب تک نوبت ملاقات آئی یہ پہلی بار ہے کہ اونکی تصنیف دیکھی فقیر حقیر کیا اس قابل ہے کہ کسی کتاب پر اوس سے تقریظ چاہیں مگر بحکم المامور معذور اتنی گزارش ضرور کہ فقیر کو مطالعہ کتاب نے بہجت دی اور مصنف فاضل کے حق میں دعا سلامت و کرامت کی اللہ اللہ اس زمانہ شور و شر و دور فتن و محن میں اول تو خود صراط المستقیم پر قائم رہنا دشوار ہے۔ الصابر منهم على دينه كالقابض على الجمر حسبنا الله ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم اور جو خود مستقیم ہیں ان میں وہ بہت کم ہیں جنہیں کہیے ع این جہد میکند کہ برآرد غریق را + جہاں تک فقیر نے دیکھا مقاصد اصلیہ کتاب کو محمود و مستحسن پایا اللہ تعالیٰ مصنف کو ادائے حسان و حسنات قلم و لسان میں برکت عطا فرمائے آمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین امین والحمد للہ رب العالمین

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ ہجری
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

حافظ مولانا امام الدین کوٹلی خلیفۂ اعلیٰحضرت

پروفیسر مجیب احمد، گورنمنٹ ڈگری کالج، گوجرانوالہ

شیخ القرآن مولانا ابوالیاس حافظ محمد امام الدین قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۶۱ء کے لگ بھگ کوٹلی لوہاراں (غربی) ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۱۲۹۸ھ) تھا۔ دینی و روحانی تعلیم کی تکمیل والد محترم سے کی۔ نیز حافظ صاحب کو اپنے دونوں بڑے بھائیوں رائس العلماء مولانا ابوعبدالقادر محمد عبداللہ قادری رضوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۸۱ھ — ۱۳۴۲ھ) اور فقیہ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف رحمتہ اللہ علیہ محدث کوٹلوی (۱۸۶۱ء — ۱۹۵۱ء) سے بھی شرف تعلیم و تربیت حاصل رہا۔ بعدازاں حافظ صاحب دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف (۱۹۰۶ء) چلے گئے۔ جہاں سے شوال المکرم ۱۳۳۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۱۲ء میں قرآن مجید و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسناد حاصل کیں اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۵۶ء — ۱۹۲۱ء) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں خلافت و اجازت بیعت سے مشرف ہوئے۔

تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد، حافظ صاحب اپنے آبائی مسکن آگئے اور کوٹلی لوہاراں (غربی) کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوگئے۔ آپ جب وعظ کرتے تو، اپنے زور بیان اور طرز استدلال سے سارے مجمع پر چھاجاتے تھے۔ آپ مسلک اہل سنت والجماعت کو قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل سے ایسے عام فہم انداز سے بیان کرتے کہ سامعین پر حق واضح ہوجاتا تھا۔ گاؤں کی جامع مسجد کے علاوہ، برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے میں آپ نے جلسوں سے خطاب کیا اور اپنی سحربیانی اور پرجوش طرز خطابت کا لوہا منوایا۔ حافظ صاحب اکثر، دیگر علمائے اہلسنّت والجماعت کے ہمراہ سیالکوٹ کے مضافات اور ریاست جموں و کشمیر کے مختلف علاقوں میں تبلیغی دوروں پر جاتے اور لوگوں کو حب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے،

محافل میلاد منعقد کراتے اور مسلک اہل سنت والجماعت کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ مذاہب و عقائد باطلہ کا شدید رد کرتے تھے۔

تقاریر اور مناظروں کے علاوہ، حافظ صاحب نے تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی فرق باطلہ کا رد کیا۔ آپ نے زیادہ تر نزاعی اور فروعی مسائل پر متعدد کتب و رسائل اور مضامین لکھے۔ آپ کی کتب اور رسائل اردو اور پنجابی زبان میں نظم و نثر کی صورت میں محفوظ ہیں۔ چند معروف تصانیف مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و عبدیت (مطبوعہ سیالکوٹ)
(۲) آیات بینات علیٰ عجز منکری الاحتیاط۔
(۳) ابطال تناسخ۔ (مطبوعہ سیالکوٹ)
(۴) احتیاط الظہر۔ (مطبوعہ امرتسر)
(۵) الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود۔
(۶) تحذیر الناس عن وسوسۃ الناس۔
(۷) تنبیہ الشیعہ۔
(۸) تیغ نعمانیہ۔
(۹) مبین البرہان علیٰ شرب الدخان (مطبوعہ لاہور)
(۱۰) نصرۃ الحق (مطبوعہ سیالکوٹ)
(۱۱) وہابیوں کی امامت (مطبوعہ لاہور)
(۱۲) ہدایتہ الشیعہ (دو جلدیں)

ان تصانیف کے علاوہ، حافظ صاحب کے اعلیٰ پائے کے تحقیقی مضامین اور فتاویٰ، اپنے وقت کے معروف علمی و دینی رسائل و جرائد میں شائع ہوتے تھے۔ ان میں ہفتہ روزہ الفقیہ (امرتسر) اور ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ) نمایاں تھے۔ برصغیر پاک ہند کے جید مفتیان کرام اپنے فتاویٰ کی تائید کے لیے، اپنے فتاویٰ دیگر علمائے کرام کی طرح، حافظ صاحب کی خدمت میں بھی ارسال کرتے اور ان کی تائید اور تصدیق کو بہت اہمیت دیتے۔ اسی طرح علمائے کرام اپنی تصانیف پر تقاریظ کے لیے، اپنی کتب حافظ صاحب کو ارسال کرتے اور ان کی تقاریظ کو اپنے لیے سند کا درجہ دیتے تھے۔

حافظ صاحب، صاحب طرز ادیب اور شعلہ بیان خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ اردو اور پنجابی زبان کے قادرالکلام شاعر بھی تھے۔ آپ کی متعدد تصانیف منظوم ہیں۔ منظوم کلام میں آیات قرآنی، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور علمی مضامین کو بہت خوبی سے نبھاتے تھے۔ حافظ صاحب نے حمدیہ اور نعتیہ شاعری بھی کی ہے۔ ایک پنجابی نعت ہے ۔

نام محمد دا رب، اپنے ناں دے نال رکھایا
ترد اللہ دے اسھیں ودھکے ہور پسند نہ آیا
کراں پسند جو نبیاں وچوں رساں غیب استائیں
وچہ کلام اللہ دے ویکھو کہیا ہے رب سائیں
اسھیں خاص نتیجہ ظاہر عقلاں والے جانن
غیبی علم نبی نوں، ہیسی ہر دم شکر کماون

اپنی تمام تر دینی، تبلیغی و علمی مصروفیات کے باوجود،

حافظ صاحب سماجی اور رفاہی کاموں میں بھی بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ انجمن اسلامیہ شہر سیالکوٹ اور انجمن اتحاد المسلمین کوٹلی لوہاراں مغربی (۱۹۴۲ء) کے مقاصد سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے ان کے جلسوں اور رفاہی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ سماجی سرگرمیوں کے علاوہ حافظ صاحب نے تحریک پاکستان کے آخری دور میں' دیگر علمائے اہلسنت والجماعت کے ہمراہ متحدہ پنجاب کے تقریباً تمام اضلاع کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے سامنے ہندو اور انگریز کے سامراجی عزائم کو بے نقاب کیا اور ان کے سامنے نظریہ پاکستان اور قیام پاکستان کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کیا۔

حافظ صاحب کو اپنے پیرو مرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے بہت محبت و عقیدت تھی۔ آپ کی مہر پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ "خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ " اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی' حافظ صاحب کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب بعض مفاد پرست عناصر نے اپنے آپ کو ازخود' اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا خلیفہ مشہور کردیا تاکہ اس طرح وہ اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرسکیں' تو عوام اہلسنت کو ان مفاد پرست اور جاہ پرست حضرات کے چنگل سے بچانے کے لئے' اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اشتہار "ضروری اطلاع" شائع کرایا۔ جس میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے اپنے پچاس خلفاء کا ذکر کیا ہے۔ اس اشتہار کے آٹھویں نمبر پر حافظ صاحب کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ "جناب مولانا مولوی امام الدین صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ عالم واعظ مجاز طریقت۔"(۱)

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر حافظ صاحب نے متعدد تاریخی مادے اور مصرعہ جات کہے تھے۔ چند درج ذیل ہیں ۔

تاریخی مادے

فخر موجودات	۱۳۴۰ھ
باب عطاء احمد رضا	۱۳۴۰ھ
از چشم ما ابدا" مستور کرد	۱۳۴۰ھ
خلیق نیک ذات	۱۹۲۱ء
مخدوم صافی ضمیر	۱۹۲۱ء
حضرت شاہ اہل صفا	۱۹۲۱ء

مصرعہ جات

در سن یک ہزار و سہ صد و چہل ہجری بحر علوم	۱۳۴۰ھ
جامع کمالات زیر زمین نہان شد	۱۳۴۰ھ
زبدۃ الواصلین بجنت رفت	۱۳۴۰ھ

(۲)

ان تاریخی مادوں اور مصرعہ جات کے علاوہ' حافظ

صاحب نے، اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر منقبت بھی کہی تھی جس کے ذریعے وہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے اپنی محبت عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے، ان کی شخصیت کا تعارف بھی کراتے ہیں۔

منقبت

میرے قبلہ حضرت احمد رضا
وہ وحید الدہر یکتا زماں

ناصر ملت امام اہل دین
وہ مجدد پیشوائے عارفاں

ہائے دنیا سے وہ رحلت کرگئے
ناگہاں وہ ہوگئے ہم سے نہاں

اہل سنت پر بڑا صدمہ ہوا
ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کناں

بدل ان کا کوئی اب ملتا نہیں
ہائے پھر نعم البدل ہوگا کہاں

ان کا مرنا ثلمتہ فی الدین ہے
یہ کمی سب اہل دین پر ہے عیاں

مصرع تاریخ ہاتف نے کہا
داخل جنت ہوا قطب الزماں

ـ ـ ١٣٤٠ھ ـ ـ ـ ـ (٣)

حافظ صاحب کا وصال ١٩/ صفر المظفر ١٣٨١ھ بمطابق ٢/ اگست ١٩٦١ء کو اپنے اکلوتے صاحبزادے مولانا حافظ محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ (م ـ ١٩٨٤ء) کے گھر، واقع سٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی میں ہوا۔ وقت وصال آپ کی عمر تقریباً سو سال تھی۔ شدید بارش کی وجہ سے آپ کے جسد خاکی کو کوٹلی لوہاراں نہ لے جایا جاسکا۔ چنانچہ عیدگاہ شریف، راولپنڈی کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ (١٩٠٩ء ـــ ١٩٧٩ء) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حافظ صاحب کے وصال پر پاک و ہند کے جید علمائے اہلسنّت والجماعت نے تعزیت کا اظہار، آپ کے برادر زادے مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی سے کیا۔ مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ محدث لائلپوری (١٩٠٥ء ـــ ١٩٦٢ء) نے اپنے تعزیتی خط میں لکھا کہ "مولانا کی وفات کی خبر سے فقیر کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ حضرت موصوف اہلسنّت کے ایک جید عالم تھے۔"(٤) مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ (١٩٠٦ء ـــ ١٩٧٨ء) نے اپنے تعزیتی پیغام میں لکھا کہ "دنیائے اہلسنّت میں ایک عالم دین متین کی وفات سے زبردست کمی ہوگئی۔ مولانا سلف صالحین علمائے ربانین کی یادگار تھے۔ حیف کہ داغ مفارقت دے گئے۔"(٥) لوح مزار پر قطعہ تعزیت درج ہے۔

پاگئے ہیں مولوی حافظ امام الدین وصال
نیک خوبا خلق مخلص متقی شیریں خصال

واعظ شیریں بیان و عالم صاحب عمل
صاحب کردار و مرد حال و شخص باکمال

یہ دعا ہے فیضی ان کی روح کا جاری رہے

اور ان کی مغفرت فرمائے رب ذوالجلال

حوالے

١۔ محمد صادق قصوری اور مجید اللہ قادری (مرتبین) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، کراچی، ١٩٩٢ء، ص ٩

٢۔ ماہنامہ جہان رضا (لاہور)، اپریل ١٩٩٦ء، ص ١٧

٣۔ مجلہ : امام احمد رضا کانفرنس ١٩٩٣ء، کراچی، ١٩٩٣ء، ص ٢٧

٤۔ ماہنامہ ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ)، ستمبر ١٩٦١ء، ص ٤٩

٥۔ ایضاً، ص ٤٩

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین **امابعد** پس عرض کرتا ہے مسکین امام الدین متوطن کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ کہ جو مجھے سند قرآن وحدیث اور اجازت سلسلہ قادریہ اعلیٰ حضرت عالم اہلسنت ناظم ملت مفتی شریعت حامی طریقت صاحب حجت قاہرہ مؤید سنت ناہرہ مجدد مائۃ حاضرہ مولنا مولوی **احمد رضا خاں صاحب حنفی قادری برکاتی** بریلوی دام ظلہ وعم فضلہ سے حاصل ہے وہ بعینہ یہاں درج کیجاتی ہے ہر خاص وعام اسے پڑھ کر اطمینان حاصل کریں سند یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حد من لا احد لہ + وسند من لا سند لہ + وافضل الصلوٰۃ واکمل السلام علیٰ سید الکرام وسند الانام منتہی سلاسل الانبیاء العظام وعلیٰ الہ وصحبہ رواۃ علمہ ووعاۃ ادبہ وبعد فقد سألنی مجمع الفضائل منبع الفواضل حامی السنۃ والدین وماحی البدعۃ والمفسدین المولوی محمد امام الدین جعلہ اللہ کاسمہ امام الدین اجازۃ ما ارویہ عن مشائخی الکرام سیدنا ومرشدنا مولائی و سندی کنزی وذخری لیومی وغدی سیدنا الشاہ ال الرسول الاحمدی رضی اللہ عنہ بالرضی السرمدی وسیدی ووالدی خاتم المحققین وامام المدققین حضرت المولیٰ المولوی محمد نقی علیخان القادری البریلوی قدس سرہ القوی عن ابیہ الکریم العارف باللہ سیدنا

المولوی رضا علیخان قدس سرہ وشیخ العلماء بالبلد الامین الامام المحدث الفقیہ
الامین سیدنا المولی السید احمد بن زین دحلان المکی قدس سرہ الملکی عن الشیخ عثمان
الدمیاطی ومولانا الامام الھمام سراج البلد الحرام عبدالرحمن ابن المولی عبداللہ السراج
مفتی الحنفیۃ بمکۃ المحمیۃ رحمھما اللہ تعالی عن المولی جمال بن عبداللہ بن عمر مفتی الا
حناف ومولانا السید الصالح حسین صالح جمل اللیل شیخ الخطباء وامام الشافعیہ بالبلد
الحرمیۃ رحمہ اللہ تعالی عن المولی عابد السندی ومولانا حفید مرشدی وصاحب سجادتہ
الکریمۃ سیدنا الشاہ ابی الحسین احمد النوری قدس سرہ المعنوی والصوری عن الشاہ علی حسین
المرادآبادی فاجزتہ بکل ماتصح لی روایتہ عن المشائخ الممدوحین من القرآن العظیم واحادیث النبی
الکریم علیہ وعلی الہ افضل الصلوۃ والتسلیم من صحاح وسنن ومسانید وجوامع ومعاجیم وکذالک
اجزتہ بالسلسلۃ العلیۃ القادریۃ البرکاتیۃ بشرطھا المعلوم عند ذوی ھذہ العلوم واوصیہ
ان یعض بنواجذہ علی مذھب اھل السنۃ والجماعۃ ویتجنب جمیع اھل البدع والشناعۃ مثل
کفار النیچریۃ والروافض والوھابیۃ الگنگوھیۃ الدیوبندیۃ والشیطانیۃ والکذابیۃ والقادیانیۃ
والبابیۃ والمتصوفۃ المبطلۃ الاباحیۃ الحلولیۃ ومبتدعی المفضلۃ والمفسقۃ واعداء
التقلید وسائر الوھابیۃ الاسمعیلیۃ والاسحاقیۃ وغیرھم من الضالین المضلین اعاذنا
اللہ وایاہ والمسلمین عن شرھم اجمعین ولیتوجہ مااستطاع الی رد مکائدھم وسد
مفاسدھم فان ھذا اجل مناصب العلماء وافضل ماورثوا من الانبیاء علیھم الصلوۃ
والسلام والثناء وان یحلی ظاھرہ وباطنہ بحلی اتباع السنۃ السنیۃ ویخلیھا عن دنس
الفسوق والرذائل الدنیہ وان لاینسانی من دعائہ الصالح فی الملوین بالعفو والعافیۃ
فی الدین والدنیا والاخرۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیۃ والشکر علی العافیۃ وان تکون
رحمۃ لنا کافیۃ ولاسقامنا الظاھرۃ والباطنۃ شافیۃ ولاعدائنا عنا دافعۃ نافیۃ وان یقینی
ربی وایاہ والمسلمین من درک الشقاء وجھد البلاء وشماتۃ الاعداء وسوء القضاء وان
یجعلنی وایاہ من العاملین العلماء والحافظین حوزۃ الملۃ البیضاء والسنۃ الغراء وان
یختم لنا جمیعا بالحسنی ویقضی لنا بقضاء احسن المنی وانا داع لہ بذالک والحمد للہ
خیر مالک وافضل الصلوۃ واکمل السلام علی سیدنا الانام محمد والہ وصحبہ الکرام
الی یوم القیام - امین کتب عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم - فی ٢٠ شوال المکرم سنہ ١٣٣٠ھ یوم الاربعاء

مھر

محمدی سنی حنفی قادری
من دوست و دلدادہ آل رسول
عبدالمصطفی احمد رضا خان

کاتبہ محمد الدین ساکن قریہ اکبرآباد ضلع سیالکوٹ

these movements are under the veil of religious and national cause but originally they could bring dire consequences for Muslims as they were being monitored and manipulated by M. Gandhi and National Indian Congress. Later, the time proved that all these movements were brainchild of Mr. Gandhi and that he deceived Muslims.

To talk about economics in 1912 is like to square the circle. But A'lahazrat wrote an article in which he mentioned four accomplished points pertaining to Muslims' prosperity: (1) Saving & Investment (2) Concept of Banking (3) Mutual trade or purchase among Muslim or Muslim countries (i.e. Muslim Common Market) (4) Propagation of Islamic Sciences. These factors illuminates Ahmed Raza's politcal sagacity as well as his authority in economics and other social sciences.

Imam Ahmed Raza was a true poet. I really find no words to say about his eulogical composition known as *Hadaiq-e-Bakhshish*. His love for Prophet (Allah's grace and peace be upon him); his power of imagination, his vigorous vocabulary; his selection of words; use of similies and metaphors; the rhythmic couplets, photographic phraseology, and his lovely expression is matchless. Other than poetry A'lahazrat had tremendous authority over Arabic, Persian and Urdu prose. Sometimes his Urdu prose seems to be written in versified form.

While to ascertain the astounding works of A'lahazrat is beyond the compass of few persons, it requires a body of determined research scholars and an institution made on sound financial ground. Because the panorama of Raza's cognition is too wide to apprehend. Though authors of Ridhwiyyat are busy in research work aiming in mind that something is better than nothing. But Insha Allah these drops will become ocean someday. The time will come when common people will aware of his auspicious name like other fortunate names of the Muslim world.

Inspite of all this the sole asset of A'lahazrat Ishq-e-Rasool. Of course it is and it had been the pride of many ascetics. They are all like the beads of a rosary. But we also see that a rosary has only two "imams". While Imams of the second thousand years hijrah are Ahmed Sirhindi and Ahmed Raza Khan.

NOTES:

(1) Rasail-e-Ridhawiyya, vol.II (Lahore:1976)
(2) Ma'arif-e-Raza, vol.XV-1995, p.28, Idara-i-Tehqeeqat-e-Imam Ahmed Raza (Regd) Karachi.
(3) ibid, p.19
(4) ibid.
(5) Muhammad Mas'ud Ahmed, Prof, Dr. Muhaddis Bereilwi, pp.98-99 (Karachi:1993)
(6) ibid.
(7) Muhammad Mas'ud Ahmed, Prof. Dr., The Reformer of the Muslim Worls, p.37 (Karachi:1993)
(8) ibid., p.45
(9) ibid. p.89

adopt it as a livelihood. Because of such people, people from distant places have inquired about fees. Brethren! I don't ask any returns on it, my returns are with my Allah".(7)

A'lahazrat had vigorous command over the Hanafi jurisprudence. After writing fatawa he bore his name as "Ahmed Raza Hanafi Qadri" always usually. *Hafiz al-Kutub al-Haram* Sayyed Ismail Khalil after reading the Fatawa-e-Ridhawiyya wrote his comment "I swear and say the truth if Abu Hanifa Nu'man were to see these *fatawa* he would have felt happy and would have the writer as his disciple."(8)

Imam Ahmed Raza was a great mathematician. It is usually supposed that if a person is mathematician then he can't be anyone else. It is because the subject is so complicated, time consuming and self involving that man hardly gets spare to consider other fields. Contrary to this view, mathematics was one of the distinctive features of Ahmed Raza's versatility. History bears a witness that he even solved the indeterminant and insoluble question at a stretch.

As an astronomer we can never forget the gorgeous forecast of A'lahazrat. It was made against the forebode of Prof. Albert F. Porta in 1919. This prediction was published in English Daily "Express" Bankipur, Patna on 18th October, 1919. Prof. Albert predicted that 17th December, 1919 would be a doomsday because of the planetary eruption and that earth would be normalized after several weeks. A'lahazrat took a stand and wrote an article in the opposition of Albert Porta's false prediction. He gave seventeen arguments to disprove the forecast. The sun raised on 17th December and set normally and the people witnessed the foresight of A'lahazrat (for details see Ma'arif-e-Raza, vol. XIII-1993). Though Imam Ahmed Raza was a Mufti but he was not disinterested about current matters. After the failure of mutiny in 1857, Hindus started to build their monopoly in all fields of life; so that they could overcome the minorities and particularly Muslim masses. Hindus were successful in their conspiracies to very extent. As a result Muslims were forfeited. Ahmed Raza Khan rose at the situation being a reformer with vital political and economical rectifications. He possessed all the qualities of a good statesman. He was very well aware about the hidden intentions of Hindus that is why he gave the concept of Two-Nation Theory. Whereas Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah and the poet philosopher Allama Iqbal were seemed to favour the concept of united nationality at that point of time.(9) Furthermore, A'lahazrat denied to become the part of Khilafat Movement (1919) and Non-cooperation Movement (1920). Because he knew that

than 850 treatises on natural and narrative themes.[5] Yet the number of critiques, commentaries, versifications, letters, discourses etc. are countless.[6]

In fact Ahmed Raza Khan is a name of a versatile thinker who left numerous literary compositions. Consequently it becomes difficult to call him by one name, i.e. to call him jurist and not physicist, to call him *muhaddis* and not statesman; to call him mathematician and not historian; to call him astronomer and not philosopher, and so on. That is why erudites use to call him "Imam instead of Moulvi, Allama, Scholar and likewise.

Ahmed Raza Khan was a great Mufti; an expertiee and interpretee of Quran, *Hadith* and the concerned queries; he had mastery over all books and the principles of jurisprudence and particularly *Hanafi* jurisprudence, an eminent Arabic and Persian calligrapher, authority on Islamic Mysticism, and above all a true paramour of the Holy Prophet (Peace be upon him).

On 14 Sha'ban 1286 A.H./1869 A.D., he issued the very first *fatawa* under the supervision of his father at the age of 13 years, 10 months and 4 days. After the death of his father he took the responsibility of Mufti as a lifetime vocation. He had been announcing fatawa more than 50 years without fear and dread of the authorities. Subsequently, he wrote 12 volumes known as Fatawa-e-Ridhwiyya. (Which is being edited and further elaborated by Raza Foundation, Lahore, under the supervision of a Board of renowned *ulema* of Pakistan headed by Mufti Abdul Qayyum Hazarvi, the Administrator of Darul-ul-Uloom Jamia Nizamia Razvia, Lahore.

Imam Ahmed Raza was not only renowned in the Indo-Pak subcontinent but his aura was spreaded over remote territories. He received numerous letters from Bengal, Punjab, Malabar, Burma, Arakan, and also from countries like China, America, Africa and Arabia. Imam Ahmed Raza replied all the letters. Moreover, he used to answer the letter in the language in which it was asked. If the question was raised verbally he at once responded and never disappointed the inquirer by referring him towards source books.

Asceticism and altruism were the hallmark of A'lahazrat. As we know he was a Mufti on full time basis still he never charged fee for announcing Fatawa. He did everything for the sake of Allah and His beloved Prophet Muhammad (Allah's grace and peace be upon him).

He was of opinion in this matter: "Allah be praised. No fee on fatawa is charged here". He further says, "I don't know who would be so mean minded as to

The Versatility of Ahmed Raza Khan

Fatima Irfan Shaykh
(M.A.)

Allah gifted the "Reason" and "Heart" to man. Reason is "light" (Nur) if it coincides with Heart — the seat of Love of Allah and His Rasool ( ). It never makes people blind instead it gives perception to those who are totally in pitch darkness. To whom this light is awarded he becomes the king of the day. Imam Ahmed Raza is also a person on whom Allah blessed this light.

We heard about religious scholars, sages and saints who are at the same time linguist or economist or poet, etc. But we occasionally see persons before them sagacity prostrates. That is to say they are cognizants of all physical and metaphysical secrets. A'lahazrat does possess this kind of versatility.

Ahmed Raza Khan was born in (1272 A.H./1856 A.D.) at Bareili. He was not only the genius and scholar of his day but we scarcely find persons of his calibre in the whole history of Indo-Pak subcontinent. The claim for calling him genius is pseudo — about 55 disciplines of knowledge can be seen in his autography[1] in which he had complete mastery or authority. Many of them have come on the screen. several are under publication and rest have not yet been touched because of lingual and other complications. far instance. trigonometry. Honourable Prof. Dr. Muhammad Mas'ud Ahmed writes in this regard: "On trigonometry also there are notes and he (Sayyed Riyassat Ali Qadri) intends to publish them too. There is nobody in Pakistan who can understand his Arabic and Persian books on Mathematics."[2]

Among 55 arts and sciences A'lahazrat learned 21 fields of inquiry from his father Muhammad Naqi Ali Khan. 10 from the cognizant. Scholars of that age: while he gained mastery in remaining 31 courses of cognition from the "Heavenly Blessings"[3] or "by listening or by conversation".[4]

The approach of Ahmed Raza Khan was holistic. He didn't let any subject untouched. According to a careful valuation A'lahazrat pen down more

maintain in their hearts concern for the education of the Muslim youngsters.

Once again from the rocky ground drops of water have emerged.

Today, internationally, the literature and research of A'ala Hazrat is being studied all over the world. Recently SUNNI RAZVI SOCIETY INTERNATIONAL, of which I too am an humble servant, under the guidance of the Founder Patron of the Society, *Muballige Islam* Hazrat Allamah Muhammad Ibrahim Khushtar Siddiqui Qadri Razvi have published many works of A'ala Hazrat in English amongst which are:

The Revolving Sun and Static Earth, Tamheede Iman, Economic Guidelines for Muslims, The Birth and Death of Angels and a collection of *Naats* from A'ala Hazrat's anthology of *Naats Hadaaiq-e-Bakhshish*, with English version, are worthy of mention. These have been distributed throughout the world including Europe, America, Africa, India, Pakistan, Australia and Mauritius. Currently volume 2 of the anthology of A'ala Hazrat's *Naats* from *Hadaaiq-e-Bakhshish* with the English version has been compiled and is under print.

In Pakistan, Professor Dr. Masu'd Ahmed has written many research articles regarding Educational, Philosophical and religious achievements of A'ala Hazrat, the study of which creates a warm glow of happiness in the hearts of the readers and captures the curiosity of the readers mind.

Idara-e-Tahqeeqat-e-Imam Ahmad Raza of Karachi are holding Imam Ahmad Raza Conference each year since 1980 which is being participated and attended by learned Scholars, advocates, jurists, professors, teachers and Government Ministers and high officials. An International Conference was also held in 1991 to convey the message and mission of Great Iman on international level and to introduce his brillant works and illuminated writings on the World Forum.

Allama Shams Bareillvi of Pakistan is currently writing a voluminous article on the salient features of *Fatawa-e-Ridhawiyya*.

With regard to the research work of A'ala Hazrat, in India, the All India Tableege Seerat and Raza Academy of Bombay too are doing tremendous work. However, relatively, in view of the immense number of qualified and learned Aalims in India, the volume of publication work with regards to the mission of A'ala Hazrat should have been much larger.

Ali Khan (May Allah be pleased with them).

It was the flood of great destruction of the time the spreading of which was confined by the Imam Ahmad Raza who stood before this swelling sea like a powerful dike. In the face of Kufr and Shirk, Imam Ahmad Raza lit the lamp of Love and Spiritually, the light of which still illuminating not only India and Pakistan but every nook and corner of the world.

The learned scholars most certainly must have come across the writings of Imam Ahmad Raza. These are the answer to the abusive assault on *Iman* (Faith) and *Aqueedah* (Belief) of the Muslims in general and *Ahle-Sunnah wa-al-Jama't* in particular. But at this point I am surprised that many learned scholars have only associated this Great *Mujaddid* of the fourteenth century and universal scholar with the answering of false claims of the *Najdis and Wahabis*.

As a result of this short-sightedness, the other comprehensive spheres of knowledge and education of this great scholar have become hidden in the dark stigmatic clouds of him being only a *Mufti* fighting the *Najdis and Wahabis*. A'ala Hazrat was a scholar who reached great heights in many different spheres of knowledge resulting in the writing of over 1000 Articles, Treaties, Commentaries and Short-Notes, which are unique in their material compilation and whose precedence is difficult to be traced out in the recent past of Islamic history.

Apart from these compositions, he wrote critical commentaries on 70 different faculties of knowledge. Amongst his writings *Fatawa-Al-Ridhawiyya* is more than worthy of being mentioned. Its full name is *"Al-Ataya-Al-Nabawiyya Fill Fitawa-Al-Ridhawiyya"* which has been compiled in 12 volumes. Every volume has approximately 1000 pages and many *Fatwas* are not just Islamic decrees but a comprehensive works of research.

A'ala Hazrat was not only an expert in the old faculties of knowledge, but the current as well. His works on Western Philosophy, Science, Geography, Astronomy, Chemistry, Astrology and Physics to mention a few, shocked the world, and his research opinions and results baffle the mind which cannot comprehend that a *Mufti* sitting at his desk could reach such great heights and accomplishments in these new faculties of knowledge. The depth of his insight and the opinions developed by his exploring mind in these new faculties went beyond those of scholars like Capler, Vascoda Gama, Newton and Aristole. The highest point of understanding of these scholars marked the beginning of the circle of research of A'ala Hazrat.

Allah in his infinite Grace and Mercy has created certain personalties who

Imam Ahmed Raza As A Scholar

By: *Maulana Muhammad Faroghul Qaudri (M.A.)*
(Sunni Razvi Society International - Durban - South Africa)

When the people of the world forget Divine Law and Guidance and become obsessed with worldly affairs, and when the world forgets spirituality and becomes a place of exploitation and trouble, then in accordance with the prophecy of our beloved Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him)
(Abu Da'ud Sharief)

Allah sends a *Mujaddid* at the end of every century who performs the very important task of reforming Islam and reviving the *Sunnat* of the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). First one has to understand the meaning of "Tajdeed" (Reform) in order to understand and appreciate the work of a *Mujaddid*. In the *Kitaab SIRAAJ-E-MUNEER* appears :
The meaning of *Tajdeed-e-Deen* is the reviving of the laws of the Holy Quran and the *Sunnat* of the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him)

The reformer therefore reviews the love and respect for the *Holy Quran* and *Sunnat*, attempts of wiping out which are being made.

Allamah Manawai says :

A *Mujaddid* differentiates the *Sunnat* from the Bid'at and disgraces the *Bida'tees*.

In accordance with proven old sayings this has become as visible and bright as the day that in the black night of darkness and oppression, exploitation and misleading, innovations and oppositions, ignorance and naiveness, the illumination and the brightness of the *Mujaddid* like the advent of glowing star, guided by Divine brightness, allows the traveller to see his destination clearly, and gives him the visibility to allow him to avoid his obstacles in the dark roads leading to his destination.

At the end of the thirteenth Century the insight and powerful pen of the uncrowned king of "Quilt and Scroll" created a revolution in the fort of Falsehood and the effects of the explosion of that revolution are felt till today.

In the heart of the India's commercial city, Bareily Shareef, that *Mujaddid* and Great Islamic Scholar of the fourteenth century was born and his name was AHMAD RAZA KHAN, son of Naqi

(7) Verse 90:1

Al-Balad

A város	*Mi több, esküszöm erre a városra (1)*
The City	For Me is the Oath of this city.

(8) Verse

(AD-DHHA)

A Pirkadás	*S el tévelýedettként lelt rád, s utat mutatott.*
The Growing Brightness	And found you lost in the love (His Love) so guided (Unto Him / unto Allah)

Aala Hazrat has made a novel translation of the word "Nabi" as (Conveyor of the news of Invisible) and differentiated from the word "Rasul" (the Prophet. In Hungarian language no such word which means Nabi (Conveyor of the news of Invisible) is available. There is only one word "Próféta" is available which means the "Messenger" and stands good for prophet as well as Nabi. hence the only word "Próféta" is used in verse 8:64 (Surat Anfal)

In so far as the translation of "Bismillah" is concerned it has been translated as follows :

(A Mindenható és Könyö – rületes Allah nevében)
Begin with the name of Allah, the Beneficent, the Merciful.

At many other places where necessary the spirit of Kanzul Iman has been kept in view.

From the depth of our heart we offer our humble gratitude to Almighty Allah who enabled us to introduce the spirit of Kanzul-Iman in Hungary. So we are now just in claiming that

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

(1) Verse 3:142
Aal Imran
Imrán Nemzet-sége: — *(miközb'en Allah tudja kik azok, kik fáradoztak közületek és tudja kik as áuhatakosak?)*

The Family of Imran : — And yet Allah has neither tested your (holy) warriors nor tried your steadfasts.

(2) Verse 8:30
Al-Anfal
Hadizsákmány: — *(hát tervet szönek, de tervet szö Allah, s Allah a legjobb Tervsövö.)*

The Spoils of War : — They played their tricks and Allah used His device and Allah`s device is the best.

(3) Verse 42:24
Al-Shura
A tanács — *(S ha Allah akarná, hát megbélyegezné szivedet)*
The Counsel — So if Allah wills, He may set a seal of His Mercy and Safety upon your heart.

(4) Verse 42:52
Al-Shura
A tanács — *(Te nem tudtad mi az Írás, senazt (hogy mi) a Hit)*
The Counsel — You did not know the Book before, nor details of Revealed Laws.

(5) Verses 48:1–2
Al-Fatah
A gyözelem — *(Íme! Mi KItáránk néked (O' Muhammad) a nyilvánvaló gyözelmet,(1)*
Hogy mebocsájtsa néked Allah vétkedet mi elmúlt, s mi elgö)

The Victory — Verily we gave you a brilliant victory so that Allah pardons the sins of your predecessors and followers for your sake.....

(6) Verse 55: 1-4
Al-Rahman
A Mindenhato — *A Mindenható, (1)*
Ki a Koránt tanitá (2)
Ki megteremté az embert (3)
Ki megtanitá öt a Kozlésre (4)

The Most Beneficent — The Beneficent taught Quran to him (Muhammad). He created the exemplary man (Muhammad). He taught him the detailed statement of facts.

Imam Ahmad Raza enters Hungary

By: Al-Haj Moazam Ali

For more than three decades in 20th century, Muslims of Hungary were deprived from recitation and even from keeping the Holy Quran in their homes. After the lapse of 70 years for the first time Tahreek Isha'atul Quran Trust 1/156 commercial area Shah Faisal Colony got the translation work of the Holy Quran in Hungarian language checked, reviewed and coordinated with "Kanzul Iman" Urdu translation of His Holiness A'ala Hazrat Imam Raza Khan Bareilvi. 5000 copies of this translation have been printed under the auspices of Edhi International Foundation Corona New York and stuffed to "MAGYAR ISZLAM KÖZÖSSE'G" (Hungarian Islamic Society). This Holy work is now included as the main text book of post graduate course of Islamic Studies which has been introduced for the first time in the history of Hungary since 1994 in ËOTVÖS LÓRÁND UNIVERSITY OF SCIENCES Budapest (Capital of Hungary).

Dr. Abdul Rahman Mihálffy Sheik — President, Hungarian Islamic Society has written in his letter :

> "The support what you could provide with these books has come just in the proper time and is a real blessing."

A few translation of verses in Hungarian language together with their approximate meanings in English are quoted below which are sufficient to prove that this translation represents the sacred way of thinking of His Holiness Imam Raza. In Hungarian language the vocabulary concerning Biblical and Quranic works is very poor and it is nearly impossible to transcribe the spirit behind the verbal translation of Quranic verses as transcribed by the Holy Imam in his Urdu translation of Holy Quran namely "Kanzul Iman". However, every effort has been put in by Alhaj Moazzam Ali and Late Alhaj Jamsheed Isfandyar to bring it to be as near to Kanzul Iman as possible and thus virtually paved the way for the sacred thoughts of :
Imam Raza to enter Hungary!

where the distressed and restless souls get consolation and eternal peace.

40. At the time of taking leave from the Madina Sharif visit the *Mawajah Sharif* and beg the favour of the Holy Prophet (Allah's grace and peace be upon him) for the repeated visits to the holy land. Keep in mind every norms of etiquettes and decorum which you had observed while leaving *Macca-e-Muazzama* and pray with full devotion that Almighty Allah in His Infinite Mercy and Grace enables you to visit and stay at this Holy Place, so that when death comes it comes at this most auspicious place under the sky where even the angels long and envy to visit and pay Homage.

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اٰمِيْن - اٰمِيْن - يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَابْنِهٖ
وَحِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْن - وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن ط

NOTE:

This is an extract from "Anwar-al-Bashara-fi-Masael-al-Hajj wa-al-Ziayarah" written by Imam Ahmad Raza for rituals of Hajj and visit to the sacred shrines of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) which was rendered into English by Prof. Azimi F.M. Sheikh. The same is being published with certain revisions and rearrangements.

——***Idarah***

undertaken in *Masjid-e-Nabavi* at Madina and another in the *Hateem of Khana-e-Kaaba*.

33. To look at the Holy Dome of Shrine is by itself an act of *Ibadat* (righteousness), like the sight of the Holy Qur'an and the Holy Kaaba. Therefore, increase the number of Holy sights with due humility and reverence and offer *Durood-o*-Salam as often as you can.
34. Offer your entreaties at the Mawajah Sharif after every five time *namaz* or at least two times in the morning and evening.
35. Either in the city or anywhere outside the city of Madina whenever you happen to have a sight at the Holy Dome, keep your face towards it and with folded or stretched hands offer *Durood-o-Salam*. Do not passby without paying respect and offering *Dua'a. Durood* after sighting the sacred Dome. To neglect this will be taken as an act of incivility and indecorum.
36. To neglect offering of *Salat* in congregation (Jama'at) without a valid excuse is an act of major offence (*Gunah-e-Kabeera*) and one who persists in neglecting *Jama'at* he is guilty of committing haram. The Messanger of Allah (Allah's Grace and Peace be upon him) says that if a person regularly offers at least forty prayers (*Namaz*) in his mosque and none is lost, there is guaranteed deliverance (*Nijat*) from the fire of hell and hypocracy.
37. Never keep your back at the holy mazar and, as far as it is possible, try to offer your prayers at a place in the Masjid where you do not have to keep your back at the Shrines.
38. *Tawaaf* of the Roza-e-Aqdas should not be attempted, nor should one bend his back in reverence such that it comes near to *Rukku*, in front of the *Mazar Sharif*. Prostration is also not allowed (it is allowed only to Allah the Almighty), homage and respect to the messenger of Allah (Allah's Grace and Peace be upon him) lies only in his obedience and following.
39. *Ziyarat* (visit of homage) at the *Jannat-ul-Baq'ee*. (Graveyard of *Baq'ee*) *Uhud*, the *Masjid-e-Quba* is *sunnat*. To offer two *Rakats* at the *Masjid-e-Quba* is equivalent to one *Umra* in respect of reward. If you can manage you may stary here at *Mazar-e-Aqdas*. Whenever *Hazrat Ibn Abi Humairah* come to visit the Holy Prophet (Allah's grace and peace be upon him) at this place, he used to stay for full one day/night in his angust presence. One day a thought occurred to have *Ziyarat* of the *Jannatul Baqee* and other nearby places. Then he paused a little and said: "The place where I am staying *Mazar-e-Aqdas*, is the Gateway to the Paradise for resourceless beggars. Where else should I go if I leave this place?" So he abondoned the idea. Hearts are down here in prostration. This is the place where worshiper gets the consent of Allah and this is the place

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَبَارَكَ وَسَلَّمَ ط

(Peace be upon you, both O', the vice-regents of Prophet of Allah; peace be upon you, O' the *Vaziers* of the Prophet of Allah; peace be on you O' the companions of the Prophet of Allah and also the Mercy of Allah and His Blessings. I beseech the intercession of both of you in the Presence of the Prophet of Allah; Allah's blessings and peace be unto both of you).

24. All the places of visitation carry the blessings of acceptance of prayers, make endeavour to offer the *Dua'a*, especially the comprehensive *Dua'a*, be contended with the *Durood*.
25. Then offer the "*Dua'a*" near the Holy Pulpit (*Mimbar Sharif*).
26. Then offer two *Rakats* of *Nafil* in the permissible hours with the *Dua'a* at *Rodhat-al-Jannah* (the place between the Holy Mimbar and *Hujra-e-Munawwarah* in the Masjid, declared in the Hadis as a part of the Garden of Paradise.
27. Similarly offer prayers at every pillar of the Holy *Masjid-e-Nabavi* and solicit favours of Allah at each place, as some of them have special characterstic.
28. For so long as the blissful opportunity of the stay in Madina-e-Munawwarah is available, let no breath of yours go waste. For essential norms of routines, keep yourself in the Masjid with due purity of ablution and cleanliness utilise every available moment for offering prayer, recitation of Holy Quran and *Darood*. Do not indulge in mundane conversation in this Masjid, or for that matter, any masjid.
29. Every time you enter in the Masjid, make a *Niyet* of *Eitekaf* so that your stay in the Masjid may be regarded and rewarded as one of worship (*Ibadat*). Here in the *Masjid-e-Nabavi* as soon as you enter you will find an inscription reading.
    "*Nawaito Sunnatil Eitikaaf*" (I make *Niyet* for *Eitikaff of Sunnat*).
30. If you happen to stay at Madina during the fasting days (Ramadhan) and you abide by the sanctity of Ramadhan by keeping fast, the reward thereof shall be multiplied many times especially when it is the summer season. It carries the promise of *Shifa'at* on the Day of Judgement.
31. Here every deed of virtue and righteousness is recorded as bearing the reward equal to 50 thousand deeds of virtues. Therefore, it is necessary that special endeavour is made to increase one indulgence in 'Ibadat' and curtail the routines of daily food in terms of quantity, (so that burdened stomach may not hamper the progress of energetic prolongation in deeds of virtue).
32. At least one full *Khatm-e-Quran* (recitation of the entire *Qur'an-e-Pak*) in progressive sittings may be

their *Shifa'at* (Intercession) on the Day of Judgement, repeating the invocation (*Dua'a*).

اَسْئَالُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ط

As'alaka Al-Shafa'ah ya Rasool-Allah-e (I beg of your intercession O' the Apostle of Allah).

20. Then if someone has requested you to offer Salam in the *Huzur*'s presence, do it with due solemnity. This is permissible in the Shariat and the author of this book — Ahmed Ridha Khan, requests the favour of the reader to pray for his welfare as also the entire *Ummah* in the world and the Hereafter in the following words.

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِكَ وَ
ذَوِيْكَ فِيْ كُلِّ اٰنٍ وَلَحْظَةٍ وَعَدَدَ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ ط
مِنْ عُبَيْدِكَ ط اَحْمَدُ رِّضَا ابْنِ نَقِيْ عَلِيْ يَسْئَالُكَ
الشَّفَاعَةَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ ـ

Grace & peace be upon you O Messenger of Allah and also your kith & kins & companions all the times equivalent to particles of the earth multiplied by thousands; accept this salutation from your slave Ahmed Ridha Khan son of Naqi Ali Khan and he begs intercession so please grant intercession for him and for all Muslims.

21. Then moving about three steps on your right or towards the East, stand in front of the holy visage of *Hazrat Abu Bak'r Siddiq* (May Allah be pleased with him) and offer the following greetings:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا وَزِيْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

"Peace be unto you O' the vice-regent of the Prophet of Allah: peace be upon you O' the *Vazier* of the Prophet of Allah, peace be unto you O' the Companion of the Prophet of Allah in the cave of Thoar, and the Mercy and Blessings of Allah come to you".

22. Then moving the same distance, present yourself before the holy Mazar of *Farooq-e-Azam* (May Allah be pleased with him) and offer the greetings thus:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا
مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَ
الْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ـ

"Peace be unto you O' the *Amir-ul-Momineen*: peace be unto you O' the accepter of Islam and completing their number of forty: Peace be unto you O' the Honour and Dignity of the Muslims, and the Mercy and Blessings of Allah be also unto you."

23. Then return to the west and standing in between the great Companions *Hazrat Abu Bakr* and *Hazrat Umar Farooq* offer the following greetings:

Socket which is fixed in the southern wall of Holy Hijra and in front of the illuminating Visage of the holy Prophet (Allah's grace and peace be upon him). Standing at this auspicious place facing the Holy Visage from a distance of at least 4-arms length with back at the *Qibla sharif* and with folded hands as in *namaz* is your stance at this august place. This is the utmost expression of decorum and respectful stance in the presence of the Holy Prophet *(Sallallaho Alaihe wa Sallam)*. In authentic books on the Shariah including *Fatawa-e-Alamgiri*, the said stance of standing at the Holy Mazar has been accepted as justified and recommended as the demonstration of deep love and humble reverence for the Prophet of Allah, Hazrat Muhammad Mustafa *Sallaho Alaihe wa Sallam*. It is said: "Stand in the presence of the *Huzur Sallaho Alaihe wa sallam* in the same posture as in the *Salat* with folded hands, the right hand placed over the left hand."

17. Beware. Do not at all touch the *Jaali Sharif* (Holy golden lattice) or try to kiss it under any circumstance. Keep yourself away at least four arm's length. It should be regarded and accepted with deep reverence that you have been honoured to be so close to the Holy Prophet Hazrat Muhammad Mustafa (*Sallaho Alaihe wa sallam*) on this auspicious occasion. His blessings are always with you wherever you live but here you are being honoured with special favour and closeness.

18. *Al Hamdo Lillah*, now that like your heart your own visage is before the Holy presence of *Hazrat Mustafa Sallaho Alaihe wa sallam* offer the *MUJRA-O-TASLEEM* (presentation of greetings and thanks for being granted the audience), with unwavering faith and without latitude and fumbling in low and yet firm tone recite the following *Salat-o*-salam and say:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ
اللّٰه ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ وَاُمَّتِكَ اَجْمَعِيْنَ ط

"Peace be unto you O Prophet of Allah and Mercy and Blessings of Allah! Peace be unto you O the Prophet of Allah; Peace be unto you, O the choicest of Allah's creation; Peace be unto you O the Intercessor for the sinners; Peace be unto you and unto your kin, your Companions and unto your *ummah*."

19. So long as your tongue and heart do not show signs of weakness physically and spiritually keep yourself thoroughly engaged in the repetition of *Salat* and *Salaam*, begging and imploring the *Huzur*'s favour, and success of your own self, your parents, teachers, *murshid*, your offsprings, friends and the *Ummah* at large, and

covertness in any manner whatsoever.

Imam (Allah's blessing be upon him) and Disciple *Imam Mohaqqiq Ibnul Humam* in his compilation *Mansak Mutawussit* and *Ali Qari Makki* in it commmentary *Mansak Munsalik* by way of elaboration, say:

أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُورِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ، أَيْ بِجَمِيعِ أَحْوَالِكَ وَأَفْعَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ ط

"There is no doubt that the Holy prophet (Allah's Grace and peace be upon him) is fully aware with the knowledge of your presence (at the *Mazar-e-Aqdas*) and your standing there and offering Salutation (*Salaam*); in short all your deeds and behaviors, your departures (decampment) and stay (destination).

14. Now if the congregational prayer (*Namaz* with *Jama'at*)[1] provided the Imam leading the prayer is not a *'bud madhab'* (practising acts violative of Fundamental Faiths of Islam and is innovative) is taking place join it; it will become inclusive of 'Tahiyatul Masjid:" otherwise if the intensity of desire permits and there is no obstacle (forbidden time etc. in performing *Salat*) offer two *Rakats* of *"Tahiyatul Masjid"* and Thanksgiving for homage-visits to the Holy Shrines, particularly the *Mazar -e-Aqdas* with due solemnness and humility with small *Surahs* e.g. *Kafiroon* and *Ikhlas*, in subdued tones, at the place where the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) offered his prayers in the *Masjid Sharif.* If you don't get a place there, then at a place near about. Then go in the Prostration of Thanks giving *(Sajda-e-Shukr)* and pray that Almighty Allah enables you to to pay due respect to the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) with full devotion, love and earnestness and grant hnis own concent and the consent of his beloved Prophet Mohammad (Allah's Grace and Peace be upon him) for acts of good deeds performed upto now and hence after.
15. Now in utmost humility and reverence, with tears of repentance, but the heart brimming and overflowing with expectations of charity and benevolence from the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) proceed with reverencefull steps to the *Mawajah-e-Aalijah* of the Holy Prophet (Allah Grace and Peace be upon him) from the east of the *Mazar-e-Mubarak* as *Huzur-e-Karim (Sallaho Alaihe wa sallam)* is resting in the Holy Mazar facing *Qibla* The reverential and benevolence gracious eyes of the *Huzur* will be at you if you stand at the said *'Mawajiha Sharif,* and this is more than enough for you to be worthy of the *Rahmat* and *Karam* (benevolance of grace) of the *Rahmatullil Aalamien (Sallaho Alaihe wa Sallam)* for both the worlds.
16. Now with utmost decorum and humility but with fear and hope (between the twin lies the *Eimaan*) proceed to down under the *Qindeel* (Chandelier) infront of the Silver

humility and reverence.

10. What precise etiquettes of decorum of behavior are essential, at these auspicious occasions, while inside the Masjid are by heart to every muslim. Drive away all distractions and illusions, and your eyes ears, tongue, hands and feet, heart and mind and all organs should be kept free from all pollutions in the physical, mental, spiritual spheres. This is not even the occasion for appreciating the artistic and architectural designs of door, windows, walls etc. because this will cause disruption in the concentrating endeavours to the *Mazar-e-Aqdas* and holy personages present there.
11. If someone happens to pass by and with whom conversation is unavoidable, then reduce it to the barest minimum, even then the concentration of attention to the Holy Prophet Hazrat Muhmmad Mustafa *(Sallaho Alaihe wa Sallam)* should not be disturbed.
12. Never never utter a single word within the pemises of the Masjid in a loud or harsh tone! (This etiquette as a broad principle should be observed in all Masjids anywhere, but the sanctity and dignity of the *Masjid-e-Nabavi* exceeds all the other Masjids).
13. It must be believed as an integral part of Islamic Faith that *Huzur Nabi-e-Kareem (Sallaho Alaihe wa sallam)* is as much alive with that true, real and with all worldly powers and perfections as he possessed in his lifetime in this world before. His demise and that of all the Prophets of Allah were of a symbolic nature to demonstrate the external truth that every individual will have the taste of death. The Death was as a momentary incident, and the moment the Divine Verdict of death was put in effect, all the previous powers and perfections were revived and restored for all the prophets of Allah. Their demise, literally known as "*intiqal*" (transference) was but for a moment as an event of transference and keeping them away from the eyes of people, so that the latter's belief in the incidence of death may not be disturbed or confounded.

Imam Muhammad Ibn-e-Haj Makki and *Imam Ahmad Qastalani* in "*Mawahib-e-Ladunniya*"and other learned Imams of Islam say:

لَا فَرَقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِاَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذَالِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خَفَاءَ بِهٖ ط

"There is little difference in the life and demise of the Holy Prophet(Allah's grace and peace be upon him) that he is observing (witnessing) his *Ummah* and he is aware of their conditions, their reflective thinking and their intentions and he is aware of their hearts beatings and all this is so conspicuously evident to him that there is no room of hiding and

should continue ceaselessly.

4. When the Holy *Haram* of Madina comes in sight, it will be a demonstration of extreme devotion and intense reverential love for the Prophet of Allah Hazrat Muhammad Mustafa (*Sallallaho Alai wa sallam*) that (it is better) the visitor should proceed walking on foot, shedding respectful tears with head and eyes downiest in extreme obeisance and reverence; still preferable it will be there you walk barefooted.
5. When the eyes fall on the Qubba-e-Anwar (The Holy Dome) increase the recitation of *Durood*-o-*Salaam*.
6. When you reach in the vicinity of the Holy city (Madina) think yourself as having immersed in the contemplation of the grace and luster of the most angust personality of the Holy Prophet *Hazrat Muhammad Mustafa (Sallo llaho Alai-e-wa Sallam)* and your humble self being in his presence.
7. Before putting your feet on the threshold of the *Masjid-e-Nabvi* and entering into it, relieve yourself of all the necessities, viz. personal, domestic and natural inconveniences that are likely to distract your attention when you are devotedly engrossed in the religious obligation of offering of prayers (*Salaat* or *Namaz*) in the *Masjid-e-Nabavi*, recitation of *Durood-o-Salam* and other rituals. To prepare yourself for the most rewarding and the most blessed obligation for the stay in the *Masjid-e-Nabvi*, such as *Wodhu* (ablution) and brushing the teeth with *miswak* etc. followed by the bath and putting on white and clean clothings, applying choice perfumes for clothes and fresh and valuable collyrium (*Surma*) in the eyes.
8. Now divert all your clean and unwavering attention to the *Aastaana-e-Mubarak* (Holy Shrine) of the Holy Prophet (May Allah's Grace and Peace be upon him) with a melting and shivering heart that has been blessed with the loftiest and the sublimest Divine Favour of presenting an opportunity of paying homage to and getting the reward from the Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) which no wealth and riches of the earth can procure with no extra cost but the unstinted and unequivocal of expression of your love and submission to him. Pray that the sternness and rigidity of heart does not afflict you (not only in your stay in the Holy city of Madina and in the presence at the holy shrine, but for ever thereafter).
9. When you are present at the door of the Masjid, stop for a while after offering the *Salat-o-Salam* as if in waiting for permission to enter the Masjid. Thereafter reciting "*Bismillah*" enter the Masjid with utmost humility by putting your right foot first and then proceeding further in the Masjid with that same

ATTENDANCE IN THE AUGUST PRESENCE AT

THE MADINA-E-MUNAWWARA

IMAM AHMED RAZA

1. The most auspicious *Ziyarat* of Madina-e-Munawwarah is indisputably essential for every believer man and the woman, amounting to Wajib (obtigatory) in the Shariah Tenets. Persons of perverted vision - who need not be named often try to dissuade the eager and devoted Muslims from visiting the *Mazar-e-Aqdas* and other holy places under one placate or the other (just to please their unwarranted and unholy sectarian, creed or belief). People of such craze or whims as such have neither religious authority nor sentimental purity. Therefore it must be the most ardent desire of every visitor proceeding for performing the *Hajj* that soon after the *Hajj* is over, he must be prepared to proceed to Madina-e-Munawwarah (if he has not visited before hajj) regardless of any temptation or persuasion and even intimidation that may cause the slightest mental imbalance as for as the holy journey to Madina-e-Munawwarah is concerned. It has been the experience and observation that when any of the believing fraternity makes a determined desire to pay homage to the great holy place of Madina and thereby make himself the worthy recipient of Divine blessings not alone in this world and in the hereafter as well, he succeeds in having his sacred duty fulfilled and every obstacle real or imaginary removed and his path made perfectly clear and pleasant by the grace of Holy Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him). One has to die one day, if he dies during this sacred journey it is his most beneficient fortune.
2. To pay an intended homage to the *Mazar-e-Aqdas*, the intention (*Niyet*) should be exclusive for the *Ziyarat* of the Holy Shrine of Allah's beloved Prophet (Allah's Grace and Peace be upon him) such that in this intent (*Niyet*) the thought of visiting the *Masjid Sharif* should not be allowed to intervene in any manner at this stage. So says *Imam Ibnul Humam.*
3. While on way to the *Mazar-e-Aqdas* the recitation of *Durood Sharif* and *Zikr* (Remembrance of Almighty Allah

Wake up, O sleepy traveller!
Get ready to move further!
There is an imminent danger!
What would happen!

The destination is far away;
It is already late in the day;
You have to walk through a risky way;
What would happen!

I want to cross the river;
I cannot find a boat here;
The stormy waves are far and near.
What would happen!

My path is on the sword's edge;
The soles of my feet have a grudge
Even against the thorns of the hedge.
What would happen!

We are accustomed to light.
Alas! Our house is not bright;
It is as dark as the night.
What would happen!

A river of fire is the hurdle
Between us and our cherished ideal;
We are determined to overcome this obstacle.
What would happen!

The heat of the sun is scorching;
Its excessive light is dazzling;
The flames of fire are threatening.
What would happen!

We have suffered terribly;
Our boat has wrecked suddenly,
When the stormy waves raged violently.
What would happen!

Tomorrow I hope to see
My beloved's unique beauty.
I have lost my sight suddenly.
What would happen!

I am ashamed of my face;
My trial will be held in a public place;
How shocking it is! What a disgrace!
What would happen!

Perhaps he will show mercy;
I depend on his generosity;
My deeds have reduced me to misery.
What would happen!

Do you intend to come home again?
How long in the desert will you remain?
O traveller! what is wrong with your brain?
What would happen!

One against whom we sinned in secrecy,
And deceived people through hypocrisy,
He being omniscient can Himself see;
What would happen!

The Master's soldiers are here;
The day of accountability is near;
I am trembling with fear.
What would happen!

Who dares to be argumentative?
God's knowledge is all-pervasive.
Confession is the only alternative.
What would happen!

My companions have left me;
Here helplessness is my tragedy;
Loneliness is now my destiny.
What would happen!

Let us embrace before parting;
Alas! It is our last meeting;
There is no use of crying or grumbling.
What would happen!

If I had some wisdom and farsight;
I would not have loved at the first sight;
The pains of the journey give me a fright.
What would happen!

Why should we cry for the dead?
They have lived their lives and fled;
Now a similar destiny awaits us ahead.
What would happen!

This world has its own attraction;
While dying it may cause distraction;
I am afraid of this imperfection.
What would happen!

I am aggrieved at my situation;
Friends are vivid in my imagination;
Their voices and faces demand attention.
What would happen!

I have a lot more to say;
Destiny now forbids my to stay;
My term of life has passed away.
What would happen!

O Raza! Why do you worry?
Arise confidently and be merry;
When 'To forgive' is God's quality.
What would happen!

'O Raza Why Do You Worry'

Composed By: Imam Ahmad Raza
English Translation: Prof. G.D. Qureshi (Late)

The Stanzas of this poetry have been selected from the March 1992 issue of the Islamic Times of Stockport, England with their compliments. The translator of this "Na't" is the famous scholar and writer Prof. Ghayasuddin Qureshi (commonly known as Prof. G.D. Qureshi in literary circles).

Recently, we received the sad news of his demise while these papers were going to press. He expired on 9th May, 1996. Prof. G.D. Qureshi has rendered valuable service to Islam by translating almost entire religious poetry (Hada-i-q-e-Bakhshish) of Imam Ahmad Ridha Khan into English. He was also doing research work on his poetry for submitting his Ph.D thesis in the University of Birmingham. His demise is a great loss to all literary and religious circles.

We pray to Allah, the Beneficent and Merciful to rest his soul in eternal peace through the intercession of His beloved Prophet Mohammad (Allah's Grace & Peace be upon him). We are publishing these verses with compliments of Islamic Times.

— Idara

The path is thorn-ridden;
What would happen!
My feet are blister-stricken;
What would happen!

The blood is cold with fear;
The enemy is ruthlessly severe;
And he is almost here;
What would happen!

O criminal! you will soon be dead;
Your time has indifferently fled;
The sword is hanging over your head;
What would happen!

O Healer! your sickly devotee,
Appeals to your sense of mercy;
He has been fainting persistently;
What would happen!,

1. Szura

Nyitás

/Mekkai kinyilatkoztatás/

1. A Mindenható és Könyörületes Allah nevében
2. Dicsőség Allahnak a Mindenségek Urának,
3. A Mindenhatónak és Könyörületesnek,
4. Az Itélet Napja Birtokosának.
5. Hozzád imádkozunk és Hozzád fordulunk menedékért,
6. Vezérelj minket az egyenes ösvényre,
7. Azoknak ösvényére, kiket Te kegyedben részesitesz, s mely nem azoké kik kiérdemlik haragod és nem az eltévelygőké.

Translated By: Al-Haj Moazam Ali

in English poetry form was performed by famous scholar Late Prof. Ghayasuddin Qureshi of Birmingham University U.K.

We are presenting here only selected stanzas. The complete English version (in poetry form) was published in "Islamic Times" Stockport, U.K. We are publishing these selected stanzas with their courtesy. This will be of interest for the readers that late Prof. Qureshi (commonly known as Prof. G.D. Qureshi) was compiling his Ph.D thesis from Birmingham University, U.K. on subject of Islamic reformism and poetry literature of Imam Raza; and to our knowledge he had almost completed the translation of the two volumes of Imam Ahmad Raza, Naa'tia Diwan "Hada-e-q-e-Bakhshish" (Religious poetry collection). While this issue was going to the press for publication we heard the sad news that he demised on 6th May, 1996 in U.K.

(We are belongings of Allah and we are to return to Him alone).

The members of Executive Committee of Idara-e-Tahqueeqat-e-Imam Ahmad Raza are shocked with this sad news. His demise is a great loss not only to his near and dear ones but to the Muslim nation as a whole. We specially pray to Allah, the Most Affectionate, the Merciful to bestow upon him His Grace and Bounty and eternal peace to his soul through the intercession of His beloved Prophet Mohammad (Allah's Grace & Peace be upon him).

Dear readers, it is our whole hearted effort that each issue of *Ma'arif-e-Raza* be made according to the desired standards. However, to err is human as proverb goes; or as we know that human efforts are always incomplete and there is always room for further improvement, we shall be glad and obliged if comments and suggestions to further improve things are received from your side at our end. Any communication in this respect will be welcomed.

Finally, we express our profound gratitude to the learned writers of the above articles and also for those who provide us resources either in the form of pen, men or material.

May Allah the Most Merciful, accept our efforts in this direction of propagation of righteousness and His beloved Prophet Hazrat Muhammad Mustafa *Salla-Allaho-alaih-e-wasallam* grant us his intercession for the betterment of this world and the world hereafter. (Ameen).

——— ***Idara***

Society International (Manchester), Raza Academy (Bombay, Lahore and London) etc. are also showing good performance in this respect following guidelines of Prof. Dr. Muhammad Mas'ud Ahmad.

Respected readers, with this publication of *"Ma'arif-e-Raza"*, we are presenting four articles on different aspect of the life of Imam Ahmad Raza Bareilwi.

The *first* is the "Attendance in the August Presence at Madina-e-Munawwarah" written by Imam Ahmad Raza himself. In fact, this is an extract from learned Imam's book *"Anwar-al-Basharah-fi-al-Masaail-e-Hajj wa-al-Ziyarah"* which was written by him for the benefit of the intending pilgrims of Makkat-al-Mukarramah and Madinat-al-Munawwarah. The article cited above deals with the manners and rituals of attending the august presence at the holy shrine of the Holy Prophet of Allah (Grace & Peace of Allah be upon him). This article, among other things, shows the highest love and respect of Imam Ahmad Raza which he had in his heart for the beloved Prophet of Allah (Grace and Peace of Allah be upon him), also reflecting the message he intends to convey to the Muslims.

This has been rendered into English by Prof. Azimi F.M. Sheikh and is being published with certain revision and rearrangements.

The second article "The versatility of Imam Ahmad Raza" deals with the his unique qualities as outstanding Islamic scholar, writer and master of more than 70 fields of knowledge.

The writer, Miss Fatima Irfan Shaykh has proved that Imam Ahmad Raza is really a genius of this age.

In "Imam Ahmad Raza enters Hungary", Prof. Al-Haj Moazzam Ali has described salient features of his Hungarian translation of the Holy Quran, which, he claims it that is nearest to the spirit and style of "Kanz-al-Iman" Urdu translation of the Holy Quran by learned Imam.

Maulana Farogh-al-Qadri is a young scholar from Durban. He is also a Residential Director of Sunni Razavi Society International. In his brief write-up he tried to present an account of the achievements of this versatile Imam in the field of Islamic jurisprudence and other branches of informations.

It is also an honour for us to reproduce to our learned readers English Version of a famous religious poetry of A'ala-Hazrat entitled as *"Kiya hona hay"*. This translation

The versatile personality of Imam Ahmad Raza Khan will always remain glittering among the comity of world scholars and men of wisdom for long time to come.

He was an inborn genius and has wonderful and computer-like capability of storing informations in his mind. He was a scholar and writer with superb intellectual level. His command over more than 70 branches of oriental and modern learnings was astonishing and he was a recognized, matchless scholar of Jurisprudence of his age, nay, but even todate.

He has written and compiled more than thousand books in shape of treatise, thesis, commentaries and short notes. This constitutes such a precious treasure of knowledge which not only cater to all needs of religious scholars but also of the scholars and knowledge-thirsty students of modern sciences.

However, as most of his books are in Urdu or Persian and Arabic, the modern scholars and students qualified from university and colleges have less recourse to the original sources of Imam Ahmad Raza's treasure of knowledge and wisdom.

In view of this, under the able guidance of learned scholar Prof. Dr. Muhammad Mas'ud Ahmad, the Patron-in-Chief of Idara-i-Tahqeeqat Imam Ahmad Razá, Pakistan, we have decided to translate literature of, and on Imam Ahmad Raza in different modern languages.

Since 1986 various renowned scholars, on our invitation, have started to pen down, their treatises and articles on works and achievements of Imam Ahmad Raza into English Language.

Al-hamdo-lillah, our call yielded results and a great number of writers and research scholars have diverted their energies towards producing research literature on this versatile personality into English language. Many literary works and writings of Imam Barelvi have also been rendered into English and other languages like, Dutch, Hungarian and Turkey e.g. "Kanzul Iman", Urdu translation of the Holy Quran of Imam Ahmad Raza, has been rendered into all above three languages and works in some other continental languages is under progress. Other institutes like Sunni Rizvi

CONTENTS

IDARA-I-
TAHQEEQAT-E-
IMAM AHMAD RAZA (Regd)
25, 2nd Floor, Japan Mansion, Raza Chowk (Regal)
Saddar, Karachi-74400. P.O. Box 489 Karachi-74200.
Phone: 7725150-7771219 Telegrams "ALMUKHTAR" (PAKISTAN)